نسیم ہدایت کے جھونکے

اسلام قبول کرنے والے نو مسلم بھائیوں کی کہانی خود ان کی زبانی

افادات

داعیٔ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہ العالی

سرپرست ماہنامہ، ارمغان وناظم جامعۃ الامام ولی اللہ الاسلامیہ پھلت، مظفر نگر، یوپی

جلد چہارم

۴

مرتب

مفتی محمد روشن شاہ قاسمی

مہتمم دارالعلوم سوپوری ضلع آکولہ مہاراشٹر انڈیا

نام کتاب

نسیم ہدایت کے جھونکے (جلد چہارم)

افادات: داعیٔ اسلام حضرت مولانا کلیم صدیقی صاحب مدظلہٗ

مرتب : مفتی محمد روشن شاہ قاسمی

معاونین: مولانا محمد الیاس صاحب، مولانا محمد الطاف حسین صاحب

حافظ محمد عثمان شاہ صاحب مدرسین دارالعلوم سونوری

کمپوزنگ : مولوی محمد اسحاق و محمد امجد خان اکولوی

صفحات : ۲۶۷

سن اشاعت : ۲۰۱۰ء

دوسرا ایڈیشن : ۵۰۰۰

قیمت : ۱۰۰ روپے

﴿مرتب کتاب سے خط و کتابت کا پتہ﴾

مفتی محمد روشن شاہ قاسمی

مہتمم دارالعلوم سونوری نیشنل ہائیوے نمبر ۶

ضلع اکولہ، مہاراشٹر، انڈیا

Mufti Mohd. Roshan Shah Qasmi

Mohtamim Darul Uloom Sonori

National Highway No. 6

Dist. Akola Pin.444107

Maharashtra, INDIA

Ph: (07256) 244204

Mob: 09422162298

Email:darululoomsonori@yahoo.in

Name of the Book

Nasim-e-Hidayat ke Jhonke (Part-IV)

Ifadat: Daee Islam Hazrat Moulana Mohd. Kaleem Siddiqi Sahab

Compiled by

Mufti Mohd. Roshan Shah Qasmi

Pages: 267 Price: Rs.100/- Siz: 23x36/16

کتاب ملنے کے پتے

☆ مکتبہ دارالعلوم سونوری، ضلع اکولہ، مہاراشٹر، انڈیا 444107

☆ جمعیت شاہ ولی اللہ، پھلت، ضلع مظفر نگر، یوپی، انڈیا

☆ دارارقم، بٹلہ ہاؤس، اوکھلا، نئی دہلی۔ 25

☆ ادارہ اشاعت اسلام جامع مسجد، دیوبند، ضلع سہارنپور، یوپی پن، 247554

کتابوں کے آرڈر کے لئے درج ذیل موبائل پر رابطہ کریں

09420186856 / 09420186853-Ph-07256-245504

نوٹ: انٹرویو لیتے ہوئے مولانا احمد اواہ صاحب ندوی نے لفظ "ابی" کا استعمال کیا ہے اس سے مراد ان کے والد محترم حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہ العالی ہیں

فہرست

صفحہ نمبر	فہرست مضامین	نشان سلسلہ
۵	عرض مرتب	☆
۷	مقدمہ: داعیِ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہٗ العالی	☆
۱۱	تقریظ: محدث العصر شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ مدینہ منورہ	☆
۱۷	تقریظ: مولانا وصی سلیمان صاحب ندوی مدظلہ	☆
۲۰	تبصرہ: حضرت مولانا محمد شاہد صاحب سہارنپوری جامعہ مظاہر علوم سہارنپور	☆
۲۱	تبصرہ: حضرت مولانا مفتی محمد شعیب صاحب مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	☆
۲۲	آیئے عہد وفا تازہ کریں	☆
۲۵	داعیِ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب ایک گفتگو	۱
۸۲	جناب محمد حسن صاحب ﴿رویندر ملک﴾ سے ایک ملاقات	۲
۹۳	ایک مہاجرہ داعیہ ڈاکٹر اسماء علی ﴿کلپنا﴾ سے ایک ملاقات	۳
۱۰۵	ایک بالکل امی اور مخلص داعیہ فاطمہ سے انٹرویو	۴
۱۱۴	ایک بھگوان جو انسان بن گیا محمد محب اللہ ﴿سوامی آنندہ﴾	۵
۱۳۴	مولوی محمد یونس صاحب ﴿سبھاش شنکر لال﴾ سے ایک ملاقات	۶
۱۴۲	جناب محمد طٰہٰ ﴿جونی﴾ سے ایک ملاقات	۷

۸	محترمہ کملا ثریا ﴿کملا داس﴾ سے ایک انٹرویو	۱۵۰
۹	مائیکل جیکسن کے بھائی جرمین جیکسن سے انٹرویو	۱۵۹
۱۰	مائیکل جیکسن ﴿میکائیل﴾ کا قبول اسلام	۱۶۵
۱۱	محمد یوسف ﴿یوسف یوحنا﴾ کا قبول اسلام	۱۷۱
۱۲	ایک نوجوان محمد ہاشم ﴿پراساد سنگھ﴾ سے ملاقات	۱۷۸
۱۳	ایک امریکی مہاجرہ بچی سارہ سے انٹرویو	۱۸۴
۱۴	کولن چیک سے ایک گفتگو	۱۹۰
۱۵	محمد داؤد ﴿فادر مارکس، اڑیسہ﴾ سے انٹرویو	۱۹۹
۱۶	جناب اقبال احمد ﴿مہاجر﴾ سے ایک ملاقات	۲۰۹
۱۷	ایک مہاجر بھائی عبیداللہ ﴿ونود کمار گوئل﴾ سے ایک ملاقات	۲۱۷
۱۸	محمد اقبال ایڈوکیٹ ﴿راجندر ملک﴾ سے ایک ملاقات	۲۲۹
۱۹	بھائی محمد رئیس ﴿رمیش کمار﴾ سے ایک ملاقات	۲۴۰
۲۰	سلمان صدیقی ﴿ارون کمار﴾ سے ایک ملاقات	۲۵۲
۲۱	ماہنامہ ارمغان کا مختصر تعارف	۲۶۰

عرض مرتب

اللہ کا آخری دین اسلام غیر متغیر فطرت انسانی کی مطابقت کے ساتھ انسان کے تمام تغیر پذیر احوال وکیفیات میں رہنمائی کرتا ہے اس خصوصیت میں کوئی دین ومذہب اس کا ہم قدم نہیں بن سکا اور نہ قیامت تک بن سکے گا۔ اسلام کا پیغام کسی مخصوص قوم وملک کے لئے نہیں بلکہ تمام عالم انسانیت اس کی مخاطب ہے اور یہ دین تمام دنیوی واخروی کامیابیوں کا ضامن ہے اور یہ دین کسی کی جاگیر نہیں بلکہ امانت ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اسے امانت کہا ہے" اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا. (سورۂ احزاب)

ترجمہ: ہم نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر ایک امانت پیش کی کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھائیں لیکن انھوں نے عذر کردیا کہ ہم سے یہ بوجھ اٹھایا نہ جاسکے گا اور اس امانت کو سنبھالنے کی جواب داری سے ڈر گئے جب کہ انسان نے اس بار امانت کو اٹھالیا اب یہ اور بات ہے کہ جو ظالم اور جاہل رہا اس نے اس امانت کی اہمیت نہ جانی۔

اور اس کے لانے والے جبرئیل امین جن کو قرآن میں رسول امین "امانت دار فرشتہ" کہا گیا اور جن پر نازل کیا گیا ان کا لقب ہی "صادق اور امین" ہے اور مخالف بھی آپ کو ہزار دشمنیوں کے باوجود سچا اور امانت دار تسلیم کرتا ہے اور ہر نبی نے دعوت کے دوران اپنی قوموں سے جو کہا اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن پاک میں نقل فرمایا "اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ" میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور امانت دار ہوں۔

غرض یہ کہ دین حق کے متعلق امانت کا تصور ہمارے ذہنوں سے بالکل نکل گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بطور امانت دیا ہے اور ہمیں ان بھائیوں تک پہنچانا ہے جن تک یہ ابھی نہیں پہنچا ہے اور کل آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنی اس امانت کے تعلق سے ہم سے سوال کریں گے، اللہ کے حضور سرخروئی کے لئے ہمارا اس فریضۂ دعوت پر کھڑا ہو جانا انتہائی ضروری ہے ہمارے اندر اسی دعوتی جذبہ کی آبیاری کے لئے اپنے نومسلم بھائیوں کے انٹرویوز ایک آئینہ ہیں، جن کی روشنی میں ہم اپنے ایمانی جذبات کا جائزہ لیں، اسی مقصد کے پیش نظر "نسیم ہدایت کے جھونکے" کی تین جلدیں منظر عام پر آئیں اور صاحبِ افادات داعیٔ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہٗ العالی کی دعاؤں اور توجہات کی برکت سے دیکھتے ہی دیکھتے اس کے کئی ایڈیشن سات ماہ کے عرصہ میں ختم ہو گئے، اور اب یہ چوتھی جلد آپ حضرات کی خدمت میں پیش ہے۔ محترم مولانا عبد المنصور صاحب ندوی زید مجدہم اور برادرم محمد یعقوب علی ابن جناب میر واجد علی صاحب عادل آبادی نے اس کتاب کی تصحیح کی اور اس کتاب میں انٹرویوز کے عناوین مولانا الیاس بندے الٰہی صاحب اون، ضلع سورت، گجرات نے لگائے جو ماشاء اللہ بڑے پرکشش ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ میرے معاونین کو اجر عظیم عطا فرمائیں اور اس کتاب کی اشاعت کو ہدایت کے عام ہونے کے سبب فرمائے اور ہماری ان ٹوٹی پھوٹی کوششوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔

فقط والسلام

بندہ محمد روشن شاہ قاسمی سونوردی

۱۲؍ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۹؍ مارچ ۲۰۱۰ء بروز پیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدَّمَہ

منبعِ اخلاق، مشفقِ انسانیت، داعیِ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ

خالق کائنات فَعَّالٌ لِمَا يُرِيْدُ، عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، عَلِيْمٌ وَخَبِيْرٌ رب نے اپنے سچے کلام میں بانگ دہل یہ اعلان فرمایا: هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (سورہ التوبہ)

''وہ اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے، گو مشرکین کیسے ہی ناخوش ہوں'' حجاز مقدس کی حد تک جناب رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں دین حق دوسرے تمام باطل مذاہب پر غالب آ گیا تھا، مگر یہ عالمی دین سارے عالم میں غالب ہونا ہے، اللہ کے سچے نبی ﷺ نے یہ خبر بھی دی ہے کہ ہر کچے اور پکے گھر میں اسلام داخل ہو کر رہے گا، قرب قیامت کے اکثر آثار ظاہر ہو چکے ہیں، اسلام کا پیغام پوری انسانیت تک پہنچانے کی ذمہ داری ختم نبوت کے صدقے میں ہمیں عطا کی گئی تھی، اس فرض منصبی سے مجرمانہ غفلت کی وجہ سے دین حق اسلام (جو خیر محض ہے) کا تعارف لوگوں کو نہ ہو سکا اور پوری دنیا میں اس عدم واقفیت کی وجہ سے، یا غلط واقفیت کے نتیجہ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ اپنے نقطۂ عروج پر ہے، مگر اللہ کی شان ہادی اور اس کی ربوبیت کے قربان، کہ اسلام، قرآن اور مسلمانوں کے خلاف اس پروپیگنڈہ سے عام انسانوں میں اسلام کو جاننے کا تجسس بڑھ رہا ہے، ایک زمانہ تھا کہ لوگ اسلام کو، مسلمانوں کے کردار معاملات اور اخلاق سے جانتے

تھے، مگر اب جدید ذرائع ابلاغ کی کثرت خصوصاً انٹرنیٹ کی ایجاد نے حقیقی اسلام لوگوں کے بستروں تک پہنچا دیا ہے، اس کی وجہ سے پورے عالم میں جوق در جوق لوگ اسلام قبول کرتے دکھائی دیتے ہیں اور حیرت ناک بات یہ ہے کہ قبول اسلام کے واقعات مغربی ملکوں میں زیادہ ہیں جہاں سے خاص طور پر اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ ہو رہا ہے، روحانیت، اہل محبت اور مذہب سے جنون کی حد تک تعلق رکھنے اور مسلمانوں کے بعد مذہب پر سب سے زیادہ قربانی دینے والوں کے ہمارے پیارے ملک ہندوستان میں بھی اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد کم نہیں ہے۔ پوری دنیا میں بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنے والوں کے حالات پر غور کیا جائے تو تین باتیں خاص طور پر حیرت ناک ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ ان خوش قسمت ہدایت یاب ہونے والے نومسلموں کے قبول اسلام میں مسلمانوں کی دعوتی کوشش کا دخل بہت کم ہے، اسلام کی کسی چیز میں کشش محسوس کرکے، اسلام مخالف کسی پروپیگنڈہ سے متاثر ہوکر اسلام کو جاننے کا شوق پیدا ہوا، اسلام کا مطالعہ کیا اور مسلمان ہوگئے، یا اپنے مذہب کی کسی رسم سے انفعال کے نتیجہ میں مذاہب کا تقابلی مطالعہ ہدایت کا ذریعہ بنا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان خوش قسمت دسترخوان اسلام پر آئے ہوئے نومسلم مہمانوں کے ایمان، تعلق مع اللہ، دین کیلئے قربانی اور دعوت کے جذبہ کو دیکھ کر خیر القرون کے مسلمان یاد آجاتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا حال اللہ کے اس فرمان کا کھلا مظہر ہے۔

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ (سورہ محمد)

"اور اگر تم روگردانی کروگے تو اللہ تعالیٰ دوسری قوم پیدا کردے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے" اشاعت اسلام کے ان واقعات کی کثرت کے ساتھ جب ہم پوری دنیا کے حالات کے تناظر میں غور کرتے ہیں تو انتہائی خطرناک فکر کی بات سامنے آتی ہے کہ جس تیزی کے ساتھ بلکہ جس طرح جوق در جوق نئے لوگ اسلام کے سایہ میں آتے دکھائی

دیتے ہیں اسی کثرت سے مسلمانوں کے مرتد ہونے واقعات بھی دکھائی دیتے ہیں، بعض مرتبہ تو تعداد اور معیار کے لحاظ سے بالکل متوازی تبدیلی کا فیصلہ دکھائی دیتا ہے، کسی علاقہ میں جتنے نئے لوگ مسلمان ہوتے ہیں اتنے ہی مسلمان مرتد ہو جاتے ہیں یا جس معیار کا غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوا اسی معیار کا کوئی مسلمان مرتد ہو گیا۔

دستر خوان اسلام پر آنے والے ان نو وارد خوش قسمت نومسلموں کی داستانیں، ہم رسمی اور خاندانی مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے والی اور جھنجھوڑنے والی ہوتی ہیں اور ان سے جہاں ایک طرف یاس میں آس دکھائی دیتی ہے، وہیں اپنے دعوتی فریضہ سے غفلت کی وجہ سے تبدیلی کی وارننگ بھی سنائی دیتی ہے، کسی نہ کسی طرح اشاعت اسلام کے یہ واقعات ایمانی حرارت پیدا کرنے اور غفلت و جمود توڑنے کا ذریعہ بنتے ہیں، مسلمانوں میں ان خوش قسمت نومسلموں کے حالات پڑھ کر غیرت ایمانی پیدا ہو اور دعوت کا جذبہ رکھنے والوں کو حوصلہ ملے اور ان کی زندگی سے دعوتی تجربات سامنے آئیں، اس مقصد سے الحمدللہ ماہنامہ ارمغان نے چند سالوں سے ہر ماہ ایک نومسلم کی آپ بیتی کا سلسلہ بطور انٹرویو "نسیم ہدایت کے جھونکے" کے عنوان سے شروع کیا تھا، یہ اشاعت اپنے مقصد میں بہت کامیاب ہوئی، ملک کے مختلف رسائل، اخبارات نے ان کو شائع کیا، ان کے مجموعے شائع ہوئے اور اردو کے علاوہ ملک کی دوسری زبانوں میں ترجمے شائع ہونے لگے، اس سے الحمدللہ ملک بلکہ بیرون ملک میں مسلمانوں میں بڑا دعوتی جذبہ پیدا ہوا اور ایک طرح سے صدیوں کا جمود ٹوٹا۔

یہ انٹرویو اس حقیر کے فرزند میاں **احمد اواہ ندوی** اور ان کی بہنوں **اسماء ذات الفوزین امت اللہ اور مثنیٰ ذات الفیضین سدرہ** نے لئے ہیں، ان آپ بیتیوں کے بعض مجموعے کتابی شکل میں پہلے بھی شائع ہو چکے ہیں، مگر اب مکمل طور پر کام کرنے کے لئے ہمارے ایک بلند ہمت رفیق، داعی الی اللہ، خادم

قرآن وسنت، محب ومکرم جناب مفتی روشن شاہ صاحب قاسمی زید لطفہٗ نے نئی ترتیب کے ساتھ شائع کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے، مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑا حوصلہ اور بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے، انھوں نے لسان تبلیغ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری نور اللہ مرقدہٗ سے اپنے ذاتی اور طویل تعلق کی بنا پر خاص استفادہ کیا ہے اور ہمارے تبلیغی اکابرین کی تقریروں اور ملفوظات کی ترتیب واشاعت کا مبارک کام اللہ نے ان سے لیا ہے اور بہت کم وقت میں خود الحمدللہ علاقہ میں تعلیم ودعوت کے سلسلہ میں قابل رشک خدمات ان سے لی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو دینی دعوتی خدمات کے لئے بھی بڑے جذبہ اور سلیقہ سے نوازا ہے، انھوں نے تو مسلسوں کی ان تمام آپ بیتیوں کو جو ارمغان میں شائع ہوئی ہیں ترتیب وار مرتب کر کے اشاعت کا پروگرام بنایا ہے، یقیناً ایک مبارک قدم ہے اور مفتی صاحب موصوف کی طرف سے ملت کے لئے ایک مبارک تحفہ ہے، جسے وہ "نسیم ہدایت کے جھونکے" کے نام سے ملت کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

میں مفتی صاحب موصوف کو اس اشاعت پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں، بہ دل وجان دعا ہے کہ یہ مجموعہ خیر امت کے افراد کو ذلت کے گڑھے سے نکال کر پھر ماضی کی عزت اور خیر امت کے منصب پر لانے کا ذریعہ بنے اور مفتی موصوف کے لئے ذخیرۂ آخرت اور سعادت دارین کے حصول کا وسیلہ ثابت ہو۔

خاک پائے خدامِ دین

محمد کلیم صدیقی

جمعیت شاہ ولی اللہ پھلت ضلع مظفر نگر، یوپی

۲؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ

تقریظ

فضیلة الشیخ محدث العصر

محمد عوامه حفظه الله

مدینہ منورہ سعودیہ عربیہ

(عربی نسیم ہدایت کے جھونکے کی تقریظ کا یہ ترجمہ ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی هدانا للاسلام وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله، والصلوات التامات والتسلیمات المبارکات علی سیدنا محمد سید السادات، واله واصحابه ذوی المقامات العلیا وعلیٰ من تبعهم واقتفیٰ اثرهم بالدعوة الی سبیله بالحکمة والموعظة الحسنة. اما بعد

عالم باعمل صاحب بصیرت اور دور اندیش داعی اسلام جناب حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب دامت برکاتہم سے پہلے بھی کئی بار مدینہ منورہ میں شرف ملاقات کی سعادت سے بہرہ مند ہو چکا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی امان میں رکھے، اور آپ کی مخلصانہ مساعی جمیلہ سے مسلمانوں کو استفادہ کا موقع عنایت

فرمائے، اللہ نے ہندوستان میں بھی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، احمد بن عبد الرحیم کے مولد و مسکن موضع پھلت میں آپ کی ملاقات وزیارت کا شرف بخشا، اور پھلت کی اس جامعہ میں جس کے آپ بانی مبانی ہیں، اور جو حضرت شاہ ولی اللہ کے نام نامی سے منسوب ہے۔ جامعہ کے اساتذہ، طلباء سے مل کر آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور دل میں فرحت پیدا ہوئی، الحمدللہ علیٰ ذلک۔

موصوف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ننیہالی خاندان کے چشم و چراغ ہیں، جو خاندان ایک عظیم اور بابرکت خاندان ہے، پیدائشی طور پر آپ عجمی ہیں لیکن اپنی اصل اور خاندانی طور پر خالص عربی ہیں، جناب حضرت مولانا کلیم صدیقی صاحب علم وعمل اور دعوت الی اللہ کے میدان میں ایک ایسی مبارک درخت کی شاخ ہیں جو کہ افراط و تفریط سے پاک ہے، اور یہ درخت با صلاحیت صالح علماء اور دعاۃ کرام کے امام اور پیشوا شیخ ابوالحسن علی ندوی کی ذات گرامی قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت کے سایہ میں ڈھانپے، اور اپنی رضا عطا فرمائے۔ موصوف حضرت مولانا علی میاں ندوی کے مسترشدین میں سے بھی ہیں اور آپ کو ان کو جانب سے خلافت بھی حاصل ہے۔ شیخ ابوالحسن ہی کی ایما پر آپ نے دعوتی جدو جہد شروع فرمائی اور بحسن وخوبی اس کو انجام دینے میں ہمہ تن مصروف ہیں، آپ اپنے اسلاف کے بہترین جانشین ہیں۔

علوم ومعارف کے راستہ میں زبان ووطن کی اجنبیت اور دوری ایک بڑی رکاوٹ اور حجاب ہوا کرتی ہے، جو علوم سے استفادہ کیلئے مانع ہوتی ہے، اسی بنا پر

جناب مولانا کلیم صدیقی نے بفضلہ تعالی عربی زبان میں ایک رسالہ "الخیر" اوراردو زبان میں ماہنامہ "ارمغان" کے نام سے دعوت اسلام اور تعلیمات اسلام کی نشرو اشاعت کے لئے ،اور دستر خوان اسلام پر آنے والے ان نو وارد اور خوش قسمت حضرات کے انٹرویوز اور کارگذاریاں شائع کرنے کے لئے ، جو موصوف محترم کی دعوت سے متأثر ہوکر جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں، جاری کئے ہیں۔اللہ کے احسان اوراس کی توفیق کے نتیجہ میں شیخ کے دست حق پراور آپ کے ذریعہ اسلام لانے والے خوش قسمت افراد کے ہاتھوں پر لاکھوں افراد مشرف باسلام ہو چکے ہیں،اور یہ خوش قسمت لوگ ہندوستان کے مختلف طبقات اور مختلف عمروں کے ہیں۔

بہت سے وہ افراد جنھیں اللہ تعالی نے ہدایت یاب فرمایا ہے اوران کے قلوب کو نور اسلام سے منور فرمایا ہے، ان کے عجیب وغریب اور عبرت آموز قصے تاریکیوں سے روشنی کی طرف آنے اور گمراہی سے ہدایت پانے کے موصوف نے دو جلدوں میں شائع فرمائے ہیں، پھر عربی زبان میں منتقل شدہ انٹرویوز کو آپ کے فیض یافتہ اور داماد جناب ڈاکٹر محمد اویس صاحب نے ایک کتاب میں یکجا کرنے کا کام شروع کیا ہے، جو کہ حجم کے اعتبار سے مختصر ہے لیکن اس کی زبان سلیس ہے اور ترجمہ بامحاورہ ہے،اللہ تعالی ڈاکٹر محمد اویس صاحب کو نظر بد سے محفوظ رکھے اور مزید ہمت اور توفیق بخشے۔انھوں نے مجھے پہلی جلد ہدیہ کی ہے، جو ۲۰۷رصفحات پر مشتمل ہے،اور جس میں کل بیس خوش قسمت حضرات وخواتین

کے انٹرویوز اور کارگذاریاں جمع کی گئی ہیں، یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ برادرم محمد اویس صدیقی نانوتوی ایک جلیل القدر عالم دین، جناب حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے خاندان کے ایک فرد ہیں، مولانا قاسم نانوتویؒ اسلامی بیداری اور تعلیمات اسلام کے امام ہیں، اور آپ کی کوششوں کے نتیجہ میں ہی ایک عظیم الشان دارالعلوم موضع دیوبند میں قائم ہوا، پھر اس دارالعلوم کا فیض اولاً ہندوستان میں اور ثانیاً عالم اسلام کے گوشہ گوشہ میں پہنچا۔ اہل علم کے نزدیک دارالعلوم از ہر ہند کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی خاندانی طور پر صدیقی ہیں، آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابو بکر صدیق سے جاملتا ہے، زیر نظر کتاب ''ہبات من نسیم الہدایۃ'' میں جو ایک خاص قسم کی حلاوت اور شیرینی ہے وہ بغیر اس کے مطالعہ سمجھ میں آنی مشکل ہے۔ اور اس کے تجرباتی مطالعہ کے لئے ایک لمبی مدت درکار ہے لیکن میں ذیل میں کچھ اہم اور قابل ذکر باتیں پیش کررہا ہوں۔

۱) اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے قلوب کی زمین بالکل ہموار ہے، اور دلوں میں ہدایت کی طلب اور پیاس موجود ہے، اور دعوت کے لئے میدان بہت کشادہ ہے، لہٰذا مخلصین حضرات اس کوچہ دعوت میں آئیں اور اپنے اپنے جوہر دکھائیں، بقول شاعر:

راستے بند ہیں سب کوچہ دعوت کے سوا

۲) اس کتاب کے مطالعہ سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے، اور یہ

بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام بالکل فطری دین ہے، اس لئے اس کی دلیلیں بھی
بالکل فطری ہیں، عقائد، عبادات اور اخلاق وغیرہ کے بیان میں اس کے لئے
فلسفیانہ اور مناظرانہ انداز اور دلائل کی بالکل گنجائش نہیں ہے اور داعی اپنے
مدعو کے دل کو دستک نہیں دے سکتا ہے، اور نہ اس کے قلب کے پردہ کو اٹھا سکتا
ہے، مگر بالکل فطری انداز میں اور مسلسل لگن کے ساتھ۔ ایک عرصہ تک علماء اسلام
اپنے ہمعصروں کے ساتھ اپنے فلسفیانہ اور مناظرانہ دلائل اور انداز کے ساتھ
میدان دعوت میں مشغول ومصروف رہے۔

۳) کتاب پڑھ کر ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ داعی کے ساتھ ہمیشہ علم و
حکمت کا توشہ رہنا چاہئے، تاکہ بوقت ضرورت داعی بحسن وخوبی میدان دعوت
میں اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

۴) داعی بلکہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا کردار اسلامی
اخلاق کی روشنی میں آراستہ کرے تاکہ وہ دوسروں کے لئے ایک عمدہ نمونہ ثابت
ہوسکے، اور صرف قول ہی سے نہیں بلکہ اپنے حال سے بہترین داعی ثابت ہو۔

۵) درج بالا فوائد کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی کتاب کے مطالعہ سے
اخذ ہوتی ہے کہ دعوت الی اللہ کے میدان میں کامیابی ایک God
Gift (خدائی عطیہ ہے)، اور یہ بات فضیلۃ الشیخ مولانا محمد کلیم صدیقی دامت
برکاتہم جیسے دعاۃ کی رہنمائی اور تجربہ سے بھی حاصل ہوسکتی ہے۔

اخیر میں یہ بات بھی کہنا چاہتا ہوں کہ میں ''ہبات من نسیم الھدایۃ'' کی

دوسری جلد کا ابھی سے منتظر ہوں، اس کے اندر ہماری عقلوں کے لئے غذا اور روح کی تسکین کا سامان موجود ہے۔ بفضلہ تعالیٰ یہ کتاب اسلام اور مسلمانوں کے لئے روشنی اور مستقبل کی بشارت دیتی ہے۔

محمد عوامه

مدینہ منورہ

۶؍رجب ۱۴۳۲ھ

تقریظ

حضرت مولانا وصی سلیمان صاحب ندوی زید مجدہم

استاذ تفسیر وفقہ جامعہ الامام شاہ ولی اللہ و

ایڈیٹر ماہنامہ ارمغان، پھلت، مظفر نگر یو پی

دعوتِ دین مسلمانوں کی بنیادی ذمہ داری ہے، اسی عمل سے ان کی سربلندی اور سرفرازی رہی۔ اور اس کو ترک کرنے کی وجہ سے وہ خدا و خلق کی نگاہ میں بے اعتبار اور بے حیثیت ہوتے گئے، مسلمانوں کو موجودہ زمانہ میں جتنے مسائل درپیش ہیں اور ان کی انفرادی اور اجتماعی حیثیت کے لئے جو چیلنج موجود ہیں ان سب کا حل اور مشترک علاج کار دعوت سے عملاً وابستگی ہے، اسپین کے مسلمان دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے کس چیز میں پیچھے تھے؟ مال و دولت کی ان کے پاس کمی نہیں تھی علم وفن فلسفہ وسائنس میں دنیا کی پیشوائی کر رہے تھے، لیکن داعیانہ صفت کے فقدان کے بعد کوئی دنیاوی اور علمی ترقی ان کے قومی اور مذہبی وجود کی ضامن نہیں بن سکی۔

اگر مسلمان چاہتے ہیں کہ وہ دنیا کے ہر خطّہ میں اپنے مذہب وعقیدہ اور تہذیبی وثقافتی شناخت کے ساتھ باعزت زندگی گزاریں اور انہیں آبرومندانہ جھلنے پھولنے کے مواقع حاصل ہوں تو انہیں سب سے پہلے اس کارِ منصبی کی طرف پوری توجہ کرنی ہی پڑے گی قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیتوں کے سیاق وسباق اسکے ظاہر و باطن اور بین السطور پر غور کرنے سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوتی ہے یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ:۶۷)

اے رسول! جو کچھ تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچادو، اگر تم نے یہ نہ کیا تو تم نے کار رسالت کا حق ادا نہیں کیا اور اللہ تم کو لوگوں (کے شر) سے بچائے گا، ماہنامہ ارمغان (پھلت ضلع مظفر نگر یوپی) جو ایک خالص دینی دعوتی رسالہ ہے اس کے مقاصد میں ابتدا ہی سے یہ جذبہ شامل ہے کہ خدا کے بندوں کو خدا سے ملانے اور بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھانے کے لئے ملت اسلامیہ کو آمادہ کیا جائے اور انہیں ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا جائے اس سلسلہ میں دینی دعوتی ذہن رکھنے والے اہل قلم خصوصاً داعیِ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب کی مختلف موضوعات کی دعوتی تحریروں کے ساتھ "نسیم ہدایت کے جھونکے" کے عنوان سے ہر ماہ اسلام قبول کرنے والی ایک خوش نصیب شخصیت کے انٹرویوز کا سلسلہ شروع کیا گیا الحمدللہ یہ سلسلہ توقع سے بڑھ کر کارآمد اور مفید ثابت ہوا اور اس نے ملک کی جامد فضا میں ایک ارتعاش پیدا کردیا، خصوصاً دعوت کی راہ کے مختلف مسائل کو سمجھنے اور اس سلسلہ کی بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی راہ ہموار ہوئی اور بڑے پیمانے پر دعوتی ذہن سازی کا کام انجام پایا، ایک ارب سے زائد آبادی کے اس ملک میں جہاں تقریباً ہر پانچواں فرد مسلمان ہے اور خیر امت ہونے کے سبب داعی الی اللہ کے منصب پر فائز ہے، اتنی بڑی تعداد تک یہ پیغام پہنچانے کے لئے ضروری ہے کہ ہر صوبہ اور ہر شہر سے یہ آواز بلند ہو اور چراغ سے چراغ جلتے رہیں، مقامِ شکر ہے کہ ملک کے ایک ممتاز عالم و مصنف اور داعیِ دین مفتی محمد روشن شاہ قاسمی نے اس کام کا بیڑہ اٹھایا اور ان انٹرویوز کو نئی ترتیب و تزئین کے ساتھ پیش کردیا موجودہ زمانہ میں دعوت کے لئے ماحول بہت سازگار ہے، پوری دنیا میں قبول اسلام کی لہر چل رہی ہے اور لوگ از خود اسلام کی خیر کی طرف لپک رہے ہیں اس لئے اگر تھوڑی سی دردمندی اور انسانیت کو دوزخ سے بچانے کی تڑپ اور فکر کے ساتھ دعوت پیش کی جائے تو

توقع سے بڑھ کر نتائج حاصل ہوسکتے ہیں، ان تمام انٹرویوز کا یہی مشترکہ پیغام ہے، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی اس دردمندانہ گفتگو پر یہ تحریر ختم کی جاتی ہے: کیا اسلام کے لئے اب بھی وقت نہیں آیا کہ وہ اقوام بھی دریوزہ گری چھوڑ کر اپنے روایتی استغناء اور غیرت مندی کی بنیادوں پر کھڑی ہوں اور اپنے اساسی مقصد (دعوت الی اللہ) کو سنبھالے جس سے اس کی حقیقی برتری کا جلوہ دنیا پھر ایک بار دیکھ لے جو صرف دعوتِ دین ہی کے راستہ سے نمایاں ہوسکتا ہے۔''

(دینی دعوت کے قرآنی اصول، مؤلفہ حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ ص:۱۹)

وصی سلیمان ندوی

۸؍جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ

تبصرہ: از حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری مدظلہٗ

خلیفہ مجاز: حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ

داماد: حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ امیر جماعت تبلیغ

امین عام: جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی مدظلہٗ ناظم جامعہ امام ولی اللہ پھلت، مظفر نگر کو حق تعالیٰ شانہٗ نے دین کی دعوت اور اسلام کے عالم گیر پیغام اخوت کو برادران وطن تک پہنچانے کے لئے ایک خاص سلیقہ اور مخصوص جذبہ عطا فرمایا ہے، چنانچہ اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر کثرت سے ساتھ ان کے ذریعہ قبول اسلام کا سلسلہ رواں دواں ہے، اور جس کے نتیجہ ہندوستان اور بیرون ہند میں تبلیغ اسلام کی ایک عظیم اور جدید تاریخ مرتب ہو رہی ہے، حق تعالیٰ شانہٗ مولانا موصوف کی حفاظت فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔

پیش نظر کتاب ایسے ہی قبول اسلام کرنے والے نو مسلم بھائیوں کی کہانی ہے جو خود انہی کی زبانی انٹرویو کے طور پر مرتب کی گئی ہے، مولانا مفتی محمد روشن شاہ قاسمی، اکولہ، مہاراشٹر، اس کتاب کے مرتب ہیں، کتاب اپنے مضامین کی اثر انگیزی اور دین کے خاطر جان و مال، عزت و آبرو کی قربانی دینے والوں کے عبرت انگیز حالات کی وجہ سے اس درجہ تاثیر اور کشش اپنے اندر رکھتی ہے، کہ مختصر سے مختصر عرصہ میں اس کے متعدد ایڈیشن (ہندوستان و بیرون ہند) سے شائع ہوئے، جب کہ حال ہی میں اس کا جدید ایڈیشن کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مبارک شاہ سہارنپور سے بھی شائع ہو کر آچکا ہے، کتاب چھ حصوں پر مشتمل ہے اور اس میں ۱۰۸ / برادران وطن کے قبولیت اسلام کی تاریخ اور حیرت انگیز داستان آگئی ہے، خدا کرے یہ سلسلہ دراز تر ہو اور اس مبارک جدوجہد کے ثمرات کی مزید تاریخ اور داستان امت مسلمہ کو پڑھنے بلکہ نصیحت اور اثر پذیری کے لئے ملتی رہے۔

(ماہنامہ یادگار شیخ محلہ مفتی سہارنپور جون، جولائی ۲۰۱۰ء)

نسیم ہدایت کے جھونکے پر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے مفتی،

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب صاحب مد ظلہ کا تبصرہ

مذکورہ کتاب کوئی مستقل تصنیف وتالیف تو نہیں مگر اپنی افادیت اور اثر آفرینی کی باعث مستقل تصنیف وتالیف سے بڑھ کر ہے دراصل یہ کتاب ان نومسلم بھائیوں کی داستانِ حیات ہے جنہوں نے کفر وشرک سے بیزار ہوکر بالواسطہ یا بلا واسطہ داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب دامت برکاتہم کے دست حق پرست پر کفر وشرک سے توبہ کرکے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ **بلکہ ان میں سے بہت سے لوگ وہ بھی ہیں جنہوں نے حالت کفر میں مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والے ہراول دستہ کی قیادت کی اور اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے اس میں جی جان سے لگے تاکہ ان کی آتما (روح) کو سکون وچین ملے** مگر انہیں سکون کے بجائے بے سکونی، بے چینی، ڈر اور خوف ملا۔ اور بالآخر انہیں چین وسکون اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں میں نصیب ہوا اور پھر اسلام لانے کی پاداش میں ہر تکلیف کو برداشت کیا مگر کوئی تکلیف بھی ان کے پاؤں کو متزلزل نہیں کرسکی۔ **درحقیقت ان نومسلم بھائیوں کی یہ داستانِ ایمان ہم جیسے خاندانی مسلمانوں کو خواب غفلت سے جھنجھوڑتی اور ہماری حقیقت کو آئینہ دکھاتی ہے اور بلا شبہ بعض مرتبہ اپنے اوپر رشک گذرنے لگتا ہے کہ ہم مسلمان بھی ہیں یا نہیں۔**

اس لئے کتاب کی خوبیوں کا اندازہ تو صرف پڑھنے ہی سے ہوگا کتاب ہر خاص وعام کے پڑھنے کی ہے خصوصاً دعوتی کام کرنے والوں کے لئے تو بہت ہی اہم ہے کیونکہ اس سے نیا عزم وحوصلہ ملے گا نئی راہیں کھلیں گی اور دعوتی کام میں آنے والی ہر تکلیف کو برداشت کرنا آسان ہوجائے گا۔

(ماخوذ از ماہنامہ مظاہر علوم جنوری ۲۰۱۰ء ص ۴۷)

آغاز سخن

آیئے عہدِ وفا تازہ کریں

زمین وآسمان کے مالک جس نے اس پوری کائنات کو اپنے حکم سے پیدا فرمایا اس کو خوبصورتی عطا کی اور اپنی انگنت مخلوقات سے اس کو آباد کیا، اس نے اس پوری کائنات کو اپنے تعارف، پہچان اور شناخت کا ذریعہ بنادیا، اسی نے اس کی حکمرانی، پاسبانی اور نگرانی کے بطور انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اس عالم میں اپنا نائب بنایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃ (ترجمہ: میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں) اور حضرت انسان کی رہنمائی اور رہبری اور رشد و ہدایت کی راہ پر لانے کے لئے نبیوں کا ایک طویل سلسلہ جاری فرمایا جو حضرت آدمؑ سے شروع ہوکر جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر آکر منتہی ہوا تا کہ یہ انسان وہ عہد الست بھول نہ جائے جو اس نے عالم بالا میں اپنے پروردگار سے کیا تھا، اللہ کے یہ برگزیدہ بندے اپنے اپنے دور میں قوموں، قبیلوں اور خاندانوں میں بھیجے گئے اور دین کا، ایمان کا، اخلاق کا، انسانیت کا سبق بھٹکے ہوئے انسانوں کو دیتے رہے اور اخیر میں نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اس کارزار عالم میں اس سلسلہ کی آخری کڑی بن کر تشریف لائے اور دنیا کے باطل ایوانوں میں توحید خداوندی کی ایک پر اثر آواز سے لرزہ پیدا کردیا اور انسان کو انسانیت کا وہ سبق جو اس نے بھلا دیا تھا پوری قوت، طاقت، ہمت اور قربانی کے ساتھ یاد دلایا آپ ﷺ کی یہ آواز کہ ”اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ دو کامیاب ہوجاؤ گے“ مکہ کے ایک بنجر پہاڑ کی چوٹی سے بلند ہوئی اور پورے عالم میں پھیل گئی آپ ﷺ اپنے ساتھ خدا کی طرف سے ایسا دستور العمل اور قانون و شریعت لیکر آئے جو انسانی فطرت کا ہمراز اور دم ساز تھا زمین وآسمان نے کبھی اتنے مؤثر اور ہمہ گیر قانون کا تجربہ نہیں کیا تھا لہٰذا باطل کے

سارے نظام ان کے نظام کے سامنے فیل ہو گئے اور قرآنی تعلیمات، اس کی آیات اور نشانات کے ذریعے انسان نے انسانیت کا ایسا سویرا دیکھا جس میں ساری تاریکیاں کافور ہو گئیں۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (سورہ الصف آیت:۹) ترجمہ: "وہی ہے جس نے ہدایت اور سچا دین دیکر اپنے رسول ﷺ کو بھیجا تا کہ دین کے تمام بناوٹی شکلوں پر اس سچے دین کو غالب کر دے چاہے مشرک لوگ کتنا ہی برا مانتے رہ جائیں" یہ لازوال ابدی ہدایت کا سرچشمہ وہ قرآن مجید ہے جس کے بارے میں خود اس کے بھیجنے والے نے یہ کہا" یہ ایک پیغام ہے تمام انسانوں کے لئے اور یہ بھیجا گیا اس لئے کہ ان کو اس کے ذریعے خبردار کیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں خدا بس ایک ہی ہے۔"

محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے صرف رہبر انسانیت ہی بنا کر نہیں بھیجا بلکہ ان کو شرافت اور زندگی کے لئے صلاح وفلاح اور صفات حسنہ کا نمونہ بھی بنا کر بھیجا مزید یہ کہ انسانیت کو راہ راست اور معیار اعلیٰ پر لانے کے لئے ایسی کاوش کے ساتھ بھیجا جس سے انسانوں کو جانوروں جیسی بے مہار زندگی سے نکل کر خیر وکامیابی کی زندگی میں داخل ہونے کی راہ ملی، رب العالمین نے اسی بنیاد پر ان کو رحمت للعالمینی کی صفت عطا فرمائی، وہ امت جس کی طرف آپ بھیجے گئے اس کو بھی دعوت الی اللہ اور کلمہ توحید کو عام کرنے کے لئے ایسے مکلّف بنایا گیا کہ جس کے کرنے پر ہی اسکی خیر وفلاح اور کامیابی وکامرانی کو مقدر کیا گیا، كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ... الخ، لہذا تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ امت نے جب جب دعوت کی ذمہ داری کو پورا کیا وہ کامیاب رہی اور جب جب اس فریضہ سے غافل ہوئی امت ذلت ورسوائی سے دوچار ہوئی، انفرادی اعتبار سے ہو یا اجتماعی اعتبار سے جب جب پیاسی قوموں تک حق وصداقت کی بات اور کلمہ توحید کی دعوت پیش کی گئی، ایمان واسلام کی بارشیں برسیں، نسیم ہدایت کے جھونکے چلے اور اس کے دامن میں سلگتی، سسکتی، تڑپتی،

کراہتی انسانیت نے راحت وآرام چین وسکون اور اطمینان کی سانس لی آج کے اس پُر آشوب دور میں بھی الحمدللہ جو لوگ اس فرض منصبی کو ادا کرنے میں سرفروشانہ جدوجہد کر رہے ہیں، خداوند عالم اپنے فضل اور ان کی محنتوں سے بھٹکتے انسانوں کو جادہ حق وصراط مستقیم سے ہم کنار کر رہا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ہم بھی رسول اللہ ﷺ کی تڑپ کڑھن سوز و اضطراب اور افکار ودرد لے کر پوری انسانیت کو مخلوق پرستی کی لعنت سے نکال کر خالق سے جوڑنے اور کفر اور شرک کی بھول بھلیوں سے نکال کر توحید کی شاہ راہ پر لانے کی کوشش کریں، اسی کے ساتھ یہ موازنہ بھی کریں کہ اس فرض منصبی کو ادا کرنے میں ہم کہاں تک اپنی ذمہ داریوں کو نبھا رہے ہیں، اور جو واقعات آپ ﷺ کی زندگی میں پیش آئے ہمیں ان سے کہاں تک مناسبت ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم نے اس ذمہ داری کو پس پشت ڈال دیا کہیں ایسا تو نہیں کہ دھکے کھا کھا کر جس پیغام کو رسول اللہ ﷺ نے ہم تک پہنچایا تھا اسے ہم دھکے دے دے کر اپنے گھروں سے نکال رہے ہیں کیا کسی کو کفر وشرک کی حالت میں دیکھ کر ہمارا دل بے چین ہوتا ہے، کیا کسی کو کفر کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے دیکھ کر ہماری آنکھیں نم ہوتی ہیں، کیا طائف کے واقعہ کی کوئی جھلک ہماری زندگی میں پیش آئی کیا خواب میں بھی دعوت کے لئے کسی گھاٹی میں نظر بندی کی سعادت ہمیں نصیب ہوئی ہے، پھر ہم کیسے آپ کے امتی ہیں امت کے کندھوں پر ڈالی گئی ان آفاقی ذمہ داریوں کا تقاضہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اسوہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے فرض منصبی کو سمجھیں اور ایک لمحہ ضائع کئے بغیر دعوت اہل الایمان کے لئے متحرک ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے کئے گئے عہد کو وفا کرنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں اور امت کی زبوں حالی پستی وذلت کا علاج اسی نسخہ شفاء سے کریں جسے رسول اللہ ﷺ نے امت کے ہر فرد کے ہاتھوں میں دیا تھا، اللہ ہم سب کو اپنا فرض منصبی ادا کرنے کی توفیق دے۔

محمد روشن شاہ قاسمی

۶۴ مرکز پھلت ﴿قریۃ الصالحین﴾ اور داعیٔ اسلام کی مختصر سوانح

داعیٔ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہٗ سے ایک گفتگو

اقتباس

اگر ہم اس طرح سوچتے رہے اور کہتے رہے کہ فلاں کو یہ کرنا چاہئے اور فلاں یہ نہیں کر رہا ہے تو کام آگے نہیں بڑھے گا، اس کی بہترین صورت یہ کہ آپ ان کے سامنے ایک نمونہ پیش کردیں شروع میں جب میں اس ”دعوتی کام کی اہمیت اور ضرورت“ کی باتیں کرتا تھا تو اکثر دیوبند کے علماء اور اکابرین تبلیغ مجھے کچھ کھسکا ہوا سمجھتے تھے یا مجھے ایسی جماعت کا فرد سمجھتے تھے جو ان کے نزدیک درست نہیں ہے لیکن جب ہم نے عملاً شروع کیا اور ان کے سامنے ایک نمونہ آیا تو اللہ کا شکر ہے کہ سارے علماء اور مدارس کے ذمہ داران اس قدر اہمیت دیتے ہیں استقبال کرتے ہیں اور عملاً شرکت کے متمنی ہیں کہ ہمیں خود تعجب ہے۔

قارئین ارمغان کو مبارک ہو کہ ایک زمانے سے بہت سے قارئین کا اصرار تھا کہ داعیٔ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہ العالی کا انٹرویو شائع ہو، بار بار حضرت معذرت کردیتے تھے، ہمارے نوجوان عالم اور داعی مولوی عمر ناصحی ندوی ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ماہ مبارک ۱۴۳۰ھ میں ایک نجی گفتگو کو ریکارڈ کیا اور مفتی محمد روشن شاہ کے اصرار اور حضرت سے اجازت کے بعد اسے قلم بند

بھی کر دیا۔(مدیر)

سوال: بہت عرصہ سے رفقاء کا اصرار ہے کہ آپ سے،آپ کے بچپن کے حالات، بزرگوں سے تعلق،اور پھر دعوت سے وابستگی کے بارے میں معلومات قلم بند کی جائیں،اگر آپ اجازت عطا فرمادیں تو ہم سب کو فائدہ ہو؟

جواب: مجھ جیسے ناکارہ انسان کے حالات سے تم لوگوں کو کیا فائدہ ہوگا،، اکثر حالات تو سناتا ہی رہا ہوں،تم تو گھر کے ایک فرد ہو اس لئے تمھارے سامنے تو یہ حالات آئے ہی ہوں گے۔

سوال: یادداشت کے مقابلہ میں آپ کی زبان سے سنیں گے تو زیادہ اچھا لگے گا،اپنی پیدائش،بچپن کے حالات اور خاندان کے بارے میں پہلے کچھ فرمادیں؟

جواب: جی ہاں بڑا اچھا لگتا ہے،کہ جب اپنے رب کریم کے ان بے حد وحساب انعامات کا ذکر کرتا ہوں،جو میرے اللہ نے اس عاصی اور کمینے بندہ پر پیدائش بلکہ پیدائش کے پہلے سے بارش کی طرح برسانے شروع کردیئے تھے،یہ حقیر اپنے اکابر کی خدمت میں جب بھی پہلا عریضہ لکھتا تھا تو اردو کے مشہور شاعر چکبست کا یہ شعر اپنے حسب حال ہونے کی وجہ سے لکھتا تھا:

لکھا ہے داور محشر نے میری فرد عصیاں پر یہ وہ بندہ ہے جس پر ناز کرتا ہے کرم میرا

ان انعامات میں جو اس حقیر پر اللہ تعالیٰ نے بلا طلب اور بلا اہلیت عطا فرمائے ان میں ایک بڑا قابل رشک بلکہ قابل فخر انعام یہ ہے کہ اس حقیر کی پیدائش ۹ ربیع الاول ۱۳۷۱ھ بروز دوشنبہ صبح کے وقت ہوئی،یعنی پیدائش کے لحاظ سے پیارے رسول ﷺ کی تاریخ، دن اور وقت کے لحاظ سے اتباع نصیب ہوئی،پھلت اس حقیر کا جائے پیدائش ہے،جسے مولانا مناظر احسن گیلانی نے ہندوستان کا''البدو'' کہا ہے،یہ پھلت ایسی بستی ہے،کہ جس کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ۸۶۳ھ میں عارف ربانی حضرت قاضی

یوسف ناصحیؒ (شیخ واستاذ ومربی بادشاہ سکندر لودھی، ومرشد شاہ بہلول لودھی) نے ایک ببول کے پیڑ کے نیچے دو رکعت نفل پڑھ کر اپنے شاگردوں کے درس سے اس کی اساس رکھی، اور ۸۶۳ھ سے آج تک وہ درس کسی نہ کسی شکل میں قائم ہے، جو ایک ادارہ بن کر اب مرشدی وسیدی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہ کے حکم سے جامعہ امام ولی اللہ کے نام سے موسوم کردیا گیا ہے، جس کو نہ صرف حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہؒ کا معنوی مادر علمی ہونے کا شرف حاصل ہے، بلکہ اس درس کے تواتر تاریخی سے استفادہ کرنے والوں میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ، ان کے شیخ و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ، مشہور محدث شیخ علی متقی برہان پوریؒ (جو پوتے ہیں قاضی یوسف ناصحیؒ کے) شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ، شاہ ولی اللہؒ کے والد ماجد شاہ عبد الرحیم، اور دادا شیخ وجیہ الدین شہیدؒ (جو اپنے شیخ ومرشد شاہ ابوالفتح، خلیفہ وجانشین حضرت نظام نارنولویؒ سے تعلق اور آپ کی ایما پر رہتک سے ہجرت کرکے پھلت آکر رہنے لگے تھے) جیسے علماء کرام اور مقتدایان زمانہ شامل ہیں، اس بستی کو امیر المومنین حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک کا مرکز آغاز ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، اس بستی کے صدیقی شیوخ کے خاندان (جو قاضی یوسف ناصحیؒ کی اولاد ہے، اور جسے شاہ ولی اللہؒ کے ننہیالی خاندان ہونے کا شرف حاصل ہے) سے بدنام کرنے کے لئے اس حقیر کا نسبی تعلق ہے۔

والد ماجد جناب حاجی محمد امین صاحبؒ تھے، جو ابتدا میں حضرت شیخ بہاء الدین چنڈیرویؒ سے بچپن میں دادا کے ساتھ جاکر بیعت ہوگئے تھے جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے سلسلہ کے بزرگوں میں سے تھے، اور بعد میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ سے بیعت ہوئے، حضرت تھانویؒ سے فکری مناسبت رکھتے تھے، حضرت مولانا اسعد اللہؒ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ سے بہت

بے تکلفی کا تعلق تھا، علاقہ کے مشہور زمین داروں میں ان کا شمار تھا، بہت سادہ زندگی گذارتے تھے، مگر سوچ اور فکر بہت اعلیٰ تھی، کھیتی بھی بہت ہی معیاری کرتے تھے، مغربی یوپی میں سب سے پہلے انگلینڈ سے دو ٹریکٹر ہمارے والد صاحب نے ہی منگوائے تھے، جن کے ساتھ کئی ماہ تک دو انگریز انجینئر رہنمائی کے لئے ہمارے یہاں رہے تھے، لوگ ان کو میاں جی کہتے تھے، غیر مسلم لوگ ان کی سخاوت اور ہر ایک کے ساتھ ہمدردی کی وجہ سے نہ جانے کیا کیا القاب بولتے تھے، معمولات اور اصول کے حد درجہ پابند، زندگی کے آخری ساٹھ سالوں میں شاید تہجد اور معمولات کی کبھی ناغہ نہ ہوئی ہو، انسانوں کے کام آتے، عفو و درگذر اور زندگی کی سادگی کی نہ جانے کتنی حکایات عوام و خواص میں والد صاحبؒ کی مشہور تھیں، معاملات کی صفائی کی وجہ سے بڑے بڑے لوگوں میں بڑی ساکھ تھی، ہمارے دادا حاجی ظہور اللہ صاحب حضرت گنگوہیؒ کے مسترشدین میں بہت زاہدانہ مزاج رکھنے والے صوفی تھے۔

اس حقیر کی والدہ ماجدہ محترمہ زبیدہ خاتون، سادات بارہہ میں سے نصیر پور رتھیڑی ضلع مظفر نگر سے تعلق رکھتی تھیں، وہ والد صاحب کی تیسری اہلیہ تھیں، والد صاحب نے پہلی شادی اپنی بیوہ ممانی سے کی تھی جو عمر میں والد سے بہت بڑی تھیں، ان کے انتقال کے بعد ایک شادی پھلت میں ہوئی، ان کا بھی جلد انتقال ہو گیا، تیسری شادی ہماری والدہ سے ہوئی، جو عمر میں والد صاحب سے کم تھیں، والدہ حد درجہ عالی اخلاق اور غریب پرور مزاج رکھتی تھیں، زندگی بھر:

صِلْ مَنْ قَطَعَکَ، وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَکَ، وَآتِ عَنْ مَّنْ حَرَمَکَ، وَاَحْسِنْ عَمَّنْ اَسَاءَ اِلَیْکَ (حدیث نبوی)

قطع رحمی کرنے والے کے ساتھ تعلق جوڑو، ظالم کو معاف کردو، جو تم کو محروم کرے اسے

عطا کرو، اور بدسلوکی کرنے والے کے ساتھ احسان کا سلوک کرو، کا بالکل مظہر ان کی زندگی تھی، والدہ ماجدہ اکثر اس حقیر کا شفقت کے ساتھ بھائی بہنوں اور گھر والوں کے سامنے ذکر کرتیں تو بڑا اچھا لگتا، میرے کلیم نے بچپن میں مجھے بالکل پریشان نہیں کیا، یہ بھی اس حقیر پر اللہ کی بڑی نعمت تھی۔ مجھ سے دو بڑے بھائی، تین بہنیں، اور ایک بھائی اور دو بہنیں چھوٹی ہیں۔

ابتدائی تعلیم اسی تاریخی مدرسہ میں ہوئی جس پر پھلت کی اساس رکھی گئی، جس کا نام قطب عالم حضرت گنگوہیؒ نے اپنے ایک مسترشد حضرت مولانا فیض احمد پھلتیؒ کے نام پر فیض الاسلام رکھ دیا تھا اور اب جامعہ امام ولی اللہ کے نام سے موسوم ہے، گاندھی جی ۱۹۲۹ء میں یہاں آئے، تو معائنہ میں بڑے اچھے کلمات لکھے، پہلی کلاس میں داخلے کیلئے بھائی صاحب لے کر گئے تو عمر چار سال سے کم تھی، قانون آیا تھا کہ پانچ سال سے کم پہلی کلاس میں داخلہ نہ ہو، تو بھائی صاحب نے ایک سال عمر زیادہ لکھوا کر داخلہ کروایا، قاعدہ اور عم کا پارہ ایک ماہ میں پڑھا، اور پھر قرآن مجید پڑھنے کا شوق ہوا، چار روز میں پورا ناظرہ کلام مجید پڑھا اور پانچویں روز استاذ کو جگہ جگہ سے سنایا اور بتاشے خوشی میں تقسیم ہوئے، پانچویں کلاس میں حفظ شروع کیا، سات پارے حفظ کئے تھے کہ چھٹی کلاس میں کھتولی داخلہ لیا، پکیٹ انٹر کالج میں سائنس سے بارہویں کلاس پاس کی، چھٹی کلاس میں تھا کہ ایک عرب جماعت پھلت آئی، اس کے ساتھ امیر صاحب کی اجازت سے جو افریقہ کے گجراتی تھے تین دن لگائے، اور پھر تبلیغی جماعت سے فطری مناسبت کی وجہ سے اس میں شامل ہو گیا۔

ہماری والدہ کے شیخ و مرشد اور ہمارے والد صاحب کے دینی مشیر اور دوست، حضرت مولانا علاؤ الدین صاحبؒ ایک بزرگ پھلت میں تھے جنھوں نے

میرا اور ہمارے سبھی بھائی بہنوں کا نام رکھا، حضرت مولانا الیاسؒ نے جب تبلیغ کا سلسلہ شروع کرنے کا ارادہ فرمایا تو تین بار ان سے مشورہ کے لئے پھلت تشریف لائے، حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے یہاں بھی حضرت مولانا علاؤ الدینؒ کی بڑی قدر ومنزلت تھی، جن کو علاقہ کے لوگ بڑے مولوی صاحب کہتے تھے، ان کے اکرام میں تبلیغ کے ابتدائی ضابطوں کی وجہ سے جماعت والے پھلت آ کر تشکیل نہیں کرتے تھے، جس کی وجہ سے پھلت والوں کو یہ غلط فہمی ہوگئی تھی کہ پھلت والوں کو جماعت میں جانے کی ضرورت نہیں جس کی وجہ سے یہاں جماعت کا کام بالکل نہ کے برابر تھا، اس حقیر کو بہت تکلیف تھی، اس حقیر نے بچوں کی ایک جماعت بنائی، اور کام شروع کیا، کبھی ایک دو بوڑھے بھی ہم پر ترس کھا کر گشت وغیرہ کرا دیتے تھے، جماعت کے کام سے دلچسپی کی وجہ سے اس حقیر کی حاضری اسکول میں متاثر ہوتی تھی، جس کی وجہ سے اساتذہ کو شروع میں بدگمانی رہی، مگر الحمد للہ امتحانات کے نمبرات دیکھ کر سارے اساتذہ حد درجہ اعتماد کرنے لگے۔ انٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد میرٹھ کالج سے بی ایس سی کیا، اور پی ایم ٹی (ایم بی بی ایس کے داخلہ کا جو امتحان اس وقت پورے ملک کا ہوتا تھا) اس میں بیٹھا، اور الحمد للہ اس میں پورے ملک میں میرا ستاون واں نمبر آیا، بہت سے میڈیکل کالجوں نے مجھے مبارک باد کے خطوط لکھے اور اپنے یہاں داخلہ کی پیش کش کی، مگر میرے اللہ کو اپنے بندے پر ترس آرہا تھا، اللہ کے نیک بندوں کی زیارت، اور نیک بندوں سے خاندانی تعلق، خصوصاً والدین کی نیکی کام آئی، اس گندے اور گنوار کو میرے کریم اللہ نے شیخ العرب والعجم سیدی وسندی حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی قدس اللہ سرہ ونور اللہ مرقدہ کے قدموں میں پہنچا دیا، اس حقیر نے حضرت والا سے تعلق کی برکت سے ندوہ کے خصوصی درجات میں داخلہ بھی لے لیا، ایم بی بی ایس کا ارادہ ترک کر دیا، شروع میں گھر

والوں کو بتایا بھی نہیں کہ میں نے پی ایم ٹی کو الیفائی کرلیا ہے، بعد میں بھائیوں کو معلوم ہوا تو ناراض بھی ہوئے کہ ہمیں ایسا دنیا دار سمجھا، ہم تو خود بھی خوش ہوتے کہ دین کا انتخاب کیا، میرے حضرت والا نے حضرت مولانا عارف سنبھلیؒ، حضرت مولانا شہباز اصلاحی کو اس حقیر کے لئے خصوصی طور پر نظر عنایت رکھنے کا حکم فرمایا جو ندوۃ العلماء کی مسجد میں اس حقیر کو خاص وقت دیتے تھے، ندوہ میں رہ کر اس حقیر نے بس ندوہ کی روٹیاں کھائیں اور مظفر نگر کا ایک دیہاتی گنوار کر بھی کیا سکتا تھا، بہر حال کچھ حالات رہے، حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ نے ہریانہ کے ارتداد سے متاثرہ علاقہ میں کام کے لئے بھیج دیا اور یہ حقیر ندوہ میں رہ کر نصاب کی تکمیل سے محروم واپس لوٹا، لوگ مولانا کہنے لگے، شروع میں لوگوں کو منع کرتا رہا مگر بعد میں بے حس ہو کر عادت ہوگئی۔

سوال: آپ ایک بار حضرت مولانا کے مولوی کہنے کا واقعہ بیان فرما رہے تھے وہ کیا تھا؟

جواب: پھلت میں تھا تو محلّہ کے لوگ خصوصاً کھیتی کرنے والے ملازم سب بھائی صاحب کہتے تھے، ندوہ میں داخلہ سے پہلے ایک بار تکیہ شاہ علم اللہؒ پہ حضرت والا کی خدمت میں تھا، مسجد سے بنگلہ آیا، حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ تشریف فرما تھے، فرمایا آیئے مولوی کلیم صدیقی صاحب، واپس پھلت آیا جو ملتا وہی کہتا، مولانا صاحب، مولوی صاحب، شروع شروع میں بہت شرمندگی ہوئی منع کرتا رہا مگر کب تک، آخر ہار مان لی، میرے حضرت والا کی زبان مبارک سے نکلا ہوا لفظ اللہ نے سب کی زبانوں پر جاری کردیا۔

سوال: آپ کی شادی کا واقعہ بھی قابل ذکر ہے، کس طرح ہوئی تھی؟

جواب: ۱۹۸۰ء میں حضرت والا کی عنایت سے شاہی دعوت کے ساتھ اس حقیر کو حرمین شریفین حج بیت اللہ کے لئے حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، ۱۳؍ روز میں واپسی ہوگئی، شاہ خالد سعودی عرب کے فرمانروا تھے، انھوں نے بڑا اکرام فرمایا، اس حقیر نے

شکریہ کا خط لکھا، جلدی واپسی پر اظہار افسوس بھی کیا، اس پر انھوں نے اس حقیر کے مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ کا نظم کر دیا، بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ وہاں کے شاہی خاندان میں شادی کی بھی کسی نے خواہش کی، اس دوران میوات کی ایک جماعت جو اپنے امیر کے علیل ہو جانے کی وجہ سے پریشان تھی اس کو لے جا کر چلہ پورا کروانے کے لئے یہ حقیر جھنجھانہ گیا، اور وہاں بس شادی کا پروگرام بن گیا، ایک دین دار خاندان کے مسائل کا ایک عزیزہ نے ذکر کیا، اس حقیر نے کسی کے کام آنے کی نیت سے ارادہ کر لیا، اور الحمد للہ نہایت سادگی سے شادی ہو گئی، محض اللہ کے لئے کسی کام کا اس عاجز بندہ نے ارادہ کیا کریم آقا نے اس لائن کی ہر نعمت سے نوازا، الحمد للہ ایک پاکیزہ صفت مثالی حافظہ، ماہر قاریہ، اور حفظ کی مثالی استاد کو گھر کے کونے کونے اور خاندان کے بچے بچے تک قرآن کے شوق و برکات پیدا ہونے کا اللہ نے ذریعہ بنایا، جو دینی اور دعوتی کاموں میں اللہ کا اس حقیر پر کتنا بڑا احسان ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ.

سوال: آپ نے ایک دو بار حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے تعلق اور ان کی خدمت میں حاضری کا ذکر فرمایا ہے، کچھ اس کی تفصیل بھی ارشاد ہو؟

جواب: بچپن سے خط و کتابت کا بہت شوق تھا، بلکہ اگر میں کہوں کہ اللہ تعالی نے ساری دنیا کی چیزوں میں لگا کر اور ان سے نکال کر اپنے نیک بندوں کے قدموں میں لا ڈالا تو یہ بالکل سچ ہے، شروع میں مشاعروں کو سننے کا شوق تھا، آواز بہت اچھی تھی، پچاس سے زیادہ شعراء کے کلام ان کی آواز اور لہجہ میں پڑھ لیتا تھا، گھر میں کوئی خاص مہمان آتا، رات کو مجھے اٹھایا جاتا کہ مشاعرہ ہوگا اور میں انور جلال پوری، کنور مہندر سنگھ بیدی وغیرہ کے انداز میں مشاعرہ کی نظامت کرتا اور پھر شعراء کا کلام سناتا، بعد میں شاعری بھی کرنا شروع کر دی، اور افسانے لکھنے شروع کئے، خاتون مشرق، بیسویں صدی

میں میرے بہت سے افسانے شائع ہوئے، ڈرامے بھی لکھے، آل انڈیا ریڈیو سے بعض ڈرامے ریلے ہوئے، گانے بھی گائے، بعض میوزک بھی سرسری کوشش سے آگئے، ہاتھ سے فوٹو بنانے بھی ذراسی کوشش سے آگئے، کئی مقابلوں میں صوبائی انعام بھی ملے، اور علامہ شمس نوید عثمانیؒ کی کتاب ''کیا ہم مسلمان ہیں؟'' نے بہت متأثر کیا، تو تاریخی واقعات کو افسانوی انداز میں لکھنا شروع کیا، جو خصوصیت سے رام پور کے ''نور'' ''بتول'' اور ''ذکریٰ'' رسالوں میں شائع ہوئے، نور میں اس زمانہ میں میرا ایک انٹرویو بھی شائع ہوا تھا بحیثیت قلم کار۔

بزرگوں سے تعلق کا شوق تھا، ایک خط میں نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو لکھا، تعارف میں لکھا کہ میری عمر سترہ سال ہے، وغیرہ وغیرہ۔ حضرت شیخ الحدیثؒ مدینہ منورہ تشریف لے جارہے تھے، کسی خادم کو رسید جوابی لکھنے کی ذمہ داری سونپی، تو انھوں نے عمر کا خیال کر کے جوابی خط میں پسند کے مطابق شادی کرنے کا ایک تعویذ بھیج دیا، اس عمر میں بھائی بہنوں میں خط وغیرہ محفوظ کہاں ہوتے؟ میری چھوٹی بہن زینب نے وہ خط کھولا، بس وہ تو مجھے چمٹ گئی، بھائی میاں آپ کس سے شادی کرنا چاہتے ہے؟ آپ کو تعویذ کی کیا ضرورت ہے، آپ مجھے بتایئے میں امی سے کہوں گی، مجھے حد درجہ شرمندگی ہوئی، اب صفائی بھی کیسے پیش کرتا، بہت ہی دل ٹوٹا، اور کافی عرصہ تک میں دوبارہ خط لکھنے کی ہمت نہ کر سکا۔

اس کے بعد جب میں میرٹھ کالج سے گریجویشن کر رہا تھا، حضرت شیخ مدینہ منورہ سے سہارن پور تشریف لائے، ہمارے بڑے بہنوئی سید محمد سردار صاحب مرحوم جو بڑے رحم دل اور متواضع آدمی تھے، انھوں نے کہا: کلیم! حضرت شیخ سہارن پور آئے ہوئے ہیں، چلو ملنے چلتے ہیں، میں نے کہا بہت اچھا، میں نے ایک نیا جوڑا بیل باٹم اور

نئے فیشن کی شرٹ بنوائی تھی، وہ نئے کپڑے پہنے، اور بھائی صاحب کے ساتھ عصر سے پہلے ہم لوگ سہارن پور پہنچے نماز عصر کے بعد مظاہر علوم کی مسجد قدیم میں عصر کی نماز پڑھی، عصر کے بعد فوراً مجلس ہوئی، سب لوگوں نے جگہ لے لی، اور ہمیں باہر جوتوں کے پاس کھڑے ہونے کی جگہ ملی، کوئی کتاب پڑھی جارہی تھی، کتاب کے بعد صحن میں ایک صاحب نے اعلان کیا، کہ جانے والے اس وقت مصافحہ ملالیں اور آنے والے صبح مصافحہ ملائیں گے، بھائی صاحب مرحوم پر حد درجہ تواضع کا غلبہ تھا، وہ بولے میں گناہگار کہاں ایسے بزرگ سے مصافحہ ملانے کے لائق ہوں بس میں تو یہیں سے زیارت کرلوں گا، تم جاؤ مصافحہ ملالو، میں نے بھائی صاحب سے کہا کہ میں جانے والوں میں بھی مصافحہ ملاؤں گا اور آنے والوں میں بھی، لائن لگ گئی، جب میرا نمبر حضرت شیخ سے مصافحہ ملانے کا آیا تو حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا اور بہت محبت سے دبایا اور ذرا ہنس کر کڑک آواز میں فرمایا، آ پیارے آج تجھ سے میں مصافحہ ملانے بیٹھا ہوں تو آنے والوں میں بھی ملالے اور جانے والوں میں بھی ملالے، بس آج پیٹ بھر کے مصافحہ ملالے، یہ فرماتے رہے اور مسکراتے رہے، دیر تک میرا ہاتھ دباتے رہے، لائن تقریباً پانچ منٹ یا اس سے بھی زیادہ رکی رہی، مولانا نصیر صاحبؒ جن کو بعد میں میں نے جانا وہ میرا ہاتھ چھڑوانے کے لئے سفارش سی فرماتے رہے، مجھے ان کی سفارش اچھی نہیں لگ رہی تھی، کہ جتنی دیر مصافحہ ملتا رہے اچھا ہے۔

سوال: حضرت شیخؒ کا آپ سے یہ کہنا کہ آنے والوں میں بھی اور جانے والوں میں بھی مصافحہ ملاؤں گا، کیا انھوں نے سن لیا تھا؟

جواب: اس وقت تو مجھے ایسا لگا تھا کہ سن لیا، مگر اب سوچتا ہوں کہ اتنی دور سے سننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حضرت کو کشف وغیرہ ہوا ہوگا۔

سوال: اس کے بعد کیا ہوا؟

جواب: کچھ دیر کے بعد حضرت نے ہاتھ چھوڑ دیا، اس مصافحہ کی لذت آج تک محسوس کرتا ہوں، عشاء کی نماز کے کچھ دیر بعد بھائی صاحب مرحوم فرمانے لگے، اس وقت کھتولی کے لئے ٹرین ہے، حضرت کی زیارت بھی ہوگئی اور ہمارا مصافحہ بھی، اس لئے چلیں بس ابھی چلتے ہیں، صبح کی ٹرین میں بہت بھیڑ ہوتی ہے، اور ہم چلے آئے، اس کے بعد ایک دو خط میں نے لکھے، جن کا جواب آیا، اس دوران میرٹھ کے ایک قاری صاحب جو پھلت کے رہنے والے تھے، اپنے مقتدیوں اور میرٹھ کے معزز لوگوں کے ساتھ ایک بس میں سہارن پور پہنچے، پھلت سے حضرت کو والہانہ تعلق تھا، پھلت والوں کو فوراً ملاقات کے لئے بلا لیتے، اس لئے فوراً بلا لیا، حضرت شیخ نے ان سے فرمایا، کہ پھلت میں تو ہمارا ایک دوست رہتا ہے، انھوں نے معلوم کیا حضرت میں تو ایک زمانے سے میرٹھ میں رہتا ہوں، پھلت میں کون ہے؟ حضرت نے فرمایا کلیم!! وہ میرٹھ واپس آگئے، تو بڑے بھائی محمد علیم صدیقی ایڈوکیٹ جو اس وقت وکالت کرتے تھے، ان سے معلوم کیا، کہ پھلت میں کلیم صاحب کون صاحب ہیں، حضرت شیخ ان کا ذکر کر رہے تھے، بھائی صاحب نے بتایا کہ پھلت میں تو کلیم میرا چھوٹا بھائی ہے جو میرٹھ پڑھنے آتا تھا، انھوں نے کہا وہ لڑکا نہیں کوئی بزرگ آدمی حضرت فرما رہے تھے کہ پھلت میں ہمارا ایک دوست رہتا ہے، حضرت شیخ کے اس مشفقانہ مصافحہ کو یہ حقیر اپنی زندگی کے موڑ کا باعث سمجھتا ہے، ہمارے یہاں پھلت میں ایک صاحب حافظ عبد اللطیف قاسم پوری مدرسہ میں پڑھاتے تھے، وہ حضرت شیخ سے بہت نوعمری کے زمانے میں بیعت ہوئے تھے، جب حضرت کے یہاں بھیڑ وغیرہ نہیں ہوتی تھی، انھوں نے مدینہ منورہ حضرت شیخ کو خط لکھا، تو جواب میں حضرت شیخ نے ان کو لکھا کہ پھلت میں ہمارا ایک دوست رہتا

ہے اس کے پاس ملنے جایا کرو، انھوں نے جواب لکھا پھلت میں تو کلیم نام کا ایک لڑکا رہتا ہے جو کالج میں پڑھتا ہے، حضرت نے پھر اس حقیر سے تعلق کا حکم فرمایا، اس حقیر کو حیرت ہے کہ اس زمانہ میں حقہ اور بیڑی کی بو سے اس حقیر کو حد درجہ تنگی آتی تھی، حافظ صاحب نے مجھے خط دکھایا، حضرت نے لکھا تھا کہ اس کو حقہ اور بیڑی کی بو سے بہت تکلیف ہوتی ہے اس کا خیال رکھنا، حافظ صاحب بیڑی اور حقہ کا بہت شوق رکھتے تھے۔

بعد میں شیخ سے تعلق بڑھتا گیا، اس کے بعد مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مدرسہ مظاہر علوم کی خدمت میں جاتا رہا، اور خط و کتابت بھی ہونے لگی، حضرت شیخ الحدیثؒ کے یہاں حاضری ہوتی تو شروع میں حضرت لوگوں سے تعارف کراتے، یہ حقیر نفسیاتی طور پر کم زور ایک طرح سے احساس کمتری کا شکار رہا ہے، حضرت کے اس طرح نوازنے سے بہت ہی بوجھ سا پڑھتا تھا، حضرت سے میں نے عرض بھی کیا کہ حضرت حاضری کو دل چاہتا ہے مگر لوگ انگلیاں سی اٹھاتے ہیں تو شرمندگی ہوتی ہے۔ اگر زیارت اور لائن میں لگ کر مصافحہ ملانے پر اکتفا ہو جائے تو بار بار حاضری کی ہمت ہو سکتی ہے، حضرت نے منظور فرما لیا، مگر ایک بار فرمایا: کہ پیارے کام آتا، یہ تعارف کام آتا۔

سوال: حضرت مولانا سے بیعت کا تعلق کس طرح ہوا؟

جواب: یہ حقیر حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کی کتابیں پڑھتا تھا، ہمارے چھوٹے بہنوئی سید سعید اختر صاحب نے ایک صاحب سے ایک گھریلو لائبریری خریدی تھی، اس میں حضرت مولانا کی کتابیں ملیں، تاریخ دعوت و عزیمت، سیرت سید احمد شہید، تقویت الایمان، تذکرہ شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی وغیرہ...مگر بحیثیت بزرگ ہمارے علاقہ میں حضرت مولانا کا تعارف نہیں تھا، پھلت حضرت سید احمد شہیدؒ کے واقعات تو گھروں

میں بوڑھی عورتیں بچوں کو بطور تبرک سناتی تھیں، ایک روز ایک واقعہ سے دل بہت شکستہ تھا، ''نقوش اقبال'' زیر مطالعہ تھی، ''اقبال دربدولت پر'' عنوان کے تحت اقبال کی روضہ اطہر پر دردمندانہ گذارشات اور حضرت مولانا کی دل کی زبان سے اس حقیر کا عجیب حال ہوگیا، اور ایسا لگا یہ حقیر بھی سب کے ساتھ حاضر ہے، اس زمانہ میں حضور ﷺ کی زیارت کا شوق حد درجہ غالب تھا، نہ جانے کتنے نسخے اس کے لئے استعمال کئے، پیاس بڑھتی گئی، میرے کریم اللہ کو پیار آیا، اتنے بزرگوں سے تعارف اور قریبی تعلق کے باوجود میرے اللہ نے اس حقیر کو حضرت مولانا کے قدموں میں لے جاڈالا۔

سوال: یہ بات بڑی حیرت کی ہے کہ یہاں ایسی ایسی بڑی شخصیات علاقہ میں موجود تھیں، سب سے تعلق وتعارف بھی تھا، اور حضرت مولانا کا تعارف بھی نہیں تھا، پھر آپ وہاں کیسے پہنچے؟

جواب: اصل میں ایک خواب میں حضرت مولانا علی میاںؒ کا شہد چاٹنے کا حکم ہمارے نبی ﷺ کی طرف سے ملا، میں حضرت مولانا کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے نام سے جانتا تھا، مولانا علی میاں کون ہیں، اس کے لئے ہفتوں تڑپتا رہا، بعد میں نعیم بھائی نے بتایا کہ وہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی جن کی کتابیں ہیں مولانا علی میاں ہیں، تو حضرت مولانا کو عریضہ لکھا، حضرت نے بڑی شفقت سے جواب تحریر فرمایا، جواب میں یہ شعر بھی لکھا:

بہر تسکیں دل نے رکھ لی ہے غنیمت جان کر
جو بوقت ناز کچھ جنبش ترے ابرو میں تھی

اور کرایہ کے لئے منی آرڈر بھیجا، الحمدللہ تکیہ میں حاضری اس وقت ہوئی جس روز اندرا گاندھی حضرت سے ملنے کے لئے تکیہ آئی تھیں، بنگلہ کے باہر گاڑیاں ہی گاڑیاں کھڑی

ہوئی تھیں، حضرت نے تعارف کے بعد گلے لگایا، اور پھر زندگی بھر اس گنوار کو قدموں سے چمٹا لیا، میں سوچتا ہوں سارے بزرگوں کی عقیدت دل میں ہے، حضرت مفتی محمود صاحبؒ، حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ، حضرت قاری صدیق احمد صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالحلیم جون پوریؒ، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا افتخارالحسن کاندھلوی مدظلہ العالی، حضرت مولانا مکرم حسین سنسارپوری مدظلہ العالی وغیرہ سبھی بزرگوں سے عقیدت کا، خاص حد تک حاضری، مکاتبت کا تعلق رہا، مگر میرے اللہ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ اپنی طرف سے اتری ہوئی بندوں کی ہدایت کو اس سیاہ کار کے حصہ میں کچھ دینا تھا، اس لئے حضرت مولانا کے قدموں سے وابستہ فرمادیا، کیسی مبارک گھڑی تھی، جب میرے اللہ نے ایک نااہل بندے پر کرم فرمایا۔

سوال: حضرت مولانا سے آپ بیعت کس سن میں ہوئے اور اجازت کب عطا فرمائی؟ اور حضرت شیخ سے بھی بیعت کے لئے آپ نے درخواست کی تھی، حضرت نے اجازت دی، اس کا واقعہ کیا ہے؟

جواب: اصل میں اجازت بزرگوں کی طرف سے تین طرح کی ہوتی ہے، ایک تو کسی پر اعتماد کرکے، اس کو اہل سمجھ کر بندگانِ خدا کی اصلاح وتربیت کے لئے اجازت ہوتی ہے، یہ اجازت اصل ہے، یہ تو بہت خاص اور اہل لوگوں کو ملتی ہے، دوسری کسی خاص علاقہ کی پس ماندگی دیکھ کر اس علاقہ میں کام کرنے کے لئے، نسبتاً دین سے جڑے کسی آدمی کو شیخ اجازت دے کر دعوت واصلاح کے لئے لگا دیتے ہیں، اور تیسری اجازت ہوتی ہے ہم جیسے لوگوں کی، کہ اجازت کے نام پر گناہوں سے بچا رہے گا، چلو اپنے کو مجاز وخلیفہ سمجھ کر ہی برائی سے بچ جائے گا، آپ نے سنا ہوگا حضرت گنگوہیؒ نے ایک بنگالی کو حدیث کی سند دی، سند عربی میں لکھ کر دی، اس میں اس کے نام کے ساتھ بنگالی کو عربی

میں بنجالی لکھا، بنجالی بنگالی میں کوئی گالی ہوتی ہے، اس کے ساتھی نے طالب علمانہ شرارت میں اسے بتایا کہ حضرت نے تجھے گالی لکھی ہے، وہ طالب علم حضرت پر بہت ناراض ہوا، آپ نے ہمیں گالی لکھ دی، حضرت نے اسے سمجھایا کہ عربی میں بنگالی لکھا ہے، وہ چلا گیا تو حضرت مولانا یحییٰؒ نے عرض کیا کہ ایسے بے وقوف کو محدث ہونے کی سند آپ نے عنایت فرمادی، حضرت نے فرمایا یہ خود کو مولوی سمجھ کر مسجد میں پڑا رہے گا، ورنہ چور ڈاکو بن کر دین والوں کو بدنام کرتا، بس میرے حضرت نے بھی شاید اسی لئے حکم فرمادیا تھا، کہ کچھ تو اس نسبت کی لاج رکھے گا۔

سوال: پھر بھی، آپ نے شیخ الحدیثؒ سے بھی بیعت کی درخواست کی تھی؟

جواب: بات اصل میں یہ ہے کہ وہ خواب دیکھ کر میں بہت بے چین تھا، میں جلال آباد حضرت کے یہاں مجلس میں جایا کرتا تھا میں نے جا کر پہلے حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ سے بیعت کی درخواست کی تھی، حضرت نے فرمایا، کہ بیعت آپ حضرت مولا t علی میاں سے ہونا، جلال آباد سے خیال ہوا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ مدینہ منورہ جانے والے ہیں، چلو سہارن پور حضرت کی خدمت میں چلیں، جس وقت ہم پہنچے ملاقاتیں بند ہو چکی تھیں، خدام نے ملاقات سے منع کر دیا، اس حقیر نے کم ظرفی میں اپنا حق جتایا کہ حضرت سے کہہ تو دو کہ پھلت سے کلیم آیا ہے، حضرت شیخ نے گھر میں بلایا، بڑی شفقت سے چھیل کر کیلا اپنے دست مبارک سے مجھے دیا، میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے بیعت کر لیجئے، حضرت نے فرمایا پیارے بیعت تو تم مولانا علی میاں سے ہونا اور اجازت میں دیتا ہوں، حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ حضرت کے پاس تشریف رکھتے تھے، حضرت نے فرمایا دیکھو ثانی کوئی بیعت ہونا چاہے تو کلیم سے بیعت ہو جائے، یہ حقیر پہلے ہی احساس کم تری میں تھا، خیال ہوا کہ بیعت کو کہنے کا کوئی ادب ہوگا، کوئی خاص طریقہ ہو

گا، میرے گنوار پن پر حضرت میرا مذاق اڑا رہے ہیں، میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، حضرت جب ہمیں آداب آتے نہیں تو آپ سے کس طرح کہیں؟ حضرت نے فرمایا نہیں پیارے تمھارے بھلے کے لئے کہہ رہا ہوں، بیعت تم علی میاں سے ہونا، اجازت میں دیتا ہوں۔

سوال: کیا آپ نے انھیں اپنا خواب سنا دیا تھا؟

جواب: نہیں، یہ ہی تو حیرت ہوئی کہ دونوں بزرگوں نے کہاں سے یہ بات کہی کہ بیعت تو تم مولانا علی میاں سے ہونا۔

سوال: اس کے بعد کیا ہوا؟

جواب: یہ ۱۹۷۷ء کی بات ہے، اس کے بعد ماموں سید محمد عارف مجھے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کی خدمت میں لے گئے، حضرت سے بہت ہی مبارک یادگار ملاقات ہوئی، اس ملاقات کی بعض باتوں کی برکات یہ حقیر پوری زندگی میں محسوس کرتا ہے اور حیرت کرتا ہے۔

سوال: اس کے بعد حضرت مولانا کی خدمت میں بیعت وغیرہ کس طرح ہوئے؟

جواب: میں تکیہ حاضر ہوا، حضرت والا نے بہت شفقت سے ملاقات فرمائی، حضرت مولانا محمد ثانی صاحب سے تعارف کرایا یہ ہیں کلیم میاں، جن کا ہم ذکر کر رہے تھے، حضرت مولانا ثانی صاحب نے حضرت سے بتایا کہ ان سے ابھی چند روز پہلے حضرت شیخ کے یہاں ملاقات ہو چکی ہے، اور مجھ سے فرمایا کہ آپ ہی تھے وہ جن کو کچے گھر میں حضرت نے بلایا تھا، میں نے سر ہلایا، حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی، حضرت نے تکیہ کی مسجد میں بیعت فرمالیا، عصر کے بعد مجلس میں بڑی امید افزا باتیں فرمائیں، اور فرمایا کہ اللہ کے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں، بس اللہ نے نبوت کا دروازہ بھی حکمتاً بند کیا

ہے، ورنہ قطبیت، ولایت، معرفت اور محبوبیت کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا، بس بندہ اس کے لئے کوشش کرے اور اللہ کے حضور مجسم سوال بنا رہے، اور یہ آیت شریفہ پڑھی:

وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا .اور اس کا ترجمہ حضرت نے فرمایا، کہ آپ کے رب کی عطا میں کوئی راشننگ نہیں ہے، اس کے بعد ندوہ میں داخلہ ہوگیا، گنوار دیہاتی تھا کچھ کتابیں پڑھنے کا شوق تھا، خصوصاً اکابرین دیوبند اور خانوادہ ولی اللّٰہی کے حالات خوب پڑھے تھے یادداشت اچھی تھی، حضرت والا کچھ فرماتے تھے، ہر بات میں میں بولتا تھا، لوگ دیکھتے کہ کون بدتمیز لڑکا ہے کہ ہر بات میں لقمہ دیتا ہے مگر اپنے حضرت والا کی شفقت کے قربان کبھی نہ خاموش کرتے، نہ ٹوکتے بلکہ حوصلہ افزائی فرماتے، بعض جملے جو اپنے تجاہل میں اپنے کو جاننے والا سمجھ کر اس حقیر نے حضرت کے سامنے کہے تو یاد کر کے کہیں منھ چھپانے کو دل چاہتا ہے، بعد میں حضرت والا کے قدموں میں رہ کر حضرت والا کا کچھ تعارف سا ہوا، تو یہ حال ہوگیا کہ ہفتوں ہفتوں حاضری رہتی مگر دو سلاموں کے علاوہ جو حاضری اور رخصتی کے وقت ہوتے کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

سوال: حضرت نے آپ کو اجازت کب دی؟

جواب: بار بار اجازت کا ذکر ہی شرمندگی کا باعث ہے، اصل میں مارچ کی ۲۷؍ تاریخ میں حضرت سے بیعت ہوا اور اسی سال ۱۲؍ اگست کو حضرت والا نے مسجد میں نماز فجر سے پہلے طلب فرمایا اور فرمایا کہ اللہ کے بھروسہ پر تم سے ایک بات کہتے ہیں، کوئی اللہ کا بندہ تم سے ہمارے سلسلہ میں بیعت کے لئے کہے تو بیعت کرلیا کرو، ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں۔

یہ حقیر بڑے ارمانوں سے بیعت ہوا تھا خیال تھا کہ اس طرح نیک ہو جائے گا، صحابہ کی سی نمازیں جس طرح سید احمد شہیدؒ سے تعلق کے بعد لوگوں کو نصیب ہوئی تھیں ہمیں بھی پڑھنا آجائے گی، رزائل سے پاک ہو جائیں گے، حضرت کے اس فرمانے

سے بجلی سی گری، اور دل میں خیال آیا، جس طرح کسی لا علاج مریض سے مایوس ہو کر ڈاکٹر یہ کہہ دیتا ہے کہ اب آپ آزاد ہو سب کچھ کھاؤ علاج کی ضرورت نہیں، اس طرح حضرت نے مایوس ہو کر کیس ریفر کر دیا ہے، بہت صدمہ ہوا اور میں حضرت کے قدموں سے چمٹ گیا اور خوب رویا، حضرت ایسے مت فرمایئے، حضرت ایسے مت فرمایئے، یہاں سے مایوس جاؤں گا تو کہاں میری اصلاح ہو سکتی ہے، حضرت والا نے تسلی دی، مگر وہ گھڑیاں مجھ پر بہت سخت گذریں، تین روز تکیہ پر رہا، طرح طرح کے خیال ذہن میں آتے رہے، حضرت والا کو احساس ہو گیا، حضرت نے فرمایا کہ حضرت مولانا محمد احمد کے پاس جاتے ہو، میں نے کہا حضرت جاتا تو ہوں، حضرت نے فرمایا جانا چاہیئے ہمارے بزرگ ہیں، میں نے اپنے حال کو بے تکلف عرض کرنے کی نیت سے الٰہ آباد کا سفر کیا، کہ حضرت سے حضرت والا کے لئے ایک سفارشی خط لکھوالاؤں گا، حضرت الٰہ آباد میں نہیں تھے، پرتاپ گڑھ میں تھے، پرتاب گڑھ گیا، وہاں سے بھی دو روز پہلے جا چکے تھے، رانی گنج ایک قصبہ ہے، وہاں کی خبر تھی، وہاں سے بھی اپنے اصل وطن ایک روز پہلے پھول پور جا چکے تھے، مغرب کے بعد کا وقت، برسات کا موسم، سواری کا کوئی نظم نہیں ...... مگر قدم یہ خود نہیں اٹھتے اٹھائے جاتے ہیں..... پیدل پگڈنڈیوں سے ہوتا ہوا عشاء کے وقت پھول پور پہنچا، حضرت ضعف اور علالت کی وجہ سے گھر پر نماز پڑھ رہے تھے، مسجد میں موذن سے معلوم کر کے حضرت کے گھر پر پہنچا، حضرت کو جیسے پہلے سے خبر ہو، حضرت اس طرح الٰہ آباد، پرتاپ گڑھ، رانی گنج اور پیدل پھول پور کے سفر سے بہت خوش ہوئے، بعد میں خطوط میں بھی اس کا محبت اور بڑی شفقت سے ذکر فرمایا، اور کس قدر عنایت اور کرم کا معاملہ فرمایا بس بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ تکیہ اور حضرت مولاناؒ کا نام ہی حضرت کے لئے مزے کی چیز تھا، پھر گرمی میں ذرا مشقت کے

سفر نے اور بھی حضرت پر ماماتا غالب کر دی، کھانے اور نماز وغیرہ کے بعد جلدی حضرت نے آرام کا حکم دیا، اور صبح بات کرنے کو کہا۔

سوال: اس سفر میں حضرت نے بھی آپ کو اجازت دی تھی؟

جواب: بس اجازت کیا میں عرض کر رہا ہوں، چھپر کا حضرت کا گھر تھا، اس میں بہت سادہ سا تخت پڑا تھا، میں نے حضرت سے اپنی بیعت کی تفصیل عرض کی، اور بتایا کہ اصلاح کی بڑی امید سے حضرت سے وابستہ ہوا تھا مگر حضرت نے مایوس ہو کر مسجد میں بلا کر یہ بات فرمائی، حضرت مولانا محمد احمدؒ نے فرمایا بزرگوں کے فیصلے تائید غیبی کے ساتھ ہوتے ہیں، پھر فرمایا حضرت علی میاں کو لوگ جانتے نہیں ہیں، کچھ دیر بعد فرمایا اپنے محبوب کو سب چھپاتے ہیں، علی میاں کو ان کے علم کے پردہ میں چھپایا گیا ہے، کچھ توقف کے بعد فرمایا اگر وہ اپنے آپ کو ظاہر کر دیں تو پیروں کو مرید نہ ملیں، اس حقیر نے اپنے حال اور مایوسی کا ذکر کیا تو فرمایا کہ اچھا کتنی گواہی کسی سلسلہ میں معتبر ہوتی ہیں، میں نے عرض کیا عام حالات میں دو، اور بعض حالات میں چار، حضرت نے فرمایا میری رائے معتبر ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت اگر آپ کی رائے معتبر نہیں تو پھر کسی کی گواہی معتبر نہیں، حضرت نے فرمایا میں بھی آپ کو اجازت دیتا ہوں، کوئی اللہ کا بندہ آپ کے یہاں آئے تو ہمارے سلسلہ میں بیعت کر لیا کرو، حضرت سے یہ بات سن کر یہ حقیر حد درجہ مایوس ہوا، پھلت تک نہ جانے کیا خیال آتے رہے، عمر میاں انسان اپنے معیار سے سوچتا ہے، چھوٹا آدمی سوچ بھی چھوٹی ہوتی ہے، بار بار یہ خیال آتا، ہمارے علاقہ میں ہمارے حضرت کا تعارف بھی بہت کم ہے، اگر لوگوں کو معلوم ہوگا کہ کلیم حضرت مولانا کا مجاز ہے، تو لوگوں کے دلوں میں میرے حضرت کی کیسی قدر گھٹے گی، کہ مولانا علی میاں کے خلیفہ ایسے ہوتے ہیں، بہت سوچا تو پھر پروگرام بنایا کہ حاجی عبدالرزاق صاحب اور

شرافت خاں صاحب کے علاوہ تو کسی کو خبر نہیں، ان دونوں کے پاؤں پکڑ کر عہد کرالوں گا کہ کسی کو خبر نہ کریں، کم از کم ہمارے حضرت تو بدنامی سے بچ جائیں گے، اس طرح کے احساسات کے ساتھ پھلت پہنچا، بڑی باجی جنھوں نے مجھے پالا ہے، عشاء کے بعد میرے پاس آئیں اور بولیں، کلیم میں مرید ہونا چاہتی ہوں، میں نے کہا باجی آپ حضرت کی خدمت میں خط لکھ دیں اور خط کے ذریعہ سے بیعت ہو جاتا اور پھر کسی وقت تجدید کر لینا، وہ بولیں نہیں، میں تو تم سے مرید ہوں گی، میں نے حیرت بھی کی اور ان کا مذاق سا بنایا کہ بزرگوں سے مرید ہوتے ہیں، کسی کے سامنے مت کہہ دینا لوگ مذاق اڑائیں گے، کلیم کی بہن کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ مرید کس سے ہوا جاتا ہے، وہ ضد کرنے لگیں، مجھے بہت حیرت بھی ہوئی۔

بہت زیادہ پریشان ہوا تو پوری کیفیت اور سفر کی روداد حضرت والا کو لکھی، حضرت کا جواب آیا، جس میں اس شعر کے ساتھ کہ:

داد او را قابلیت شرط نیست بلکہ شرط قابلیت داد اوست

تحریر فرمایا تھا کہ ہم تو اپنے شیخ کے اتباع میں آنے والے لوگوں کو اس لئے بیعت کر لیتے ہیں کہ شاید اس آنے والے کا دست گرفتہ ہونا ہمارے لئے باعث نجات بن جائے۔ تم بھی اس خیال کے ساتھ بیعت کر لیا کرو، کچھ تو اطمینان ہوا، مگر درمیان میں وساوس آتے رہے، کوئی صاحب مدینہ منورہ جا رہے تھے تو حضرت شیخ الحدیثؒ کو مفصل خط لکھا اور اپنی بدحالی کے لئے دعا کی درخواست کی، تو حضرت نے جواب لکھا کہ یہ ناکارہ تو پہلے ہی تمھیں اجازت دے چکا ہے، شاید تمھیں اپنے حال کی وجہ سے یہ پریشانی ہو رہی ہے، اس کے لئے یہ سمجھنا کافی ہے کہ یہ طب کی سند ہے نہ کہ صحت کی، اپنا بھی علاج کرو دوسروں کا بھی، حضرت کے اس جملہ سے بہت اطمینان ہوا، پھر جب بہت سے منکرات

سے اس اجازت کی لاج سے رکنے کی توفیق ہوئی تو سمجھ میں آیا کہ اس اجازت میں کیا مصلحت تھی، اور یہ اجازت گناہ سے بچانے کے لئے تیسرے درجہ کی اجازت ہی ہوگی۔

سوال: اس کے علاوہ مدینہ اور شام کے دو مشائخ نے جو آپ کو اجازت دی ہے، وہ کون ہیں؟

جواب: بھائی یہ بات ہوئی تھی کہ دعوت کے سلسلہ میں باتیں ہوں گی، یہ اجازت اجازت کب تک رٹ لگاؤ گے۔

سوال: غلط معلومات سے اچھا ہے کہ صحیح معلومات محفوظ ہو جائیں؟

جواب: اچھا تو یہ تم محفوظ بھی کروگے۔

سوال: ابھی اپنے پاس محفوظ رہے گی، کسی وقت کام آجائے گی، وہ دو لوگ کون تھے؟

جواب: ان میں سے ایک شیخ احمد مجتبیٰ علوی مالکی قادری، جو شیخ علوی مالکی کے عزیز تھے، یہ اصل میں شیخ ابوطاہر کردی مدنی کے شاگرد وخلیفہ شیخ محسن مقبل علوی، شریک درس حضرت شاہ ولی اللہؒ کی چھٹی پشت میں سلسلہ قادریہ کے بزرگ تھے، جنھوں نے سلسلہ کی اجازت ایک خاندانی عمامہ جس کے بارے میں بہت سی خبریں مشہور ہیں مجھے عنایت فرمایا تھا، وہ عمامہ شیخ علوی مالکی نے اس کی مشہور برکات کی وجہ سے مجھ سے چند روز کے لئے لیا تھا، میں نے مستقل ان کو ہدیہ کر دیا تھا کہ وہ وہی اس کے زیادہ اہل ہیں۔

دوسرے صاحب حزب البحر شیخ ابوالحسن شاذلی کے سلسلہ کی اجازت شامی بزرگ شیخ صالح حمودی شاذلی نے سلسلہ شاذلیہ میں حرم شریف کے رکن یمانی کے سامنے مطاف میں دی تھی، مگر یہ سب وہی تیسرے نمبر کی اجازت وخلافت تھیں۔

سوال: حضرت مولانا سے آپ نے استفادہ کیا اس کے سلسلہ میں کوئی خاص بات فرمائیں؟

جواب: اس کے لئے محبت اور مناسبت دو چیزیں ضروری ہیں، میرے اللہ نے مجھے دونوں چیزوں سے نوازا، محبت کا تو یہ حال تھا کہ ایک خط میں حضرت کے یہاں لکھ کر رکھ کر آتا، اور پھر آتے ہی خط لکھتا، ۲۳ رسالہ تعلق میں ایک تہائی وقت اس حقیر کا حضرت کی خدمت میں آنے جانے میں ضرور گذرا ہوگا۔ چار سو بتیس خطوط حضرت والا کے الحمدللہ میرے پاس ہیں اس کے باوجود بھی یاد میں بے قرار رہتا تھا، مناسبت کا یہ حال تھا کہ حضرت کی طرف سے عام اصول اصلاح کے خلاف مختلف بزرگوں کے یہاں جانے کا حکم ہوتا تھا، کسی بھی اللہ والے کے یہاں حاضر ہوتا تو اس بزرگ کی عقیدت کم ہونے کے بجائے کچھ نہ کچھ بڑھتی تھی، مگر ساتھ ساتھ زبان حال سے یہ کہتا ہوا لکھتا:

آفاقہا گردیدہ ام، مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

حضرت والا کی صحبت بابرکت سے جو چیز اس حقیر کو ملی وہ اپنی ناکارگی کا احساس، بعض مرتبہ تو حد درجہ یہ احساس مغلوب کر دیتا تھا کہ حضرت والا اکثر خطوط میں تحریر فرماتے ، زبانی بھی فرماتے تمھارے حالات پڑھ کر اپنے حال پر شرمندگی ہوتی ہے، اللہ نے کیسے احوال سے نوازا ہے، مگر اس طرح کے جملوں کو پڑھ کر حد درجہ شرمندگی ہوتی، کہ اس مقام اور منصب پر فائز ہو کر یہ شیخ العرب والعجم اپنے کو کیا سمجھتے ہیں اور ہماری کیا حیثیت ہے، اور شرم سے پانی پانی ہونے کو جی چاہتا، محسنین کے لئے جذبہ احسان مندی سیکھنے کی حسرت بھی دل میں بہت بڑھی۔

سوال: حضرت شیخ نے آپ کو پھلت کے مدرسہ کی خدمت پر بھی لگایا تھا؟

جواب: ہاں اصل میں شیخ الحدیثؒ کو پھلت سے بہت گہرا تعلق تھا، حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی کے صاحب زادے حضرت مولانا احترام الحسن پھلت میں رہتے

تھے، حضرت بہت خوش تھے، مگر بعض عوارض کی وجہ سے وہ یہاں سے چلے گئے، تو یہ شیخ فرمایا کرتے تھے، احترام تو نے اچھا نہیں کیا، پھلت سے مجھے بڑی امیدیں ہیں، اور بعد میں میری حاضری ہونا شروع ہوئی، دارالعلوم دیوبند میں صد سالہ کے بعد انتشار ہوا، میں اپنے حضرت والا سے ملنے مجلس شوریٰ کے موقع پر دیوبند حاضر ہوتا تھا، چونکہ اس حقیر کے ذہن میں تھا کہ علماء تو معصوم ہوتے ہیں، انتشار، ایک دوسرے سے اختلاف اور پھر مخالفت کی بات سامنے آتی تو حد درجہ حیرت اور افسوس ہوتا تھا، ان حالات میں اپنے حضرت والا کو ماہی بے آب کی طرح تڑپتا دیکھتا تھا، میں نے ایک مرتبہ شیخ سے عرض کیا، شیخ نے فرمایا کہ جڑ کو سینچو، میں نے عرض کیا کہ حضرت سمجھ میں نہیں آیا، فرمایا جڑ تو پھلت ہے یہ تو سب شاخیں ہیں، اس طرح کئی بار ہوا، ایک بار حضرت مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھیؒ نے بھی ہدایت فرمائی، اس حقیر نے مدرسہ کے لئے کوشش شروع کی مگر جب دارالعلوم کا انتشار حد درجہ بڑھا تو اس حقیر کو خیال آیا کہ ایسے مخلص اور اولیاء کے قائم کردہ ادارے میں اتنے فتنے ہیں، مجھ جیسا ظاہر و باطن کا کالا کوئی کام کرے گا تو اس میں شر کے علاوہ کچھ ہوگا ہی نہیں، اس لئے شیخ کو مدینہ منورہ فروری میں معذرت کا خط لکھا، شیخ نے فوراً جواب دیا، جس میں یہ بھی لکھا، فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں بندہ تو سعی کر کے اجر کا مستحق ہوتا ہے، عمر کی ان آخری گھڑیوں میں جب بالکل پا بر کاب ہوں اپنے اکابر بزرگوں کی محبت دل میں زیادہ ہی ہوتی جارہی ہے، اور اکابرین پھلت تو گویا اس گروہ کے سرخیل تھے، دلی تمنا ہے کہ قریۃ الصالحین کی علمی مرکز کی حیثیت بحال ہو، اس سلسلہ میں رب کریم سے بڑی امیدیں ہیں..... یہ ناکارہ تو یہاں تک سمجھتا ہے کہ اس مبارک بستی کی اس دینی خدمت میں کوئی غیر مسلم بھی سعی کریگا تو انشاء اللہ محروم نہیں رہے گا......... اس خط کے باوجود احساس کم تری کی وجہ سے یہ حقیر ہمت نہ کر سکا لیکن

جب اسی سال اپریل میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو اس حقیر کو حد درجہ صدمہ تھا، یاد بہت آتی تھی، حضرت کے خطوط تلاش کئے پڑھے، اور خط کو پڑھ کر بلک گیا اور پھر مدرسے کے لئے کوشش شروع کی، ہمارے حضرت بہت خوش ہوئے، اور بہت ہی حوصلہ افزائی فرمائی، اور مدرسہ کا نام بھی بدل کر جامعۃ الامام ولی اللہ رکھا گیا، جس کا ایک شعبہ فیض الاسلام کے نام سے حضرت گنگوہیؒ کے نام رکھنے کی وجہ سے باقی رکھا۔

سوال: دعوت کے سلسلہ میں کام کی شروعات کس طرح ہوئی؟ پہلے ایک زمانہ تک ارتداد زدہ علاقہ میں آپ نے کام کیا پھر کس طرح عام غیر مسلموں میں آپ نے کام شروع کیا؟

جواب: اب تم صحیح موضوع پر آئے ہو، میرے حضرت والا کو کسی طرح خبر ہوئی کہ سونی پت کے قریب تقسیم ملک اور تبادلہ آبادی کے وقت فسادات سے متاثر ہو کر خاصے لوگ مرتد ہو گئے تھے، حضرت والا نے کام کرنے والوں کا تعاون بھی کیا، اور مجھے حکم فرمایا کہ صحیح صورت حال معلوم کرو، سونی پت ہم سے قریب تھا ہم نے کچھ رفقاء کو لے کر سفر کیا، دل و دماغ مندروں اور گردواروں، اور جانوروں کی رہائش گاہوں میں بدلی ہوئی مسجدوں کو دیکھ کر نیم پاگل ہو گیا، حضرت سے صورت حال عرض کی، حضرت نے کام کا حکم فرمایا، دو سال تک ہم لوگ سروے کرتے رہے اور کوشش کرتے رہے، ۹۰ء میں اڈوانی جی کی رتھ یاترا کے دوران ہمارے دو ساتھی ماسٹر ضیاء الدین بجنوری اور حافظ نسیم دیناج پوری کو علاقہ کے ایک بڑے ڈاکوؤں کے سردار نے ایک مسجد میں شہید کر دیا، اور دریا میں ڈال دیا، بعد میں ان چار قاتلوں میں سے تین لوگ گویا خواب میں جناب ضیاء الدین کی دعوت پر مشرف باسلام ہوئے، ان دونوں کی شہادت کے بعد الحمد

للہ ارتداد سے متاثر علاقہ میں فتوحات کے دروازے کھلے، میرے حضرت والا اس علاقہ میں کام کی بڑی حوصلہ افزائی فرماتے، دو مرتبہ فرمایا کہ سونی پت میں جنت اور اللہ کی رضا بڑے سستے داموں مل رہی ہے، بے حد دعائیں فرماتے، اللہ نے ہریانہ پھر پنجاب، راجستھان، متھرا، آگرہ، دہلی اور ہماچل وغیرہ میں کام کی شکلیں بنائیں، اسکول کے نام پر مدارس قائم کرنا، اس علاقہ میں کام کے لئے سب سے مناسب راستہ تھا، اللہ کا شکر ہے کہ بستیاں کی بستیاں تائب ہوکر میرے حضرت والا کی برکت سے واپس اسلام میں آئیں، اصل میں جب شروع میں حضرت نے مجھے حکم دیا تھا تو میں خود حیرت میں تھا، مجھ جیسے گنوار کو ایسا حکم کیوں دے رہے ہیں، مگر حضرت رائے پوریؒ کا ایک ملفوظ سنا تھا کہ ارادت کا مزا فٹ بال بن جانے میں ہے، اس ملفوظ نے رہنمائی کی اور ہمت بندھائی، اور پھر فٹ بال بن جانے کی برکات کھلی آنکھوں دیکھنے کو ملیں۔

سوال: غیر مسلموں میں دعوت کا کام کس طرح شروع کیا؟ اور اس کام میں کس طرح اللہ نے لگایا؟

جواب: اصل میں اس کام میں لگنے کے دو اسباب ہیں، ایک ظاہری سبب اور ایک حقیقی سبب، حقیقی سبب تو یہ ہے کہ میرے حضرت والا کی والدہ ماجدہ حضرت خیر النساء بہتر صاحبہ ایک بڑی مستجاب الدعوات ولیہ خاتون تھیں، انھوں نے میرے حضرت والا کے لئے بہت دعائیں مانگیں، جس میں یہ دعا سب سے زیادہ مانگی کہ علی تمھارے ہاتھوں پر جوق در جوق لوگ اسلام قبول کریں، یہ دعا حضرت کے لئے قبول ہوئی، اور یہ بیک واسطہ اس حقیر کے حصہ میں آئی، میرے حضرت والا نے چھ سات خطوط میں اس حقیر کو لکھا بھی، دو بار زبانی بھی فرمایا، ایک بار بوانہ دہلی میں چار ہزار میراثی مرتد مردوں، عورتوں نے رات کے ایک بجے اجتماعی طور پر ارتداد سے توبہ کرکے تجدید ایمان کی تھی، اور ڈھائی

بجے رات تک نام بدلوانے آئے، یہ حقیر بہت خوش تھا، اس بڑی تعداد میں تجدید ایمان کا یہ پہلا موقع تھا، خواب دیکھا کہ حضرت کی والدہ ماجدہ ایک تخت پر تشریف فرما ہیں، جیسے کوئی ملکہ تاج پہنے ہوئے ہو، اس حقیر نے سر پر ہاتھ رکھنے اور دعا کی درخواست کی، تو کمر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، کیا سمجھتے ہو یہ سب دعوتی فتوحات میری دعا کی قبولیت ہیں، اس حقیر نے خواب حضرت والا کو لکھا، تو حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا، ہماری والدہ ماجدہ ہمارے لئے سب سے زیادہ یہ دعا کرتی تھیں کہ علی میاں تمھارے ہاتھوں پر لوگ جوق در جوق اسلام قبول کریں، یہ دعا الحمدللہ بیک واسطہ تمھارے لئے قبول ہوئی ہے، اس حقیر کا تجربہ ہے کہ کئی حضرات دعوت سیکھنے اور جڑنے کے لئے آئے، کئی لوگ تو سالوں رہے، مگر کوئی آدمی ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام نہیں ہوا، بلکہ بعض لوگوں کے ساتھ تو یہ بھی ہوا کہ لوگ از خود اسلام قبول کرنے آئے، مگر انھوں نے کلمہ نہیں پڑھایا۔ اور حضرت مولانا کے سلسلہ میں شامل ہوئے، تو لوگ مشرف باسلام ہونے لگے، تو اصل وجہ اس کام کی میرے حضرت والا اور حضرت کی والدہ ماجدہ کی دعائیں ہیں، میرے حضرت والا نے بھی اس حقیر کے لئے بہت دعائیں کی ہیں، ایک سال پورے رمضان اجتماعی دعاؤں میں نام لے کر دعائیں کیں، اور حضرت فرماتے تھے کہ بلا ناغہ وظیفہ سمجھ کر نام لے کر تمھارے لئے دعا کرتا ہوں۔

دوسرے کام سے لگنے کا ایک ظاہری سبب بھی ہوا ہے، یوں تو جس لائن میں جانا ہوتا ہے، کچھ نہ کچھ آثار پہلے سے آنے لگتے ہیں، بچپن سے لے کر کئی لوگ، ایک کمھار کا لڑکا، ایک کلاس فیلو ارم اور چند اور لوگ ایسے ہیں اس حقیر کو ذریعہ بنا کر مسلمان ہوئے، مگر اس کام کی طرف توجہ کا ذریعہ اس حقیر کی بچی اسماء ہوئی، اور اس واقعہ کو میرے حضرت والا نے بھی کئی بار تقریروں میں بیان کیا۔

ہوا یہ کہ ۳۰؍اکتوبر ۱۹۹۰ء کو جب ایڈوانی کی رتھ یاترا رام مندر کی تحریک چل رہی تھی چاروں طرف دردناک فسادات ہونے شروع ہو گئے، ستمبر کے مہینہ میں ہمارے یہاں ایک صفائی کرنے والی آتی تھی، بالا اس کا نام ہے، صاف ستھری رہتی ہے، بچے اس سے مانوس رہتے ہیں، میں ایک کمرے میں کسی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا، میری بچی جس کی عمر اس وقت آٹھ سال رہی ہوگی، وہ اس گیلری میں جہاں وہ بارش کی وجہ سے کچرے کا ٹوکرا رکھ کر بارش کے رکنے کا انتظار کر رہی تھی، اس سے رازدارانہ انداز میں بات کرنے لگی، مجھے خیال ہوا کہ ماحول خراب ہے نہ جانے کیا بات کہہ دے، اور یہ کیا لگا دے، میں سننے لگا، اسماء نے بالا سے کہا: بالا تم کتنی اچھی ہو، اور اچھی ہو جاؤنا، بالا نے کہا: کس طرح سے؟ اسماء نے کہا: بالا تم کس کی پوجا کرتی ہو؟ اس نے کہا بھگوان کی مورتی کی، اسماء نے کہا: بالا یہ مورتی تمھیں کچھ دے دیگی کیا؟ یا نفع ونقصان پہنچا دے گی، مجھے تو یہ ڈر ہے کہ بالا تم ہندو رہ کر مرگئی تو تم دوزخ میں جلوگی، بالا تم کس طرح دوزخ کی آگ برداشت کروگی، میں تصور نہیں کر سکتا تھا کہ ایسی چھوٹی بچی قرآنی انداز میں اس کو دعوت دے سکتی ہے، میں بے اختیار باہر نکل آیا، بالا مجھے دیکھ کر چلی گئی، میں نے دیکھا اسماء کی آنکھوں میں آنسو ہیں، میں نے محبت سے اس سے سوال کیا، اسماء بالا سے تم کیا بات کر رہی تھیں، وہ بولی یہ کتنی اچھی ہے، بالا ہم سے کتنی محبت کرتی ہے، یہ دوزخ میں جلے گی، ابی جی کتنی تکلیف ہوگی، یہ کہہ کر میرے سینہ سے لگ کر بلک بلک کر رونے لگی، قرآن مجید ایک زمانے سے پڑھتا تھا، فوراً جیسے کسی نے اندر سے کہا ہو:

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ○ (سورہ الشعراء، آیت ۳)

ترجمہ : شاید آپ خود کو ہلاک کرلیں گے اس غم میں کہ یہ لوگ مومن کیوں نہیں ہوتے پوری سیرت پاک ایک ویڈیو کی طرح دل ودماغ کے سامنے آ گئی، کہ ہم صرف

جوتا داہنے پاؤں میں پہن کر، میٹھا اور کدو کھا کر متبع سنت ہونے کا دعوی کرتے ہیں، اصل سنت تو یہ نبوی درد ہے، جو ایک لمحہ پیارے نبی سے وصال تک غائب نہیں ہوا اس کے بغیر کیسے ہم رسول اللہ ﷺ کے پیرو ہو سکتے ہیں، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا ایک ملفوظ بار بار پڑھا تھا یاد آیا، حضرت تھانوی راوی ہیں کہ حضرات علماء کی موجودگی میں ایک بار فرمایا : بھائیو قطب بننا چاہتے ہو؟ لوگوں نے کہا ضرور، حضرت نے فرمایا قطب بننے کا ایک آسان نسخہ بتاتا ہوں، جب کوئی غیر مسلم مرجایا کرے تو تھوڑی دیر تنہائی میں بیٹھ کر رو لیا کرو، کہ ہمارا بھائی ہمیشہ کی دوزخ میں چلا گیا ہم نے کچھ فکر نہ کی، قطب بن جاؤ گے۔ خیال ہوا کہ قطبیت وراثت نبوت ہے، وارث بھی وہ ہو سکتا ہے جو وارث درد نبی ہو، دل و دماغ پر سکتہ طاری ہو گیا، اگلے روز ہریانہ سونی پت جانا تھا، ایک نوجوان بہت محبت کرتا تھا، فوراً آ گیا، ایک پجاری کا بیٹا راج کمار میں نے اس سے کہا بیٹا راج کمار، تم اتنی محبت کرتے ہو، یہ محبت کچھ کام نہیں آئے گی، جب تک کلمہ نہ پڑھ لو، آٹھ نو منٹ اسے اسلام و ایمان بتایا، وہ کلمہ پڑھنے کے لئے تیار ہو گیا، اور کلمہ پڑھ لیا، ایک شرما جی آنے تھے، وہ آ گئے، وہ بھی تھوڑی دیر میں ایمان کے لئے تیار ہو گئے، شام کو ایک گاؤں میں پروگرام تھا، وہاں ایک گاڑی میں تیسرا آدمی پھونک لگوانے کے لئے آیا، اس کو سمجھایا، وہ بھی مسلمان ہو گیا، ذرا سی دیر میں تین لوگ جہنم کی آگ سے بچ گئے، اس نے اور بھی جھنجھوڑ دیا، اور پھر قرآن و سیرت پڑھنا شروع کیا، اور کہنا شروع کیا تو لوگ کھڑے ہوتے گئے۔

اس کے بعد بھی کئی بار جذبہ میں تحریک پیدا کرنے کے لئے اللہ نے اسماء کو ذریعہ بنایا، دو تین سال کے بعد شعبان میں کچھ مدرسے والوں کو تصدیقات دینے کے لئے گھر میں لیٹر پیڈ لینے کے لئے آیا، اسماء آئی، بولی، ابی جی مجھے آپ سے ضروری بات

کرنی ہے،اور چھ مہینہ ہوگئے،آپ کے پاس ہمارے لئے وقت ہی نہیں ہے،اسماء کی یہ بات دل کو بہت ہی لگی،میں نے جذباتی انداز میں اس سے کہا بیٹا بات کرلو،ابھی کرلو،وہ بولی مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے،میں بہت پریشان ہوں،مجھے اطمینان کا وقت چاہئے،میں نے کہا ابھی بات کرلو،اس نے کہا اب تو آپ باہر مہمانوں کے پاس جارہے ہیں،میں نے کہا کہ نہیں،تم خوب اطمینان سے بات کرو ایک دو دن میں تمھارے پاس ہی رہوں گا،وہ بولی،ابی بتایئے،یہ کافر،مشرک اور سارے غیر مسلم ہمیشہ دوزخ میں جلیں گے؟میں نے کہا ہاں ہمیشہ جلیں گے،وہ بولی،ابی ہمیشہ نہیں جلیں گے،دوسال،تین سال،سوسال،دوسوسال،اللہ میاں کہہ دیں گے چلو جاؤ بس معاف کردیا،میں نے کہا:نہیں وہ ہمیشہ جلیں گے،اللہ نے اپنے کلام میں فرمادیا ہے،وہ بولی فرمادیا ہو،یا نہ فرمادیا ہو،مگر اللہ ان کو ہمیشہ نہیں جلائیں گے،اللہ کا نام رحمٰن و رحیم ہے،ماں سے ستر گنا مامتا رکھتے ہیں،اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ چلو چلو بس میں نے معاف کیا،سوسال،دوسوسال،پانچ سوسال میں اللہ میاں سب کو نکال دیں گے،میں نے کہا اللہ تعالیٰ جھوٹ تھوڑی بولتے ہیں،اللہ نے اپنے کلام میں صاف صاف فرمادیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ

(سورہ النسآء،آیت ۴۸)

ترجمہ :بلا شبہ اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا اس کے علاوہ جسے چاہیں گے ہر گناہ کو معاف کردیں گے۔

اب اسے عربی کی شد بد ہوگئی تھی،بہت مایوس ہوئی اور بولی،ابی اس میں ان کی کیا خطا ہے،ہمارے اللہ میاں نے ہی تو ان کو ہدایت نہیں دی۔تقدیر کے معاملے میں اتنی ننھی بچی سے کیا بات کرتا،بات کے رخ کو پھیرنے کے لئے میں نے اس سے کہا کہ

بیٹا تمہیں اللہ کا شکر کرنا چاہئے، کہ اللہ نے تمہیں تو ہدایت دی ہے، وہ بہت غمگین ہوئی، پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، اپی میرے دل میں آتا ہے اور میں اللہ سے بہت دیر تک دعا کرتی ہوں، رات دیر تک نیند نہیں آتی' میرے اللہ کسی کو دوزخ کی آگ میں نہ جلائیو، بس سب کے بدلہ مجھ اکیلی کو جلا لی جیو، اس حقیر کے پورے وجود کو اس معصوم کی کیفیت نے جھنجھوڑ دیا، اور مجھے بار بار یہ خیال آتا ہے۔ ''مجھ اکیلی کو جلا لیجئے'' یہ تو اس بچی کی ناسمجھی ہے، مگر کوئی دوزخ میں نہ جلے، یہ ہمارے نبی ﷺ کا سب سے بڑا درد ہے، جس کے بغیر کوئی مومن رحمۃ للعالمین نبی کا پیرو ہرگز نہیں ہو سکتا، اس کے بعد بھی اس بچی نے دعوتی جذبہ کو تحریک دی۔ اس طرح ظاہری اسباب کے طور پر وہ بچی میری استاذ ہے۔

سوال: آپ کے ہاتھوں پر کتنے لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے، کیا آپ بتا سکتے ہیں؟

جواب: جن لوگوں نے قبول نہیں کیا ہے، ان کی تعداد تو خوب یقینی معلوم ہے، وہ ساڑھے چار ارب ہمارے خونی رشتہ کے بھائی ہیں، جن میں ہزاروں روزانہ بغیر کلمہ کے مرجاتے ہیں، ان کے مقابلہ میں مشرف باسلام ہونے والوں کی تعداد بالکل نہ کے برابر ہے، باقی لوگوں کی تعداد کے مقابلہ میں یہ تعداد ذکر کے لائق بھی نہیں۔

سوال: لوگ کہتے ہیں، ایسے مخالف حالات میں آپ دعوت کا کام کرتے ہیں، اور اس پر تعجب کرتے ہیں، اس کے بارے میں آپ کچھ فرمائیں گے؟

جواب: یہ بات میں ہر مجلس میں کہتا ہوں، کہ آج کل دعوت کے لئے مخالف حالات نہیں ہیں اللہ نے اپنے کلام میں: لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (تاکہ وہ اسلام کو سب دینوں پر غالب کرے) کا وعدہ کیا ہے، ہر کچے اور پکے گھر میں اسلام کے داخل ہونے کی خبر سچی خبر دینے والے مخبر صادق ﷺ نے دی ہے، ایسا لگتا ہے یہی وقت ہے جب ہدایت اللہ کے یہاں سے نازل ہو چکی ہے، لوگ لائن میں لگیں ہیں، جوق در جوق

اسلام میں داخل ہو رہے ہیں، ماہ مبارک کی ان مبارک ساعتوں میں اللہ کے گھر میں یہ بات صد فیصد اظہار حقیقت کے طور پر عرض کر رہا ہوں، یہ بات کسی انکساری اور تواضع پر مبنی نہیں کہ یہ حقیر دعوت کی ''الف با'' بھی نہیں جانتا، ایک زمانہ میں میرا حافظہ بہت مشہور تھا، مگر گذشتہ زمانہ میں شدید کھانسی اور اس کی چھینکوں سے یادداشت حد درجہ متاثر ہوئی ہے، ندوہ میں پڑھنا شروع کیا تو مولانا شہباز صاحب اور مولانا عارف صاحبؒ فرماتے تھے، کہ صرف ونحو وغیرہ سب کچھ تم پڑھے پڑھائے ہو دوبارہ ہمارا وقت کیوں ضائع کرتے ہو، اور اب یہ حال ہے کہ قرآن مجید کی آیات میں اعراب مجھے بےحد مشکل لگتا ہے، کہ زبر پڑھوں یا زیر، انگریزی مثالی تھی، اب ایسا حال ہو گیا کہ چھوٹے چھوٹے الفاظ کی اسپیلنگ مجھے یاد نہیں رہتی، فطری طور پر بزدل اور کاہل آدمی ہوں، سستی اور کاہلی کا حال یہ ہے کہ آدمی کے نام سے وحشت ہوتی ہے، ایک اندھیرے کمرے میں ایک بکس پر بستر پڑے رہتے، اس پر بھی چادر اوڑھ کر گرمی میں لیٹتا تو دل مطمئن ہوتا کہ اب کوئی نہیں آئے گا، ایک اللہ والے کی دعا کہیں سن لی تھی یا پڑھ لی تھی، پندرہ سال تک وظیفہ اور مقبول ترین دعا کے طور پر کرتا رہا، کہ یا اللہ آپ کے علاوہ کوئی مجھے نہ جانے، اور آپ کے علاوہ کسی کو میں نہ جانوں، عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر صلاحیت سے کورا جب ہوا تب سے یہ دعوت کے کام سے شہرت ہوگئی، ارمغان میں مہاجر بھائیوں کی کارگذاریاں چھپ رہی ہیں، اور نسیم ہدایت کے جھونکوں کے نام سے مجموعے چھپے ہیں، اس میں بھی اس حقیر نے بالکل اظہار حقیقت کے طور پر لکھا ہے، کہ جن لوگوں کے قبول اسلام میں ہمارا نام ہوگیا ہے ان کے قبول اسلام میں ہماری دعوتی کوشش یا صلاحیت کو کوئی دخل نہیں، بس ہماری خطا یہ ہے کہ سالوں تک اسلام کی پیاس میں دھکے کھانے والوں کو ہم نے دھتکارا نہیں کہ ہم کلمہ نہیں پڑھواتے، بلکہ ہم نے سوچا کہ ہمارا

اکاؤنٹ بن جائے گا، کلمہ پڑھوادیا، قانونی کاروائی کے لئے راستہ بتادیا، پس از خود قبول اسلام کرنے والوں کی تعداد غیر معمولی ہے، ایسے میں حالات کو مخالف کہنا کس طرح صحیح ہے۔

سوال: غیر مسلم تنظیموں یا سرکاری اداروں کی طرف سے آپ کو مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، یہ بھی لوگ معلوم کرتے ہیں؟

جواب: ہمارے ملک نے بلکہ دنیا کے ہر ملک کے دستور نے کسی مذہب کو قبول کرنے ،اس پر عمل کرنے ،اوراس کی دعوت دینے کا بنیادی حق ہر شہری کو دیا ہے، اس لئے یہ کام غیر قانونی نہیں ہے، تو مشکل کا کیا مطلب ہے، جہاں تک غیر مسلم بھائیوں کی طرف سے مخالفت کا مسئلہ ہے، تو بقول میرے حضرت والا کے ہم خوش قسمت ہیں، کہ ہمیں ایسے ملک میں داعی بنایا گیا ہے، جہاں کے اہل محبت کے دلوں میں اپنے خیر خواہ کی حد درجہ احسان مندی میں اس درجہ غلو پایا جاتا ہے، کہ یہ قوم اپنے خیر خواہوں کی دیوتا بنا کر پوجا کرتی ہے، یہاں پر کسی داعی اور خیر خواہ کی مخالفت کی کوئی نظیر پورے ملک کی تاریخ میں نہیں ملتی، ہم لوگ اپنے رفقاء کے ساتھ اب تربیتی کیمپوں کا سلسلہ تقریباً پانچ سال سے چلا رہے ہیں، ایک بھی واقعہ ایسا نہیں کہ کسی نے مخالفت کی ہو، جس کو دعوت دی گئی ہے اس نے ذرا اف کیا ہو، بلکہ مندروں میں، مذہبی تنظیموں کے دفتروں، تھانوں میں ہمارے دعاۃ جاتے ہیں، سب جگہ سے احسان مندی کے جذبات سامنے آتے ہیں، انکوائریاں آتی ہیں، کچھ لوگ جن کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہب بدلوا رہے ہیں، ناراض ہوتے ہیں، مگر جب محبت سے دعوت دی جاتی ہے وہ لوگ مشرف باسلام ہوتے ہیں، کتنے واقعات ارمغان میں آچکے ہیں۔ اللہ تعالی نے خطروں اور خوف سے بچنے کا نسخہ خود اپنی بیاض قرآن کریم میں دعوت کو قرار دیا ہے:

اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَكَفٰى

بِاللّٰہِ حَسِیْبًا(سورہ احزاب: ۳۹)

ترجمہ :جو لوگ تبلیغ رسالت کا کام انجام دیتے ہیں، وہ اسی سے ڈرتے ہیں، اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، اور اللہ ان کے حساب کے لئے کافی ہے

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسْ

(اور اللہ آپ کی لوگوں سے حفاظت فرمائے گا) کا وعدہ بھی اللہ نے کیا ہے۔

سوال ::لوگ یہ کہتے ہیں کہ مخالف حالات ہیں، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام کے خلاف جس قدر پروپیگنڈہ ہو رہا ہے، اسی تیزی سے اسلام خصوصاً مغربی ملکوں میں پھیل رہا ہے، اس کی وجہ آپ کیا سمجھتے ہیں؟

جواب :یہ سوال واشنگٹن پوسٹ کے ایک نمائندے نے بھی مجھ سے کیا تھا، میں نے عرض کیا اور بات بھی یہی ہے کہ ایک زمانہ تھا جب لوگ اسلام کو مسلمانوں سے سمجھتے تھے، اب ذرائع ابلاغ کی شہرت خصوصاً انٹرنیٹ کی ایجاد نے قرآنی اسلام لوگوں کے بستروں تک پہنچا دیا ہے، اس لئے لوگ حقیقی اسلام کو جان کر مشرف باسلام ہو جاتے ہیں۔

سوال :عام لوگ ابھی بھی خصوصاً علماء اور خواص دعوت کی طرف متوجہ نہیں ہیں، اس کے لئے کیا کیا جائے؟

جواب :یہ شیطان کا ایک دھوکہ ہے، وہ آدمی کو اس میں الجھاتا رہتا ہے، فلاں نے یہ نہیں کیا، فلاں یہ نہیں کر رہا ہے، مجھے حضرت مسیح الامت کا ایک ملفوظ یاد آتا ہے، حضرت فرماتے تھے، ماضی کا غم نہیں، مستقبل کی فکر نہیں، حال میں کام چاہئے، شیطان انسانوں کی صلاحیت اور وقت کو اس میں ضائع کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ فلاں نے یہ نہیں کیا ہم نے یہ ضائع کر دیا، ماضی میں کچھ نہیں ملا، مستقبل میں یہ ہونا چاہئے، اور حال ضائع ہوتا چلا جاتا ہے، آپ لوگ جانتے ہیں کہ چند سال پہلے جب ہم لوگ بڑے علماء سے دعوت

کی درخواست کرنے اور سبق سنانے جاتے تھے، تو لوگ ہمیں ایسی جماعتوں سے منسوب سمجھتے تھے، جن کو وہ اپنے نزدیک غلط بلکہ گمراہ سمجھتے تھے، مگر ہم لوگوں نے شور مچانا شروع کیا اور باصلاحیت لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور کارگذاریاں سامنے آنے لگیں، تو ہمارا بھی نام ہو گیا، اور صرف شور و نام ہو جانے کی وجہ سے یہ بڑے علماء اور اکابرین پلکوں پر بٹھانے لگے، اس لئے آدمی جو کچھ خود کر سکتا ہے، اسے کرنا شروع کر دینا چاہئے، میں نے ایک شعر ملت تک پہنچانے کے لئے اپنی جمعیت امام ولی اللہ کا ایک کیلنڈر چھپوایا تھا، وہ شعر یہ ہے:

منزلیں کسی کے گھر حاضری نہیں دیتیں
راستوں پہ چلنے سے راستے نکلتے ہیں

اور اپنی زندگی کے خطوط متعین کرنے کے لئے ایک شعر یاد کیا تھا:

نہیں جن میں تمہارا عکس شامل
وہ نقشے ہیں مٹا دینے کے قابل

اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی سنت مقصودہ کو سمجھنے میں اس حقیر کی رہنمائی کی۔

سوال:: دوسری تنظیموں اور دعوتی تحریکوں کے ساتھ دعوتی اشتراک کے بارے میں لوگ کہتے ہیں، ان کے بارے میں کچھ فرمائیں؟

جواب: اس حقیر نے اپنے رفقاء کے لئے خطوط متعین کرنے کیلئے ایک مضمون جمعیت امام ولی اللہ کے تعارف کے ساتھ چھپوایا تھا، جس کا عنوان تھا: ”دین کے ہر کام کرنے والے کے رفیق بنو، فریق نہیں“ الحمد للہ ہم لوگ اس کی کوشش کرتے ہیں، کہ ہم رفاقت کی شناخت کے ساتھ کام کریں۔

سوال: تبلیغی جماعت کے ساتھ آپ کا معاملہ کیا ہے؟

جواب: یہ حقیر دعوت کی اس ٹوٹی پھوٹی محنت کو جو غیر مسلموں میں چل رہی ہے، اکابرین تبلیغ کے نشانوں اور خوابوں کی تعبیر سمجھتا ہے، اپنے کاموں کی جو "الف با" حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے شروع کی تھی، اس کی "ت ث" اس کوشش کو سمجھتا ہے، تاہم مرکز کا ایک نظام ہے جب تک وہاں سے خود اس کا مشورہ نہیں ہوتا، انفرادی طور پر کوشش کرنے کی ترغیب کو مناسب سمجھتا ہے، اور صد فیصد یقین بلکہ یقین کامل ہے کہ بنگلہ والی مسجد سے جو آواز چلی ہے، دنیا کے ہر کونے کے ہر انسان تک ایمان پہنچانے کی آواز ہے، جو انشاء اللہ اسی مرکز سے دنیا میں پہنچے گی، یہ حقیر بھی اس تحریک کا جاروب کش ہے، یہ توفیق صرف تبلیغی کوششوں کے صدقے میں ملی ہے۔

سوال: دینی مدارس اور تعلیمی تحریکوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: دین کا اہم ترین منبع مدارس ہیں، نبی کریم ﷺ معلم بنا کر بھیجے گئے تھے، تبلیغ تعلیم کا ایک شعبہ ہے، اور ہمارے لئے معیار، نبوی مدرسہ صفہ ہے، جس کے متعلمین کے واسطے سے ساری دنیا میں اسلام پہنچا ہے، الحمدللہ ہم لوگ مدارس اور اہل مدارس کی خدمت کو سعادت سمجھتے ہیں، اور مدارس کا دعوتی مزاج بنانے کی کوشش بھی کرتے ہیں، مدارس کے خلاف مسلمانوں میں غلط فہمی، بدگمانی اور استخفاف کو یہ حقیر ملت اسلامیہ کی خودکشی سمجھتا ہے، اس کے لئے "دینی مدارس ہماری ذمہ داری اور ملک کی ترقی میں مدارس کا رول" میرے مضامین انٹرنیٹ پر ہیں، وہ پڑھنے کے ہیں، یہ حقیر دینی مدارس میں جاتا ہے، لوگ از راہ کرم معائنہ کے لئے کہتے ہیں، تو یہ حقیر اپنا منصب بڑے فخر سے خاک پائے خدام دین لکھتا ہے، کسی انکساری یا تواضع کے جذبہ سے نہیں بلکہ اس امید پر کہ اللہ کا کوئی بندہ معائنہ کے رجسٹر کو پڑھے گا تو کسی مقبول گھڑی میں یا مقبول بندہ کی زبان سے نکلنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ "خاک پائے خدام دین" بنا دیں گے تو میری آخرت بن جائے گی۔

سوال: نومسلموں کے مسائل کے سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: اصل میں نومسلم کی اصطلاح خیر القرون میں نہیں تھی، مجھے لگتا ہے کہ ہر چیز کو خیر القرون سے لینے کا مزاج ہی ہمارے لئے خیر کا ضامن ہے، ہمارے رفقاء اپنے دعوتی مرکز قائم کرتے ہیں تو دار ارقم اور بعد میں دار ابوایوب نام رکھتے ہیں، اس حقیر نے اس کی بڑی برکت محسوس کی، اگر ہم ان لوگوں کو مہاجر بھائی کہیں تو انشاء اللہ بڑی خیر ہوگی۔

الحمدللہ! ارمغان کے حوالہ سے کب سے یہ بات کہی جاتی رہی ہے اور قرآن و سنت اور تاریخ کے حوالوں سے ثابت کی جاتی رہی ہے کہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری دنیائے انسانیت کے سارے انفرادی، اجتماعی، سیاسی، معاشرتی، معاشی ہر طرح کے مسائل کا حل سیرت نبوی کی روشنی میں صرف دعوت ہے اور دعوت ہی ان مسائل کا حل ہے اور آسان ترین حل ہے، اور دعوت کی راہ میں جو مسائل در پیش ہوتے ہیں ان میں دنیا کے ہر داعی کا تجربہ ہے کہ دعوت کی راہ میں ایک اہم ترین مسئلہ اسلام قبول کرنے والے ان نومسلموں کا مسئلہ ہے جن میں سے اکثر کو ہجرت کرنا پڑتی ہے، ان خوش قسمت افراد کے، (جن کو اللہ تعالیٰ اپنی شان ہادی کے مظہر کے طور پر ہدایت یاب فرمارہے ہیں) ان کے تربیتی، اقتصادی، اور معاشرتی مسائل سے دعوت کا کام کرنے والے افراد بہت جوجھتے ہیں، لوگ جماعت میں بھیجتے ہیں، مدارس میں رکھتے ہیں، اس کے لئے ادارے تربیتی مراکز قائم کررہے ہیں اس سلسلہ میں کوششیں کی جارہی ہیں، مگر بظاہر حق ادا تو کیا، بلکہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہو پاتا۔

پوری دنیا کے داعیوں کا تجربہ ہے کہ اگر اسلام قبول کرنے والا مہاجر نومسلم تربیت کے ساتھ اقتصادی اور معاشرتی طور پر سیٹ ہوجائے، اس کے پاس ایسا نظم ہو کہ وہ اپنے گھر والوں خاندان والوں یا عزیزوں کو اپنے گھر چند روز مہمان رکھ سکے تو رفتہ رفتہ

اس کے اہل خانہ، بھائی بہن، ماں باپ، اسلام میں آجاتے ہیں، اس کے برخلاف اگر وہ دردر پھرتا رہے اور اپنی ضروریات کے لئے سوال کرتا پھرے، تو پھر وہ دوسروں کو دعوت دینے کی ہمت تو کیا کرتا ہے خود آنے والوں کے لئے رکاوٹ بنتا ہے، ہم لوگ اپنے خاندان اور گھر میں رہ کر ایک مہاجر نو مسلم بھائی کے درد اور حال کو نہیں سمجھ سکتے۔

انسان ایک سماجی حیوان ہے، اسے زندگی میں ہر رشتہ کی احتیاج ہوتی ہے، ہم تصور کریں کہ اگر ہم میں سے کسی کے ایک رشتہ نہ ہو تو ساری زندگی کسک محسوس ہوتی ہے، مثلاً بڑی بہن تو ہے چھوٹی بہن نہیں ہے، خالہ نہیں ہے، پھوپھی نہیں ہے، ایک رشتہ نہ ہو تو ساری زندگی حسرت رہتی ہے کہ اس رشتہ والا کوئی مجھے میسر نہیں۔ ایک نو مسلم مہاجر جب سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جنگل بیابان میں آتا ہے، تو اسے کتنی تالیف قلب کی ضرورت ہوتی ہے، ہم اس کا اپنے عیش و آرام اور اہل خاندان میں رہ کر اندازہ نہیں کر سکتے، ہم لوگ زیادہ سے زیادہ یہ کرتے ہیں کہ ابتدائی طور پر کچھ پیسے اس کو بھیک میں دے دیتے ہیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب پہلی مرتبہ کسی نو مسلم کو ضروریات زندگی کے لئے کوئی رقم دی جاتی ہے تو وہ رونے لگتا ہے کہ مجھے لوگ ضرورت مند سمجھتے ہیں، مگر زندگی کی ضروریات کی وجہ سے دوبارہ اسے کسی سے کہنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے اور رفتہ رفتہ اس کا ضمیر اس کی مجبوری کے تلے دب جاتا ہے اور وہ دردر مانگنے لگتا ہے، اور زندگی کے مسائل سے جوجھتے رہنے کی وجہ سے، اپنی دینی اور تعلیمی ترقی سے محروم ہو جاتا ہے، بعض مرتبہ جماعت میں مناسب امیر کے نہ ملنے یا غیر تربیت یافتہ نئے ساتھیوں کی وجہ سے اسے بہت کچھ سہنا پڑتا ہے۔

ان مہاجروں کے تربیتی اور معاشرتی اور اقتصادی مسائل کا حل جب ہم صراط مستقیم، اسلام کے دروازے پر سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں تلاش کرنے نکلتے ہیں تو اس کا ایک مکمل اور آسان ترین حل ہمیں ''اسلامی مؤاخات'' ملتا ہے، جو اس زمانہ میں

متروک سنت ہوگئی ہے۔ یہ اس مسئلہ کا ایک پائیدار، مکمل اور آسان ترین حل ہے۔

کسی بین الاقوامی ایسی تنظیم کے پاس، جس کو بڑے اہل خیر بلکہ حکومت کی سرپرستی حاصل ہو اگر پانچ سو مہاجر افراد اچانک آجائیں تو آپ ان کی تربیت، شادی بیاہ، اور کاروبار کے مسائل کے لئے جوجھ جائیں گے مگر یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا، اس کے برخلاف سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں مؤاخات کی متروکہ سنت کو زندہ کرکے صرف ہندوستان میں، ایک کروڑ مہاجرین ہمارے یہاں ہجرت کرکے آجائیں، ایک کروڑ مسلمانوں سے ان کی مؤاخات قائم کرکے اس مسئلہ کو چٹکیوں میں حل کیا جاسکتا ہے، ایک مہاجر بھائی کو ایک مسلمان کا بھائی، بیٹا بنا کر اس کی تربیت، اس کی شادی بیاہ، اس کے کاروبار کا مسئلہ حل کرنا بہت آسان ہے، کسی کے چار بیٹے ہیں اگر وہ ایک مہاجر کو اپنا بیٹا بنا کر چار کے بجائے پانچ بیٹوں کی پرورش، تربیت اور شادیاں اور ان کو پیروں پر کھڑے کرنا کا مسئلہ حل کرنا چاہے تو بغیر کسی بڑے بوجھ کے یہ مسئلہ حل ہو جائے گا اس طرح ایک کروڑ لوگ ایک دو سال میں پرانے مسلمانوں سے اچھے مسلمان بن کر اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر اپنے گھر والوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بننے کے حال میں ہو سکتے ہیں اور پھر یہ ایک کروڑ چند سالوں میں دوسرے کئی کروڑ کے ساتھ مؤاخات کے لئے تیار ہو سکتے ہیں۔

پھر ایک اہم بات یہ ہے کہ آپ کتنا ہی زیادہ خیال رکھیں گے تو ایک مہاجر کی ہفتہ دو ہفتہ میں خبر گیری کر سکیں گے، حالانکہ اسے بعض حالات میں ہر گھنٹہ اور ہر وقت سہارے کی ضرورت ہے، اگر آپ اپنے گھر کا فرد سمجھ کر اس کی فکر کریں گے تو دن رات میں ہر وقت آپ اس کے ساتھ حاضر رہیں گے، سیرت پاک میں اس کا ایک اہم باب ہمارے لئے رہنما ہے دین میں اس کو ایسی جگہ دی گئی ہے کہ ایک طرف نسب بدلنے کی سخت مذمت آئی ہے کہ نسب کے بدلنے والوں کو جنت کی خوشبو سے بھی محرومی کی خبر اور

وعید بتائی گئی ہے، مگر جس مہاجر کو آپ مؤاخات کے طور پر قبول کر کے اپنے خاندان کا فرد بنا رہے ہیں اس کو آپ کے نسب، آپ کے خاندان سے منسوب ہونے کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔ چنانچہ امام المحدثین امام بخاریؒ کی نسبت الجعفی الیمانی سے ہے، جن کے ہاتھ پر ان کے دادا مغیرہ مسلمان ہو کر ان کی مؤاخات میں رہے تھے۔

تجربہ شاہد ہے کہ جو خاندانی مسلمان گھرانہ کسی مہاجر بھائی کو اسلامی مؤاخات کی سنت کے تحت قبول کرتا ہے، اگر نو وارد دین دار نہ بھی ہو تو بتدریج اس مبارک نسبت کی برکت سے دین دار ہو جاتا ہے، ایسی سینکڑوں مثالیں قریبی زمانے میں ہمارے رفقاء کے سامنے آتی رہتی ہیں۔

کچھ روز قبل مغربی اتر پردیش کے مرکزی علمی شہر کے قریب ایک گاؤں میں ایک نوعمر بچے نے اسلام قبول کیا، وہ گھر چھوڑ کر شہر آ گیا، گھر والوں نے اس لڑکے پر بہت دباؤ دیا اور سرپرستی کرنے والوں کے خلاف بھی غم و غصہ ظاہر کیا، علاقہ کے لوگوں نے مسلمانوں پر چڑھائی کا پروگرام بنایا، اس حقیر کے پاس مسلمانوں کے فون آئے، اس حقیر نے عرض کیا کہ میرے اللہ کا وعدہ ہے: وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (اور اللہ آپ کی لوگوں سے حفاظت کرے گا) اور کَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیْباً (اور اللہ حساب کے لئے کافی ہے) آپ فکر نہ کریں انشاء اللہ کچھ نہ ہوگا۔

کچھ لیڈروں نے درمیان میں پڑ کر معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیا، جب بچے کو بہت مضبوط دیکھا کہ وہ مرنے کے لئے تیار ہے مگر اپنے گھر کفر میں جانے کو تیار نہیں، تو سب لوگ غصہ میں چھوڑ کر چلے گئے، ایک اپنے سیکولر ہونے کا خبط رکھنے والے مسلمان لیڈر جو دین داری سے دور بلکہ دین داری سے متنفر تھے، بس عید کی نماز بھی رسماً پڑھتے تھے، انہوں نے اس معاملہ میں خاصی دلچسپی دکھائی، اس حقیر نے ان کو بلایا۔ معلوم کیا کہ ان

کے کتنے بیٹے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ چار ہیں، میں نے کہا کہ چار کم ہیں، آپ کا پانچواں بیٹا یہ نومسلم بچہ ہے یہ سب کچھ چھوڑ کر آیا ہے، اس کو کون گلے لگائے گا وہ جذبہ میں آئے اور بولے یہ میرا پانچواں نہیں بلکہ پہلا بیٹا ہے یہ چاروں بعد میں ہیں۔ الحمدللہ انہوں نے اس بچہ کو مدرسہ میں داخل کرایا یہ بچہ حافظ ہو کر اب عالم ہونے والا ہے، اب ان صاحب کا حال یہ ہے کہ گھر کے سب افراد حج کر آئے ہیں، بیٹوں اور ان کے چہروں پر داڑھیاں ہیں، گھر کے سب مرد اور عورتیں نمازی ہوگئی ہیں اور کچھ تہجد گذار بھی۔ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں ایک خاندان اگر اپنے گھر میں ایک فرد کو اپنے خاندان کا حقیقی فرد بنا کر اس کی تربیت، اس کی شادی بیاہ اور کاروبار کے مسئلہ کو حل کرنا چاہے تو کتنا آسان ہے۔

ضرورت ہے کہ امت میں اس کا شعور بیدار کیا جائے اور یہ زمانہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت نازل فرمادی ہے از خود اسلام کی طرف آنے والوں کی تعداد غیر معمولی طور پر بڑھ رہی ہے، اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں اسلام کو جاننے کا جذبہ اور اس کو سمجھنے کا تجسس پیدا کر کے خود اسلام کے لئے دنیا پر راہیں کھول دی ہیں، اس کی ضرورت بہت بڑھ گئی ہے کہ اسلامی مؤاخات کو زندہ کیا جائے یہ اس مشکل ترین سمجھے جانے اہم ترین مسئلہ کا سیرت نبوی کی روشنی میں آسان ترین حل ہے۔

سوال: ”آپ کی امانت، آپ کی سیوا میں“ آپ نے کس طرح لکھی اور اس کی قبولیت کی وجہ کیا ہے؟

جواب: اصل میں تو اس کتاب کی تاثیر میرے حضرت والا اور حضرت والا کی والدہ ماجدہ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے، کچھ مخلصین نے بھی تقاضا کیا کہ ہمیں بات کرنے میں جھجک ہوتی ہے، اس لئے بات شروع کرنے کے لئے کوئی چھوٹی سی کتاب لکھیں، شاید محسنین

کے حکم کی تعمیل کی برکت سے یہ کتاب لکھی گئی، ورنہ کتاب میں کچھ نہیں ہے، مگر آج تک اس کو پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، ملک کی ساری زبانوں میں اس کے ترجمے شائع ہوئے ہیں۔

سوال: دنیا کے دوسرے ملکوں میں دعوت کو پھیلانے کے لئے آپ کیا کر رہے ہیں؟

جواب: اصل میں ہم کس کھیت کی مولی ہیں جو کچھ کرسکیں، اتری ہوئی ہدایت کو تلاش کر کے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں، تین سفر حرمین شریفین کے کرتے ہیں، دنیا سے آنے والے لوگوں کی ذہن سازی کی کوشش سے الحمدللہ دنیا کے بہت سے ملکوں میں کام پھیل رہا ہے، عربی کا پرچہ "الخیر" بھی دعوتی ذہن سازی کے لئے نکل رہا ہے، انگریزی میں بھی کوشش چل رہی ہے، الحمدللہ لوگ کھڑے ہو رہے ہیں، خصوصاً ارمغان کی آواز تو دنیا کے کونے کونے تک پہنچ رہی ہے۔

سوال: دعوت کے طریقہ کار کے سلسلہ میں کام کرنے والوں کے الگ الگ طریقوں کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

جواب: میرے حضرت والا نے بارہا اپنی تقریروں اور تحریروں میں یہ بات فرمائی ہے کہ دعوت تو منصوص ہے طریقہ دعوت منصوص نہیں، یہ داعی کے قلب پر ہر وقت وارد ہوتا ہے۔ اس حقیر کا خیال ہے کہ ایک داعی کے ذریعہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہزاروں لوگوں کو ہدایت عطا فرمائی ہوگی تو ہر ایک سے بات کرنے میں کچھ نہ کچھ الگ طریقہ رہا ہوگا، لوگ مختلف نہج پر کام کر رہے ہیں اور ان کو اپنے اپنے طریقہ پر انشراح ہے اور وہ انھیں راس آگئے ہیں اس لئے ان سبھی جائز طریقوں کی گنجائش ہے۔

سوال: دوسرے مذاہب کی کتابوں سے حوالے پیش کر کے دعوت دینا کیسا ہے؟

جواب: اس کا نص صریح سے جواز اور تصویب ثابت ہے قرآن مجید میں ہے: قُلْ یٰٓا

اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ (آل عمران:۶۴) اے نبی آپ کہہ دیجئے: اے اہل کتاب آؤ ایک ایسے کلمہ کی طرف جو تمھارے ہمارے مابین برابر ہے کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کا ارشاد ہے کہ جتنا اسلام ان کی کتابوں میں ہے اگر وہ اسے مان لیں تو ان کی نجات کے لئے کافی ہے، مگر یہ طریق بہت مہارت چاہتا ہے اگر داعی علم اور صلاحیت میں بہت گہرا نہیں تو وحدتِ دین کے بجائے وحدت ادیان کی طرف بات چلی جاتی ہے کئی بار مدعو کو یہ کہتے سنتے ہیں کہ یہ صاحب تو بس ہمارے دھرم میں آنے والے ہیں تاہم مانوس کرنے کے لئے ان کی اصطلاحوں سے شروعات کرنا فطری ہے اور مفید ہے البتہ اس کے لئے شرک اور شرکیہ رسوم میں داعی کو خود شریک ہونے کی ہرگز اجازت نہیں ہے اس کا خیال بہت ضروری ہے مدعو کو راضی کرنے کے لئے اللہ کو سب سے زیادہ ناراض کرنے والی چیز شرک میں مبتلا ہونے کی کسی طرح گنجائش نہیں۔

سوال: آج کل بعض حضرات اسلام کے تعارف کے لئے قرآن مجید، سیرت پاک وغیرہ کے مختلف موضوعات پر مضامین لکھوا کے اور کویز کمپٹیشن کرا کے دعوت کا کام کر رہے ہیں، یہ طریقہ کیسا ہے؟

جواب: یہ طریقہ بھی مبارک اور مناسب ہے بلا شبہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں ہیں بلکہ جس قدر اسلام کی مخالفت دنیا میں ہو رہی ہے غلط فہمیوں کی بنا پر ہے یہ ایک اچھا طریقہ ہے اور اس کی ضرورت ہے بلکہ ذرائع ابلاغ کو استعمال کر کے اور بڑے پیمانہ پر یہ کام ہونا چاہئے اور کام کرنے والوں کا تعاون اور خدمت کرنی چاہئے، ہر آدمی اپنی حیثیت سے کاروبار، تجارت اور دھندہ کرتا ہے ہم لوگ چھوٹی پونجی کے کنگال ٹائپ کے تاجر ہیں چھوٹی پونجی کا کاروبار کرنے والا کم محنت اور روپے لگا

کر زیادہ نفع چاہتا ہے۔ ہمیں ایسا لگتا ہے یہ بڑی پونجی رکھنے والوں کا دھندہ ہے جس میں بہت وقت اور محنت کے بعد چند لوگ اسلام میں آتے ہیں دل میں یہ بھی آتا ہے کہ یہ تعارف اسلام کی کوشش ہے اور ہمیں صرف تعارف کا مکلف نہیں بنایا گیا بلکہ دعوت ہم پر فرض کی گئی ہے تعارف الگ چیز ہے دعوت الگ چیز ہے اس حقیر کو ایسا لگتا ہے۔

سوال: ذرائع ابلاغ جیسے ٹی وی انٹرنیٹ وغیرہ کو دعوت کے لئے استعمال کرنا کیسا ہے موجودہ زمانہ میں ڈاکٹر ذاکر نائک پیش ٹی وی کے ذریعہ جو کام کر رہے ہیں، اس طریقہ کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

جواب: ذرائع ابلاغ کو یہ حقیر ذرائع تبلیغ ہی سمجھتا ہے اور ذرائع ابلاغ کی اس کثرت کو ہر کچے پکے گھر میں اسلام پہنچانے کے لئے اللہ کی طرف سے انتظام سمجھتا ہے ان کو استعمال کرنا چاہئے، اور جن لوگوں کو یہ ذرائع مہیا ہیں ان کی قدر کرنا چاہئے۔ ڈاکٹر ذاکر نائک صاحب اور ان کے طریق پر دعوت کا کام کرنے والوں کی کوششوں کا یہ حقیر قدر دان ہے جہاں تک ہمارے دردمند علمائے کرام کی طرف سے ڈاکٹر ذاکر نائک اور ان جیسے دعاۃ کا اپنی توجہات صرف دعوت اسلام اور دعوت الی اللہ کی طرف مرتکز کرنے اور مسلک و مشرب کی دعوت سے بچنے کی مثبت اور دردمندانہ مشورے کی بات ہے یہ حقیر بھی اپنے ان خیر خواہوں کی تائید کرتا ہے تاہم یہ بات ضرور ہے کہ ان کے کام کی افادیت سے انکار کو مناسب نہیں سمجھتا اس حقیر کی ہر جگہ پر کچھ نہ کچھ غیر مسلم بھائیوں سے ملاقات ہو جاتی ہے جو پیش ٹی وی دیکھ کر متاثر ہوئے اور اسلام کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور ان میں سے بعض لوگ کسی دوسرے واسطہ سے مسلمان بھی ہوئے ہیں ان ذرائع ابلاغ کو جائز حدود میں استعمال کرنا چاہئے نئی نسل میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بنیادی غلط فہمیاں مثلاً تلوار کے زور سے اسلام پھیلا، اسلام میں تعدد ازدواج کے

سلسلہ میں کافی حد تک ختم ہوتی جارہی ہیں یہ ان لوگوں کے کام کی افادیت ہے جس کی قدر کرنی چاہئے تاہم اگر کوئی شرعی قباحت ہے تو مثبت انداز سے اس کو دردمندی سے اپنا سمجھ کر دور کرنے کی کوشش ضرور ہونی چاہئے۔

سوال: آپ دعوت کے لئے کس طریقہ کو ترجیح دیتے ہیں؟

جواب: دعوت بالقرآن کا یہ طریقہ جو ہمارے دعاۃ تربیتی کیمپوں میں سکھارہے ہیں یہ سب سے محتاط اور آسان طریقہ دکھائی دیتا ہے، ہم لوگ کمزور ہیں اور کم زور آدمی سب سے زیادہ احتیاط اور آسانی والے راستہ کو اختیار کرتا ہے اس طریقہ میں زیادہ صلاحیت کی ضرورت بھی نہیں اور زیادہ بحث ومباحثہ کی بھی ضرورت نہیں اور الحمد للہ تھوڑی پونجی میں نتیجہ بھی زیادہ ہے دس بیس منٹ بات کرنے کے بعد کلمہ پیش کردیا جاتا ہے لوگ خوشی سے قبول بھی کرلیتے ہیں کم محنت اور نفع زیادہ تو پھر تھوڑی پونجی والے کو دوسرے طریقہ کی ضرورت کہاں ہے؟ قرآن مجید کا یہ اعجاز بھی کھلی آنکھوں دیکھنے کو ملتا ہے کہ بعض اوقات مدعو عربی میں آیات قرآنی سن کر رونے لگتا ہے۔ کھلی آنکھوں محسوس ہوتا ہے کہ دوسرے انبیاء کے کام ان کی حیات میں ختم ہوگئے ان کے معجزے بھی ان کی حیات تک تھے، ہمارے نبی ﷺ کے کام کا اتمام ابھی باقی ہے اس لئے آپ کا معجزہ اپنے اعجاز کے ساتھ باقی ہے اور یہ طریقہ اقرب الی السنۃ لگتا ہے ہمارے نبی ﷺ کے اسلوب دعوت پر آپ غور کریں تو تقریری دعوت میں قُوْلُوْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْ (لا الہ الا اللہ کہہ دو کامیاب ہوجاؤگے) اور تحریری دعوت میں اسلم تسلم (اسلام لے آؤ سلامتی پاجاؤگے) اور بعض خطوط میں صرف اتنا ہی تحریر فرمایا اس لئے اس طریقہ میں آسانی ہونے کی وجہ سے طبیعت اسی طرف چلتی ہے۔

سوال: بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ صرف کلمہ پڑھوانے سے کیا ہوتا ہے؟

جواب: یہ بات حقیر ہر جگہ ذکر کرتا ہے اور بالکل اظہار حقیقت کے طور پر ذکر کرتا ہے کہ یہ حقیر دعوت کی الف با بھی نہیں جانتا۔ تربیتی کیمپوں کا یہ سلسلہ چل رہا ہے اس حقیر کو اس میں شرکت کرکے کچھ دعوت سیکھنے کا موقع نہیں ملا، بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ فضول شہرت ہو جانے کی وجہ سے لوگ اس حقیر کو ملواتے ہیں۔ تو میں آپ لوگوں میں سے کسی تربیت یافتہ داعی کو تلاش کرتا ہوں کبھی جب کوئی نہیں ہوتا تو مجبوراً بات کرنی پڑتی ہے اب جب یہ حقیر کچھ جانتا ہی نہیں تو ''پڑھ کلمہ'' کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتا ہے یہ حقیر ایک لطیفہ عرض کیا کرتا ہے کہ ایک خانصاحب ایک سردار جی کو زیر کرکے ان کے سینہ پر سوار ہو گئے اور دھمکا کر بولے پڑھ کلمہ سردار جی نے جان کے خوف سے کہا پڑھاؤ تو، خانصاحب بولے ہم کو بھی یاد نہیں، سچی بات یہ ہے کہ ہمیں اس سے زیادہ کچھ آتا بھی نہیں، اس لئے باقاعدہ دلائل کے ساتھ دعوت دے نہیں سکتے پھر اس کمزوری کو ظاہری مناسبت ہوگئی آقا کے فرمان سے کہ: قُوْلُوْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْ تو ہمارے تو مزے ہی آگئے پھر اس طرح ''پڑھ کلمہ'' سے کتنے لوگوں کی زندگیاں کیسی قابل رشک بن گئیں تو پھر یہ نفع والا دھندہ ہمیں کیوں نہ راس آئے۔ یہ بات بھی صحیح ہے کہ کلمہ پڑھوا کر چھوڑ دینا کسی بھی طرح صحیح نہیں ہے مگر سب کچھ سمجھا کر کلمہ نہ پڑھوا سکے تو یہ بہت ہی غلط ہے اور کلمہ پڑھوائے بغیر تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ زندگی بھر مدعو پر محنت کرتے رہے، ان کو مطالعہ کراتے رہے، دلائل سے سمجھاتے رہے، کلمہ پڑھوانے کی نوبت ہی نہیں نہ آئی تو اس کا فائدہ کیا ہے۔

خصوصاً ہمارے ملک ہندوستان میں جہاں ہمارے برادران وطن اور غیر مسلم بھائی اکثر ہندو ہیں ان میں سے اکثر رسمی طور پر ہندو ہیں شعوری طور پر ہندو بالکل نہ کے برابر ہیں، ہمارے ایک بہت بڑے ہندو مذہب کے قائد اور سند سمجھے جانے والے اسکالر

نے یہ بات بتائی کہ ہمارے ملک میں ہزاروں ہندوؤں میں سے کوئی ایک ویدوں کے درشن کر پاتا ہے جب کہ ان کی مرکزی کتاب ہے اور لاکھوں میں کوئی ایک اسے پڑھتا یا پاٹھ کرتا ہے اور بتایا کہ پورے ملک کے تقریباً سو کروڑ ہندو بھائیوں میں ایک سو سے زیادہ ویدوں کو سمجھنے والے نہیں ہیں گویا ایک کروڑ ہندو بھائیوں میں ایک کو چھوڑ کر یہاں سب رسمی ہندو ہیں شعوری ہندو نہیں ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہاں پر دعوت کا کام کرنے کے لئے صلاحیت کی ضرورت نہیں بلکہ جرأت کی اور چونکہ یہ قوم اہل محبت قوم ہے اس لئے محبت کی ضرورت ہے یہاں بس جرأت اور محبت کے ساتھ ''پڑھ کلمہ'' کہنے والوں کی ضرورت ہے، کتنے لوگوں کے بارے میں ہم جانتے ہیں کہ اپنے مدعو پر لمبی مدت سے محنت کر رہے ہیں مگر بس تعارف اور غلط فہمی دور کرنے تک بات رہتی ہے کلمہ پڑھنے کو نہیں کہا جب ان سے پوچھا گیا کلمہ پیش کیا؟ تو کہتے ہیں ہمت نہیں ہوئی اور یہ بالکل حقیقت ہے کہ کلمہ پڑھنے کو کہنے کے لئے ہمت ''پڑھ کلمہ'' کہنے ہی سے آتی ہے۔

سہ ماہی تربیتی کیمپ میں شریک علماء سے یہ حقیر عرض کر رہا تھا کہ زندگی کے ایک پل کا اطمینان نہیں کونسا سانس آخری ہو اور کونسی دل کی دھڑکن آخری ہو اور موت کے بعد پھر ہمیشہ کی ناکامی یا کامیابی اور دوزخ یا جنت اگر آخرت میں جنت دوزخ کا یقین اور ایمان یعنی کلمہ پڑھنے پر نجات کا مدار ہے اس پر یقین ہے تو ہمارے لئے دلیلیں دینا اور خوب سمجھانا کہاں ممکن ہے؟ ایک آدمی کنویں یا نہر میں ڈوب رہا ہو یا آگ کے الاؤ میں گرنے جا رہا ہو تو انسان کیا کرے گا؟ یہ بات عقل کے لحاظ سے کہاں درست ہے کہ کنارے پر کھڑے ہو کر اس کے سامنے لمبی تقریر کرنے لگے: ''حضور یہ کنواں یہ دریا بہت گہرا ہے آپ جب اس میں گریں گے تو معلوم ہوگا کہ آپ کو تیرنا نہیں آتا، آپ نیچے

چلے جائیں گے پھر پانی آپ کو ایک دو بارا اوپر لائے گا پھر آپ پانی کے اندر چلے جائیں گے آپ کے ناک منہ میں پانی بھر جائے گا تو سانس بند ہو جائے گا اور آپ کے پھیپھڑوں میں ہوا کی جگہ پانی بھر جائے گا اور پھر آپ کا دم گھٹنے لگے گا پھر آپ کی آنکھیں باہر آنے لگیں گی پھر آکسیجن نہ ملنے کی وجہ سے خون جمنے لگے گا اور پھر آپ کی زبان باہر آ جائے گی اور پھر آپ ڈوب جائیں گے اور موت واقع ہو جائے گی۔

ہو سکتا ہے کہ آپ کی نعش بھی لوگوں کو نہ مل سکے اور پھر تلاش کرتے کرتے آپ کے گھر والوں کی زندگی جہنم ہو جائے گی اس لئے میری رائے ہے کہ آپ ڈوبنے کا ارادہ ہرگز مت کیجئے آدمی ایسے موقع پر دلائل سے بھری فصیح و بلیغ تقریر کرے گا یا پھر اس ڈوبنے والے کو بچانے کے لئے خود دریا میں چھلانگ لگائے گا اور اس کو ہاتھ پکڑ کر اس کا پاؤں کھینچ کر اس کے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کو باہر نکالنے کی کوشش کرے گا۔ کتنے دیر تیراک ڈوبتوں کو بچانے کے لئے اپنی جان دے چکے ہیں اس کو لمبی تقریر کی نہ فرصت ہوگی نہ یہ بات عقل کے مطابق سمجھی جائے گی۔

کیا آگ کے الاؤ میں گرنے والے سے آدمی لمبی تقریر کرے گا کہ جناب والا الاؤ پر آپ گر رہے ہیں، آپ کو معلوم نہیں کہ آگ کیسی دہکی ہوئی ہے آپ جیسے ہی اس میں گریں گے آپ کے کپڑوں میں آگ لگ جائے گی کپڑے جلنے کے ساتھ ساتھ آپ کے بال اور رواں جلے گا اور ابتدا میں کھال آگ پکڑے گی جس سے آپ کے جسم میں آگ پہنچے گی اور پھر گوشت جلنے لگے گا اگر گھر والوں نے آگ بجھا بھی دی اور آپ اس وقت بچ بھی گئے تو اسپتال میں آپ کو لے جایا جائے گا بستر پر لیٹنا آپ کے لئے مشکل ہوگا جلن آپ کو تڑپا دے گی پھر اس میں مواد پڑ جائے گا اور اس میں بدبو اور تعفن ہو جائے گا تیمار دار آپ کے قریب آتے ہوئے گھبرائیں گے اور آپ مر جائیں گے تو آپ

کی تدفین بھی لوگوں کے لئے مشکل ہوگی آپ ایسا کریں گے یا اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اس کو آگ سے بچانے کی کوشش کریں گے؟

دریا میں گر کر ڈوبنے والے اور آگ کے الاؤں میں کود کر جلنے والے کے پاس جتنا وقت ہے اتنا وقت بھی انسان کے پاس موت سے پہلے کا نہیں ہے اس لئے اسلم تسلم (اسلام لے آؤ سلامتی پا جاؤں گے) اور قُوْلُوْا لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ (لا الہ الا اللہ کہہ دو کامیاب ہو جاؤں گے) کہلوانے کے علاوہ داعی کے لئے کوئی عاقلانہ راستہ نہیں نبی الصادق المصدوق ﷺ نے کیسی سچی بات فرمائی کہ تم لوگ پروانوں کی طرح آگ میں گرے جا رہے ہو اور میں تمھیں کمر پکڑ پکڑ کر باہر نکال رہا ہوں اس لئے تو قرآن مجید نے ۱۲۸/ آیتوں میں پیارے نبی ﷺ کی بے تابی کا ذکر کیا ہے: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ (کہف) شاید آپ خود کو ہلاک کر لیں گے اس غم میں کہ یہ مومن ہو جائیں۔

میں تو بعض مرتبہ اپنے ساتھیوں سے یہ بھی کہتا ہوں کہ آپ میدان دعوت میں جائیں تو اگر مدعو کوئی ایک سوال کرے تو جواب دیں، دوسرا سوال کرے تو بھی جواب دیں اگر وہ تیسرا سوال کرے تو یہ سلسلہ حکمت سے ختم کر کے گھر آ کر دعا کریں ہیڈ آفس سے ہدایت منظور کرائیں۔ سوالات آتے ہی اکثر نہ ماننے کا ارادہ کرنے والے کے ذہن میں ہیں ورنہ صرف ”پڑھ کلمہ“ ہی کافی ہوتا ہے اور کتنی زندگیاں قابل رشک ہو گئیں میں نے آخری صفحہ میں ایک نوجوان کا ذکر کیا تھا جس کو صرف پڑھ کلمہ سے ایمان نصیب ہوا تھا اور اپنے گھر والوں پر کام کے لئے اپنے گھر والوں کے ساتھ رہنا اس کے لئے کتنا مشکل ہو گیا تھا اور اس نے ایک مرتبہ مجھ سے گاڑی کے سامنے کھڑے ہو کر چار دعائیں کرنے کا وعدہ لیا تھا جس سے اس کے ذوق اور ایمانی شعور کا اندازہ ہوتا ہے، پہلی دعا یہ

ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسا ایمان نصیب فرمادے دوسری دعا یہ کہ اللہ کے رسول ﷺ کی محبت حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسی عطا کردے تیسری دعا یہ کہ مجھے بہت بڑا عالم بنادے اور چوتھی یہ دعا جو اس کی خوش گمانی پر مبنی تھی کہ اللہ تعالیٰ کم ازکم آپ جیسا دعوت کا کام مجھ سے لے لے۔

اس لئے یہ حقیر ہر لائن سے دعوت کا کام کرنے والوں کی قدروانی اور اپنے رفقاء سے ان سے استفادہ اور تعاون کی درخواست کے ساتھ اپنے لئے ''پڑھ کلمہ'' والے راستہ کو مناسب سمجھتا ہے اور اسے ان داعیوں سے زیادہ مناسبت ہوتی ہے جو دعوت کی بنیاد جرأت اور محبت کے ساتھ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے شارٹ کٹ پر رکھتے ہیں۔

سوال: اس کے لئے بھی مختصر بات کرنی پڑھتی ہے اور قرآن مجید کی آیات پڑھنی ہوتی ہیں تو اس میں کسی مضمون کو ترجیح دی جائے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ہمارے خالق ہیں اور پیدا کرنے والے سے زیادہ کون جانتا ہے کہ انسان کی نفسیات کیا ہیں قرآن مجید نے جن مضامین کو ترجیح دی ہے ان کو ترجیح دینا چاہیے ،ظاہر ہے توحید رسالت اور آخرت اصل ہیں اور ان میں بھی توحید و رسالت کو ماننا آخرت کی نجات کے لئے ہے تو جنت و دوزخ کا ذکر بھی ہے جو انسان کو کسی بڑے فیصلہ پر آمادہ کرسکتا ہے اور آخرت میں نجات کی بنیاد پر ایمان قبول کرنے والا ایمان پر قائم بھی رہتا ہے اس لئے مدعو کے سامنے جنت و دوزخ کا ذکر جس قدر کیا جائے مفید ہوتا ہے آپ جانتے ہیں ''مرنے کے بعد کیا ہوگا'' کتاب صرف مسلمانوں کے لئے لکھی گئی ہے اور اس کا ترجمہ بھی ہندی میں نہیں ہوا ہے صرف رسم الخط بدلا گیا ہے پوری طرح ہندی جاننے والا اس کو سمجھ بھی نہیں پاتا مگر کتنے لوگ اس کو پڑھ کر الحمد للہ مسلمان ہوچکے ہیں۔

سوال: اسلام قبول کرنے کے بعد فوراً اس کو کس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہئے؟

جواب: اولاً اس کو کفر وشرک سے بچنے پر زور دینا چاہئے پاکی کے مسائل اور نماز وغیرہ کی طرف متوجہ کرنا چاہئے اس کو مرتے دم تک ایمان پر جمنے کی بات سمجھانا چاہئے کہ اصل ضرورت ایمان کی مرنے کے بعد پڑے گی اور اس کو گھر والوں پر کام کرنے کی ترتیب سمجھا کر عملاً آمادہ کرنا چاہئے۔ داعی بنا دینا اس کے سارے مسائل کا علاج ہے اور سچی بات یہ ہے کہ خود ہمارا داعی بن جانا ہمارے ہر مسئلہ کا حل بھی ہے۔

سوال: عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اور یہ حقیقت بھی لگتی ہے کہ اسلام اور مسلمان لوگوں کو خطرہ لگتے ہیں ایسے مخالف حالات میں دعوت کا کام کرنا کتنا خطرناک ہے اور ایسے میں صاف صاف دعوت کی بات کرنا کیا حکمت کے خلاف نہیں ہے۔

جواب: سارے مخالف حالات اور دشمنیاں صرف اس لئے ہیں کہ ہم نے دعوت کا کام نہیں کیا اور اپنی خیر خواہی ثابت نہیں کی ورنہ خیر خواہوں کو کہاں سے خطرہ ہو سکتا ہے ساری مخالفت فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (کیونکہ وہ جانتے نہیں) کی وجہ سے ہے دعوت ہمارے مدعو غیر مسلم بھائیوں کا حق ہے اور حق نہ پہنچانا ظلم ہے اور اللہ کا قہر اور غضب ظالم کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اگر ہم دعوت نہیں دیں گے تو اللہ کے قہر اور غضب کا خطرہ ہے اس لئے دعوت نہ دینے سے خطرہ ہے اور دعوت دینے سے تو: وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (اور اللہ آپ کی لوگوں سے حفاظت فرمائے گا)

اللہ کا شکر ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم یہ کام کرتے ہیں اور دعوت دینا ہمارا قانونی حق ہے اس سے روکنے والا ہندوستان کے قانون کے مطابق مجرم ہوگا اس لئے نہ کرنے پر ڈرنا چاہئے کرنے والے اور حق ادا کرنے والے کو ڈرنے کا کیا مطلب اور اگر بالفرض مشکل آئے بھی تو وہ ساری قربانیاں جو نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ نے کی ہیں وہ اسی ایمان کی دعوت کی راہ میں ہوئی ہیں، تو پھر سعادت سمجھ کر ان کے لئے آمادہ

رہنا چاہئے، حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں کو جانتے ہیں: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا (اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتے)

سوال: اللہ کا شکر ہے کہ مختلف لوگ دعوت کے کام پر لگ گئے ہیں ان کام کرنے والوں میں باہمی تعاون اور کام کو مربوط کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: اس حقیر کا خیال ہے کہ لوگوں کو اپنے اپنے دائرہ میں اور اپنے طریقہ سے کام کرنے دینا چاہئے بس ہر کام کرنے والے کے کام کا اعتراف اور خود اپنی بساط بھر ان کا تعاون اور ان سے استفادہ کرتے رہنا چاہئے بہت زیادہ اتحاد کی کوشش مفید ہونے کے بجائے مضر ہو سکتی ہے ہم جیسے کام کرنے والوں میں اخلاص کی کمی ہے ہی، ہر ایک یہ چاہے گا لوگ میری اقتداء میں کام کریں جو بظاہر ممکن نہیں بس ہم لوگ کام کرتے رہیں اور کم از کم ہر ایک کے ساتھ تعاون کے ساتھ اپنی راہ پر کام کرتے رہیں مجھے ایسا لگتا ہے کہ بس یہیں کافی ہے۔

سوال: آپ اکثر فرماتے ہیں کہ دعوت کی راہ میں بڑی رکاوٹ داعی اور مدعو دونوں کا ایک دوسرے پر عدم اعتماد ہے خصوصاً مسلمانوں کی منفی ذہنیت اس کا کیا علاج ہو؟

جواب: داعی اور مدعو کا رشتہ طبیب اور مریض کا ہوتا ہے اگر طبیب اور مریض کا ہوتا ہے اگر طبیب اپنے مریض کو حریف مخالف اور سازشی سمجھے گا تو علاج کا سوال ہو ہی نہیں سکتا اصل بات یہ ہے اور اس کا علاج عملاً میدان دعوت میں امت کا اترنا ہے میدان دعوت میں جب آخری درجہ کے اسلام دشمن اور مسلمانوں اور اسلام سے دشمنی رکھنے والے لوگوں کو دعوت دیں گے تو اندازہ ہوگا کہ یہ دشمنی کسی عدم واقفیت اور غلط واقفیت پر مبنی تھی ہمارے ایک دوست نے ''ہمیں ہدایت کیسے ملی'' کے عنوان سے چھپے مسلمان ہونے

والے لوگوں کے انٹرویوز ارمغان سے منتخب کر کے ہندی میں چھپوائے ہیں، میرے فون پر ایک صاحب کا ایس ایم ایس آیا، میں بجرنگ دل اور وشو ہندو پریشد کا اسٹیٹ ذمہ دار ہوں آپ جب فرمائیں مجھے بات کرنی ہے میں نے بات کی کوئی گوسوامی جی بول رہے تھے بتانے لگے کہ مجھے ایمبولنس میں بھی مسلمان اچھا نہیں لگتا تھا مگر مجھے ہدایت کیسے ملی' پڑھی تو بالکل سوچ بدل گئی میں نے قرآن مجید بھی پڑھ لیا ہے اب آگے کے مسائل پر بات کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے کس طرح مسائل سے نمٹنا پڑے گا ،میدان دعوت میں جا کر **فانھم لا یعلمون** کی حقیقت سمجھ میں آئے گی۔ یہ منفی سوچ ،مثبت اور خیر خواہانہ سوچ میں صرف دعوت سے بدل سکتی ہے یہیں اس کا علاج ہے۔

سوال: آپ نے ایک مضمون لکھا ہے "ہر مرض کی دوا کی ہے صل علی محمد" جو کتابی شکل میں شائع ہو رہا ہے آپ نے اس میں پوری دنیا کے مسائل کا حل دعوت میں بتایا ہے جب ہم لوگوں سے یہ بات کہتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ غلو اور دعوتی فوبیا ہے اور اسلام مذہب اعتدال ہے اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: بلاشبہ اسلام مذہب اعتدال ہے غلو کسی بھی چیز میں ٹھیک نہیں ہے مگر ہمارے لئے اعتدال کا معیار طے کیا گیا ہے ورنہ تو ہر آدمی اپنے طریقہ اور فکر کو معتدل بتائے گا اور سچی بات یہ ہے کہ کوئی غالی ترین آدمی بھی اپنے کو غلو پر نہیں سمجھتا بلکہ اعتدال پر سمجھتا ہے اس کے لئے اعتدال کی راہ ہمارے لئے عملی طور پر طے کی گئی ہے رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کی شکل میں جب ہم سیرت نبوی پر غور کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہر خیر کے کام میں آپ حد درجہ سبقت لے جانے والے، عبادت میں نماز کا یہ حال ہے کہ ساری ساری رات کھڑے ہیں پاؤں پر ورم آجاتا ہے مگر کسی نے آپ کو یہ نہیں کہا کہ آپ اتنی نمازیں کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ پر نماز کا جنون طاری ہو گیا ہے۔ آپ روزے پر روزے رکھتے

تھے مگر اس کے لئے آپ کو مجنون نہیں کہا گیا، آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا کی ملکیت میں مال ہوتا تو بعض مرتبہ جب تک وہ سارے تقسیم نہ ہو جاتا آپ گھر تشریف نہ لے جاتے ، سائلوں کو واپس نہ لوٹاتے ، قرض لے کر لوگوں کی ضرورت پوری کرتے اور قرض خواہ پھر آپ کو تکلیف پہنچاتے مگر اس کے لئے آپ کو مجنون نہیں کہا گیا، کسی اور خیر یا بھلائی کے کرنے میں آپ کو مجنون نہیں کہا گیا ، قرآن مجید میں نو بار جنون کا لفظ آیا ہے، دو بار دوسرے نبیوں کے لئے اور سات بار ہمارے نبی ﷺ کے لئے ہر مقام پر اسی دعوتی سوز اور لوگ کس طرح ایمان میں آجائیں اس کی فکر میں مجنون کہا گیا اس سے یہ ثابت ہوا کہ اسوہ حسنہ کی روشنی میں اعتدال یہ ہے کہ آدمی پر دعوتی جنون طاری ہو اور وہ لوگوں کو کفر و شرک اور دوزخ سے بچانے کے سوز میں تڑپے لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں دعوتی فوبیاں ہو گیا ہے جنون ہو گیا ہے ہمیں حیرت ہے کہ ہم دعوت دعوت گلے کے اوپر سے چیخ رہے ہیں ، کاش اللہ تعالیٰ دل و دماغ پر رحمۃ للعالمین نبی کریم ﷺ کے جنون و تڑپ اور باخع نفس کا کوئی حصہ عطا فرمادیں۔ یہ حقیر خاص مقام اور وقت میں سب سے زیادہ یہی دعا کرتا ہے کہ ہمیں بھی نبی ﷺ کا تڑپنا نصیب ہو جائے کاش ہمیں دعوتی فوبیا ہو جائے۔

سوال: ہمارے ساتھی کہیں جاتے ہیں تو ہمارے تبلیغی ساتھیوں کی طرف سے بعض مرتبہ بڑی مشکلات سامنے آتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے بڑوں کی طرف سے اس کی اجازت نہیں، اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: یہ بات پہلے میں عرض کر چکا ہوں کہ ہم جیسے بالکل کوڑا کرکٹ کی طرح لوگوں کا دعوت سے لگ جانا اور ہمارے ہاتھوں پر لوگوں کا مشرف باسلام ہونا صد فیصد بانی تبلیغ کے نشانوں اور ان کے نالہ نیم شبی کی کرشمہ سازی ہے میرے حضرت والا ، مجدد تبلیغ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ لگنے والے علماء میں سب سے پہلے لگنے والے

لوگوں میں تھے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ غیر مسلموں میں دعوت کے لئے بنگلہ والی مسجد سے نکلے تھے کہ میواتی حضرات سے ملاقات ہوگئی، جو نیم مرتد تھے ان میں کام شروع کر دیا کہ اجتماعی طور پر کام کا میدان ہے اور پھر ملت میں دعوتی مزاج پیدا کرنے کے لئے یہ کام شروع کیا جس کو وہ ہمیشہ کام کی الف با فرماتے تھے یہ حقیر غیر مسلموں میں کام کو بنگلہ والی مسجد کے کام کی تا تا سمجھتا ہے اور صد فیصد یقین ہے کہ بنگلہ والی مسجد سے یہ کلمہ پورے علام کے ہر انسان تک پہنچے گا اس حقیر کے پاس حضرت مولانا الیاس صاحبؒ اور حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کے خطوط کے فوٹو محفوظ ہیں جن میں دونوں بزرگوں نے یہ بات فرمائی ہے کہ ابھی ہمارا کام کہاں شروع ہوا ہے ہم تو جب کام سمجھیں گے جب لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگیں گے۔

ایک بار دہلی کی ایک بڑی جماعت کے ملک بھر کے داعیوں کے اجتماع میں لوگوں نے اس حقیر سے سوال کیا تھا کہ آپ تبلیغی جماعت کے اکابرین سے غیر مسلموں میں دعوت کی بات نہیں کرتے، تو اس حقیر نے اظہار حقیقت کے طور پر عرض کیا تھا کہ اب دنیا میں دعوت کی فضا بنی ہوئی ہے لوگ بڑی تعداد میں اسلام میں آرہے ہیں ان میں اکثر تعداد وہ ہے جو از خود یا اسلام کے خلاف پروپگنڈہ سے متاثر ہو کر اسلام کا مطالعہ کر کے مشرف باسلام ہو رہے ہیں یا پھر وہ لوگ جو مسلمانوں کی دعوتی کوششوں سے مسلمان ہو رہے ہیں ان کا جب آپ گہرائی سے مطالعہ کریں گے تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ان مسلمانوں کی کوششوں سے مسلمان ہونے والوں میں سب سے زیادہ ہمارے تبلیغی جماعت کے ساتھیوں کی انفرادی کوششوں سے لوگ مسلمان ہو رہے ہیں اور یہ سلسلہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے زمانہ سے ہے، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ سایہ کی طرح رہنے والے رفقاء میں جن دو حضرات کے تذکرہ کے بغیر حضرت

مولانا کی سیرت وسوانح مکمل نہیں ہوسکتی ان میں ایک میاںجی موسیٰ اور حاجی عبدالرحمن اٹاوڑی ہیں جن پر حضرت مولانا الیاس صاحب کو بڑا اعتماد تھا یہ حاجی عبدالرحمن خود ایک نومسلم تھے اوران کے ہاتھوں پر ہزاروں لوگ ،ایک روایت کے مطابق چار ہزار سے زائد لوگ مشرف باسلام ہوئے اس کے علاوہ کرنل امیرالدین جیسے کتنے تبلیغی حضرات دنیا میں ہیں جن کے ہاتھوں پر بڑی تعداد مشرف باسلام ہوئی ،ابھی بھی قبول اسلام کرنے والوں کے لئے ان کی ابتدائی تربیت کے لئے جماعت میں بھیجنے سے زیادہ اورکوئی راستہ نہیں اور الحمد للہ مرکز کے تمام اکابرین اس حقیر کے لئے اور رفقائے کار کے لئے دعا فرماتے ہیں اور اکثر ملاقات پر تعلق اور خاص اوقات اور مواقع پر دعا کا ذکر کیا کرتے ہیں اور بتدریج مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ریل میں بس میں اسٹیشن اور بس اڈہ پر تعلیم میں غیر مسلم ساتھیوں کو شامل کرنے کی بات بھی اجتماعات میں ہمارے بزرگ فرمارہے ہیں ،کہیں کہیں ناسمجھی کی وجہ سے کچھ مخالفت کی بات ہوتو خود آپ کے ساتھ دعوتی کام کرنے والوں کو بھی کسی بات سے اختلاف ہوسکتا ہے۔

سوال: لوگ کہتے ہیں پہلے ہم خود سدھر جائیں، ہماری اصلاح ہو جائے کہ خود مسلمان مرتد ہورہے ہیں ہمیں غیروں کی کیا پڑی ہے، اس طرح کے سوالات کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ ایک طویل موضوع ہے اس کے لئے ارمغان میں کئی مضمون لکھ چکا ہوں دعوت دین کچھ غلط فہمیاں کچھ خام خیالیاں ،جواب کتابی شکل میں ’’دعوت دین کچھ غلط فہمیاں کچھ حقائق‘‘ کے نام سے بازار میں دستیاب ہے اس کو پڑھنا اور پڑھوانا چاہئے۔اس میں اس طرح کے سارے اشکالات کا جواب دیا گیا ہے اور پورے عالم میں پھیلنے والے ارتداد کا حل ملت کو داعیانہ منصب کے لئے باشعور ہونا ثابت کیا گیا ہے

یہ کتاب بہت اہم ہے امید ہے انشاء اللہ کوئی اشکال باقی نہیں رہیگا، اہل علم نے اس کو بہت پسند کیا ہے اور کتنے لوگوں کے ذہن صاف بھی ہوئے ہیں۔

سوال: ماہ مبارک میں ہم لوگوں کو دعوت کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

جواب: ماہ مبارک قرآن مجید کے نزول کے اعزاز میں اللہ کی طرف سے خاص عطائے شاہی کا موسم اور جشن اور ھدی للناس قرآن مجید کی برکات حاصل کرنے کا مہینہ ہے اس مہینہ کو دعاۃ کو اپنے نشانے طے کرنے اور اللہ سے منظور کروانے کے لئے خاص کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے دعوتی منصب کے لئے قبول کرنے کی دعا کرنی چاہئے وہاں سے منظور ہونے کے بعد وسائل اور ضروریات خود حتیٰ کہ ایمان اور دردِ دل سب کچھ عطا ہو جاتا ہے۔اس کے لئے بہت یقین اور تضرع کے ساتھ دعا کرنا چاہئے۔

سوال: داعی کو میدان دعوت میں جس چیز کا لحاظ زیادہ ضروری ہے ان میں سب سے زیادہ مفید بات کونسی ہے بتا دیں؟

جواب: الگ الگ لوگوں کے الگ الگ جوابات ہو سکتے ہیں اس حقیر کا تجربہ ہے کہ کار دعوت کارِ نبوت ہے اس عظیم کام کی عظمت کے ساتھ اپنی نااہلی اور کم مائیگی کا جس قدر احساس ہوگا اللہ تعالیٰ فتوحات کے فیصلے فرماتے ہیں اپنی ناکارگی ، بے عملی ،کم علمی اور نااہلی کے احساس سے تضرع اور مناجات کی توفیق بھی زیادہ ہوتی ہے انسان کے پاس دعا اور سوال کے علاوہ کوئی سہارا ہی نہیں اور جب حد درجہ تضرع کے ساتھ آدمی دعا کرتا ہے تو مولائے کریم کی طرف سے عطا کے فیصلے ہو جاتے ہیں اس کے لئے ماہ مبارک کا مہینہ تو ہے ہی مانگنے کا ہم لوگوں کا منھ کہاں کہ احکم الحاکمین کے دربار عالی میں حاضری دیں ،بس احساس احتیاج اعتکاف کے بہانے در پر ڈالے رکھتا ہے کہ حاجت پوری اس در کے علاوہ کہیں سے ہو نہیں سکتی ،اس لئے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

سوال: قارئین ارمغان کے لئے آپ کا کوئی پیغام؟

جواب: یہ اہل محبت کا ملک ہے، اللہ نے اپنے شاہکار تخلیق انسان کو احسن تقویم خوبیوں کے سانچہ میں ڈھالا ہے، ایسی محبت بھری قوم اور خوبیوں کے سانچہ میں ڈھالی گئی احسن الخالقین کی تخلیق انسان سے مایوس ہونے کے بجائے اس کے حسن کو ظاہر کرنے کے لئے جرأت اور محبت سے میدان دعوت میں اترنا چاہئے، یہاں دعوت کے لئے صلاحیت نہیں بلکہ صرف جرأت اور محبت کی ضرورت ہے، خود ہدایت کے لئے پیاسی انسانیت کے لب سے ٹھنڈے پانی کے پیالے لگانے کی ضرورت ہے، اس جذبہ کے ساتھ میدان دعوت میں اترنا ہر یاس کو آس میں بدلنے کے لئے شاہ کلید ہے۔

مستفاد از ماہنامہ ارمغان، ماہ مئی سے ستمبر ۲۰۱۰ء

۶۵ سی، آئی، ڈی کا قبول اسلام

جناب محمد حسن صاحب (رویندر ملک) سے ایک ملاقات

اقتباس

ایمان کا حق یہ ہے کہ آدمی (دھڑ دھڑی لیتے ہوئے) آگ کے الاؤ میں گرنا اسلام سے پھرنے کے مقابلہ میں آسان سمجھے، بلاشبہ دوزخ کی آگ۔ جب میں قرآن میں دوزخ اور دوزخیوں کا حال پڑھتا ہوں تو میرے تو ہوش خراب ہو جاتے ہیں، کبھی کبھی تو بالکل دل پھٹنے کو ہوتا ہے بس دعا کیجئے کہ اللہ دوزخ کی آگ سے بچائے، میں آٹھ روز کا مسلمان کیا پیغام دے سکتا ہوں، مگر اس ایک مہینہ کے اسلام میں میں نے تجربہ کیا ہے کہ ایمان کو بچانے اور بڑھانے کے لئے اس ایمان کو دوسروں تک پہنچانا سب سے آسان راستہ ہے۔

احمد اواہ : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

محمد حسن : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سوال : بھائی رویندر ملک صاحب آپ پچھلے اتوار کو پھلت تشریف لائے تھے، تو ابی نے آپ کا واقعہ بتایا تھا اب آپ پھر اتوار میں آگئے تو ابی نے حکم کیا کہ میں آپ سے انٹرویو لوں، اصل میں ہمارے یہاں پھلت سے ایک اردو میگزین ''ارمغان'' نکلتی ہے اس میں جن لوگوں کو مالک اپنے کرم سے ہدایت فرما کر کلمہ پڑھنے اور اسلام لانے کی

توفیق دیتے ہیں ان کی آپ بیتی چھاپی جاتی ہے؟

جواب: جی ہاں مولانا احمد صاحب! حضرت صاحب ابھی مجھے بتا کر گئے ہیں میں آج ہی مرادآباد سے آیا ہوں اور پھر جانا بھی آج ہی ہے، اصل میں پچھلے مہینے میرا وہاں ٹرانسفر ہوا تھا اب پھر لکھنؤ ہو گیا ہے، سرکاری نوکری وہ بھی پولیس کی بس بستر بندھا رہتا ہے۔

سوال: آپ کے لئے تو بڑا اچھا ہے، ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: کُنْ فِی الدُّنْیَا کَأَنَّکَ غَرِیْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ (دنیا میں اس طرح رہو گویا تم مسافر ہو یا راستہ پار کرنے والے) آپ کو تو اللہ نے ایسے حالات میں رکھا ہے کہ آپ سفر میں رہتے ہیں۔

جواب: یہ تو جب ہو جب اپنی مرضی سے اپنے کو مسافر سمجھے۔ ہر وقت بستر بندھا رہتا ہے مگر سوچتے یہ ہیں کہ ہزار سال جئیں تو کم ہے ایسے مسافر ہونے سے کیا فائدہ ایسا مسافر تو مولانا صاحب آدمی جب ہی بن سکتا ہے کہ اس کو آخرت ہر وقت اپنے سامنے دکھائی دے جیسا ہمارے نبیؐ کے صحابیوں کا حال تھا کہ جنت دوزخ پر ایسا یقین تھا کہ آنکھوں سے دیکھنے سے کچھ تعجب نہ ہو۔

سوال: بلاشبہ یہ بات تو ہے، ماشاءاللہ ایک ہفتہ میں آپ نے خوب سمجھا؟

جواب: سمجھنے کے لئے ایک منٹ انسان کو کافی ہے مولوی صاحب، اور نہ سمجھنے والے کے لئے سیکڑوں سال بھی بے کار ہیں، گائے بھینسوں کی طرح آدمی جی کر چلا جاتا ہے، اپنے حقیقی گھر کی فکر پیدا نہیں ہوتی۔

سوال: بلاشبہ آپ سچ فرماتے ہیں اچھا آپ برائے کرم پہلے اپنا پریچے (تعارف) کرائیے؟

جواب: سب سے سچا تعارف تو وہ ہے جو قرآن نے کرایا ہے سڑی ہوئی مٹی سے بنایا گیا یا ناپاک بوند سے بنا ہوا انسان ہوں میں ستائیسویں پارہ میں پڑھ رہا تھا اللہ نے کیسی بات کہی کہ اللہ تعالیٰ تمھیں تمہاری ماں کے پیٹوں میں سے جانتے ہیں کیوں اپنی پاکی بگھارتے ہو، ماں کے پیٹ میں ہم ماہواری کا خون پی کر پلے ہیں کل مر کر سڑ کر مٹی میں

جائیں گے اور دو کلو پاخانہ پیٹ میں ہے پسینہ میں بدبو، پاخانہ میں بدبو، پیشاب میں سڑاند اور دو روز منھ صاف نہ کریں تو منہ میں پاخانہ کی سی بدبو بس یہ ہے ایک گندے انسان کا پرتچے، اس پر ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ میں یہ ہوں وہ ہوں۔

سوال: یہ تو بہت حکیمانہ تعارف ہے میں اصل میں خاندانی تعارف کی بات کررہا ہوں؟

جواب: میں ضلع میرٹھ کے ایک گاؤں کے جاٹ خاندان میں ۲؍اکتوبر ۱۹۵۴ء کو پیدا ہوا، میرے پتا جی (والد صاحب) ایک کسان ہونے کے ساتھ ایک سرکاری ملازم بھی تھے میرے تاؤ ڈی ایس پی سے ریٹائر ہوئے ہیں میرے پھوپھا بھی پولیس میں تھے میں نے انٹرمیڈیٹ اور گریجویشن بڑوت سے کیا، پولیس میں انسپکٹر کی ملازمت مل گئی، پانچ سال پہلے میرا پرموشن ہوا اور پولیس انسپکٹر ہوگیا کچھ روز سہارن پور میں رہا دو سال سے مظفر نگر اور میرٹھ میں رہا اس دوران کئی بار مظفر نگر آتا جاتا رہا، جولائی کے شروع تک مظفر نگر سی آئی ڈی میں تھا ایک مہینہ پہلے مرادآباد ٹرانسفر ہوا اور اب پرموشن ہو کر لکھنؤ جانا ہو رہا ہے دو روٹیوں کے لئے جو اللہ نے مقدر میں پہلے سے لکھ رکھی ہیں کس قدر دھکے کھانے پڑ رہے ہیں، کبھی کبھی تو دل بہت دکھی ہو جاتا ہے۔

سوال: اپنے قبول اسلام کے بارے میں بتایئے؟

جواب: آپ کے علم میں ہے کہ مئی کے مہینہ میں کاندھلہ میں دعوتی ٹریننگ کیمپ حضرت نے لگوایا تھا جو ایک ہفتہ چلا تھا۔

سوال: ہاں اصل میں وہ تین مہینے کا کیمپ دہلی میں لگا تھا اس کا ایک ہفتہ کا کیمپ کاندھلہ میں پریکٹیکل کے طور پر لگایا گیا تھا؟

جواب: جی ہاں اسی کیمپ کی بات ہے اصل میں کیمپ سے پہلے کاندھلہ کے حالات اچھے نہیں تھے دو روز پہلے ایک مسلمان نے ایک ہندو کو قتل کر دیا تھا، اس کے علاوہ ایک لڑکی

کے معاملہ میں ہندو مسلم تناؤ چل رہا تھا دو لڑکوں نے ایک ایک کر کے اسلام قبول کیا تھا اور وہ گاؤں سے چلے گئے تھے ان کے گھر والوں نے ہندو تنظیموں کو ساتھ لے کر مسلمانوں کے خلاف مظاہرہ کیا تھا، ایسے میں دعوتی ٹریننگ کیمپ لگا، اصل میں وہ ماحول بظاہر کیمپ کے لئے مناسب نہیں تھا، مگر کیمپ پروگرام کے تحت پہلے سے طے تھا بعض ذمہ داروں نے منع بھی کیا مگر حضرت نے کہا کہ مخالف حالات میں کیمپ کا فائدہ زیادہ ہوتا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ حق دینے والوں اور محبت کا پیغام دینے والے خیر خواہوں کے لئے کوئی مشکل نہیں ہوتی پہلے روز جب کام کرنے والے فیلڈ ورک کے لئے (غیر مسلم بھائیوں کو دعوت دینے کے لئے) گئے تو شر پسندوں میں اشتعال ہوا، اگلے روز 'دینک جاگرن' میں خبر چھپی کہ سعودی عرب سے لوگ آئے ہیں اور وہ دھرم کا پرچار کر کے ماحول خراب کر رہے ہیں اور آپتی جنک (قابل اعتراض) کتابیں بانٹ رہے ہیں، اس سے لوگوں میں شور مچا مسلمان بھی ڈرے کاندھلہ کے ایک ذمہ دار سرپرست نے حضرت صاحب اور ان کے لوگوں سے کہا کہ فی الحال یہ کیمپ بند کر دیں کاندھلہ تھانہ کے انچارج نے بھی مولوی اسامہ کاندھلوی جو مقامی کیمپ کے میزبان اور ذمہ دار تھے، سے زور دے کر اس وقت اس کیمپ کو بند کرنے کو کہا حضرت مولانا سے فون پر مشورہ ہوا اور خیال تھا کہ کیمپ کیرانہ یا شاملی لگا لیا جائے مگر حضرت نے کہا کہ آپ داروغہ سے کہئے کہ یہ ہمارا قانونی حق ہے اور کوئی واقعہ ناخوشگوار ہوگا تب آپ کہنا مولانا اویس نانوتوی جو کیمپ کے ذمہ دار تھے وہ تھانہ انچارج سے ملے اور ان کو مطمئن کر دیا مگر مقامی لوگوں میں خوف تھا ایک ذمہ دار تو کاندھلہ چھوڑ کر چلے گئے کہ فساد وغیرہ نہ ہو جائے، اخبار کی خبر پر مجھے اور میرے ایک ساتھی کو انکوائری کے لئے کاندھلہ بھیجا گیا ہم لوگ پہلے کاندھلہ تھانہ پہنچے، اس کے بعد ہم لوگ ایک پولیس والے کے ساتھ جامع مسجد پہنچے وہاں پر لوگوں نے بتایا کہ ذمہ دار کہیں گئے ہوئے ہیں ہم لوگوں

نے کہا آجائیں تو ان کو بھیج دیں ہم لوگ مسجد سے جارہے تھے کہ راستہ میں دو مولانا ملے ایک مولانا اسامہ جو مقامی طور پر میزبان تھے اور ایک مولوی اویس جو کیمپ کے امیر تھے، دونوں نے ہمیں روکا ہم لوگ تھانہ میں آپ سے ملنے گئے تھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے، مولوی اسامہ کے گھر پر سب لوگ بیٹھ گئے اور مولوی اویس نے ہم سے کہا کہ ہم آپ ایک ماں باپ کی اولاد خونی رشتہ کے بھائی ہیں مرنے کے بعد ہمیشہ کی زندگی ہے جس مالک نے ہمیں پیدا کیا وہ ہمارا آپ کا اکیلا مالک ہے اس نے اس زندگی میں کچھ ذمہ داریاں ہمیں سونپی ہیں اس کے لئے ہمیں معلوم ہوا تھا کہ آپ مظفر نگر سے آئے ہوئے ہیں اس لئے ہم آپ سے مرنے کے بعد کی زندگی کیلئے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں اس لئے ہم تھانہ گئے تھے اس کے بعد قرآن پڑھ کر اللہ کے ایک ہونے اور مرنے کے بعد کے حساب کتاب کے بارے میں بتاتے رہے مولانا صاحب عربی میں قرآن پڑھتے تھے تو دل پر عجیب اثر ہوتا تھا، انھوں نے ہمیں مرنے کے بعد کی آگ سے بچنے کے لئے کلمہ پڑھنے اور مسلمان ہونے کو کہا اور ہمیں حضرت صاحب کی کتاب ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' دی میں نے یہ کتاب لی، دیکھی میں نے کہا یہ تو وہ کتاب ہے جو پھلت والوں کی لکھی ہوئی ہے سب نے کہا کہ ہاں یہ پھلت والے حضرت کی لکھی ہوئی کتاب ہے، میں نے کہا یہ وہ کتاب ہے جس کی پشٹی (تصدیق) مہاراشٹر میں ہو چکی ہے، انھوں نے کہا ہاں یہ وہی کتاب ہے ہم لوگ پھلت والے صاحب کی طرف سے ہی آئے ہیں، میں نے کہا جو سعودی عرب سے لوگ آئے ہوئے ہیں اور آپتی جنک (قابل اعتراض) کتابیں بانٹ رہے ہیں وہ کون ہیں؟ مولانا اویس نے کہا کوئی سعودی عرب سے نہیں آیا وہ ہم لوگ ہی ہیں اور ہم بس یہ کام کر رہے ہیں جس کے لئے آپ سے ملنا چاہتے تھے اور یہی وہ کتاب ہے جو لوگوں کو پیش کر رہے ہیں، ان کی محبت بھری اور خیر خواہی کی باتوں سے ہم دونوں بہت متاثر ہوئے، ہم نے

کہا اب ہم دینک جاگرن اخبار کے نمائندہ کے پاس جائیں گے اس کا آبھار ویکت (شکریہ ادا) کریں گے ایک مٹھائی کا ڈبہ اس کے لئے لے جائیں گے کہ نہ وہ خبر چھاپتے نہ ایسے اچھے لوگوں سے ملاقات ہوتی اور ایسی اچھی باتیں سننے کو ملتیں اور نہ یہ کتاب ملتی۔

سوال: اویس بھائی نے آپ کو کلمہ پڑھنے کے لئے کہا ہوگا، آپ نے کلمہ نہیں پڑھا؟

جواب: نہیں! میں نے ان سے کچھ مہلت دینے کے لئے کہا اور کہا میں اس کتاب کو پڑھوں گا اور دوبار پڑھوں گا پھر آپ سے ملوں گا۔

سوال: اس کے بعد کیا ہوا، آگے بتایئے؟

جواب: ایک انکوائری بڈھانہ کی اور تھی، ہم لوگ بڈھانہ ہوکر مظفر نگر آگئے، رات میں میں نے ''آپ کی امانت'' پڑھی، اس کتاب نے دل اور دماغ کے جالے جھاڑ دیئے، اسلام کے لئے دل میں جگہ ہوگئی میرے ایک دوست ڈاکٹر قمر جن سے ایک سال پہلے ایک کیس کے سلسلہ میں تعلقات تھے، میں نے ان سے اسلام پر کچھ اور کتابیں دینے کے لئے کہا، انھوں نے کہا اچھا ہے ہم لوگ پھلت چلیں، وہاں پر ہمیں صحیح گائڈنس ملے گی، ایک اتوار کو ہم لوگ پھلت گئے مگر مولانا صاحب نہیں ملے مگر وہاں سے ہمیں کتابیں مل گئیں ''اسلام ایک پریچے'' ''مرنے کے بعد کیا ہوگا؟'' اور ''قرآن مجید'' ہندی انواد (ترجمہ) ہم لیکر آئے ان کتابوں کو خاص طور پر جیسے جیسے میں نے قرآن مجید پڑھا اسلام میری پسند بن گیا، مگر پورے سماج سے ٹکر لینا میرے لئے یہ بڑی مشکل تھی، اس لئے میں ہمت نہیں جٹا پا رہا تھا اس دوران میرا ٹرانسفر مرادآباد ہوگیا، مگر بچوں کی پڑھائی کی وجہ سے ابھی گھر شفٹ نہیں کیا تھا، اسکول میں ایک فنکشن تھا اس کی وجہ سے دودن کی چھٹی لے کر مظفر نگر آیا ہوا تھا ابھی رمضان سے چاردن پہلے کی بات ہے میں قرآن پڑھ کر سویا تو میں نے خواب دیکھا ایک حضرت صاحب ایک مسجد میں ہیں، بہت خوب صورت پرکاش (نور) کا چاندی کی طرح ان کا گھیرا بنا ہوا ہے سفید پگڑی میرے سر پر ہاتھ رکھا اور بولے بیٹا تم نے اسلام کو

سمجھ لیا ہے؟ میں نے کہا: اجی! اسلام تو بالکل میری سمجھ میں آ گیا ہے انھوں نے کہا تم نے آپ کی امانت نہیں پڑھی؟ میں نے کہا جی پڑھی ہے انھوں نے کہا سمجھ میں آ گئی؟ میں نے کہا جی بالکل سمجھ میں آ گئی انہوں نے کہا جب سمجھ میں آ گئی تو اسلام کیوں نہیں قبول کرتا؟ دیر کرنے میں نقصان اٹھاؤ گے جلدی کرو، آپ کی امانت ایک بار اور پڑھو، میں وہاں سے واپس ہوا تو ہمارے ڈاکٹر قمر صاحب ملے، بولے ملاقات ہو گئی میں نے پوچھا کس سے؟ انھوں نے کہا ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ سے، میں نے جو باتیں ہوئی تھیں ڈاکٹر صاحب سے بتائیں، ڈاکٹر صاحب نے کہا واقعی بات جو انھوں نے کہی ہے اس سے زیادہ اور کس کی بات سچی ہو سکتی ہے وہ سارے سچوں کے سچے ہیں وہ ایسے سچے ہیں کہ جان کے اور ایمان کے دشمن ان کو سچا، ایمان دار کہہ کر پکارتے تھے، آنکھ کھل گئی صبح کے تین بجے تھے، میں نے چاہا کہ کروٹ بدل کر سو جاؤں مگر نیند نہ آئی گھر میں بچے سو رہے تھے، میں باتھ روم گیا، نہایا اور ڈرائنگ روم میں جا کر 'آپ کی امانت' ایک بار پڑھی، صبح ارادہ کیا مجھے پھلت جانا چاہئے، موٹر سائیکل اٹھائی ڈاکٹر قمر صاحب کے یہاں گیا اتفاق سے وہ منگلور گئے ہوئے تھے، صبح مجھے بچوں کے اسکول میں فنکشن میں شریک ہونے جانا تھا ڈاکٹر سریندر صاحب ایک انگلش میڈیم اسکول چلاتے ہیں، CBSE بورڈ کا معیاری اسکول ہے کئی سائنس اکزی بیشن بھی انھوں نے لگائی ہیں، ان کو حکومت یوپی نے ایوارڈ بھی دیئے ہیں، میں اسکول پہنچا میرے سی آئی ڈی میں ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب میرا خیال رکھتے ہیں، پروگرام کے بعد ان سے ملاقات ہوئی میرے ہاتھ میں 'آپ کی امانت' تھی دیکھ کر بولے یہ کتاب آپ کو کہاں سے ملی؟ یہ تو ہمارے حضرت صاحب پھلت والوں کی کتاب ہے میں نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا آپ ان کو جانتے ہیں؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا میرے اسکول کا انوگریشن (افتتاح) انھوں نے کیا تھا ایک ملا جی ہمارے دوست ہیں وہ مجھے پھلت لے کر گئے تھے وہ بڑی محبت کے آدمی ہیں مجھے بھی یہ کتاب دی تھی، ان کے آشیرواد کی وجہ سے میرا اسکول اتنی ترقی کر رہا ہے، میرے یہاں

اسکول میں وہ تین بار آچکے ہیں، وہ سائنس کے بہت اچھے اسٹوڈنٹ رہ چکے ہیں، میں نے کہا ڈاکٹر صاحب آپ نے یہ کتاب پڑھی ہے انھوں نے کہا پڑھی ہے، میں نے کہا پھر سمجھ میں کچھ بات آئی، انھوں نے کہا یہ کتاب ایسی ہے کہ پڑھنے والا یہ کہہ ہی نہیں سکتا کہ یہ کتاب سمجھ میں نہیں آئی، میں نے کہا پھر آپ نے کیا فیصلہ کیا؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا فیصلہ تو لینا ہی پڑے گا مگر سماج سے لڑنے ہمت نہیں ہوتی، کبھی کبھی رات کو بے چینی ہوتی ہے کہ اگر آج موت ہوگئی تو ایمان کے بغیر نرک (دوزخ) میں نہ چلا جاؤں، سوچتا ہوں کہ صبح کو پھلت جا کر دین لوں گا مگر صبح کو ہمت نہیں ہو پاتی ایک ہفتہ سے تو تین بار حضرت خواب میں آئے ہیں اور کہتے ہیں ڈاکٹر صاحب ہماری محبت کو ٹھکرا کر مکتی (نجات) نہیں ملے گی، پرسوں کہہ رہے تھے کہ ڈاکٹر صاحب مسلمان تو ہونا ہی پڑے گا، میں نے اپنا حال ڈاکٹر صاحب سے بتایا اور کہا چلو دونوں چلتے ہیں، ڈاکٹر صاحب نے کہا حضرت کا ملنا تو مشکل ہے میں نے کہا ڈاکٹر قمر صاحب سے کہہ کر وقت طے کر لیتے ہیں، مجھے بڑا اطمینان ہوا کہ ایک ساتھی اس مشکل اور ضروری سفر کے لئے ساتھ میں ملا، ڈاکٹر قمر صاحب کو فون کیا انھوں نے اگلے اتوار کا وقت طے کیا میں مرادآباد چلا گیا، اتوار تک کا وقت میرے لئے مشکل سے گزرا، بار بار یہ ڈر ہوتا تھا کہ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ دیر کروگے تو نقصان اٹھاؤگے کہیں کچھ ہو نہ جائے خدا خدا کر کے ہفتہ آیا، میں ہفتہ کی شام کو مرادآباد سے مظفرنگر آیا، پھر پچھلے اتوار کو میں ڈاکٹر سریندر اور ڈاکٹر قمر صبح نو بجے پھلت پہنچے وہاں لوگوں نے بتایا کہ صبح دس بجے حضرت مسجد جائیں گے تب ملاقات ہوگی مجھے چونکہ اپنے لکھنؤ ٹرانسفر کی خبر مل گئی تھی، اس لئے اسی دن مرادآباد لوٹنا چاہتا تھا اس لئے جلدی تھی میں نے ایک بچے سے گھر میں کہلوایا کہ مظفرنگر سے سی آئی ڈی والے آئے ہیں آپ سے ضروری کام کے لئے ملنا چاہتے ہیں حضرت صاحب نے کہلوایا کہ بیٹھیں پانی بھجوایا اور کہلوایا کہ نماز پڑھ کر آتے ہیں، حضرت صاحب آئے تو میں نے کہا معاف کیجئے ہمیں جلدی تھی اس لئے کہلوادیا کہ سی آئی ڈی والے آئے ہیں ہوں تو میں سی آئی ڈی انسپکٹر مگر

میں آیا ہوں اپنے مطلب کو حضرت صاحب نے کہا میں تو اس لئے جلدی آیا ہوں کہ آپ ہمارے مہمان ہیں کسی مجبوری میں جلدی ہوگی، آپ اگر کسی سرکار کے سی آئی ڈی ہیں تو مالک کا کرم ہے کہ ہم بھی ایک مضبوط اور بڑی سرکار کے سفیر اور افسر ہیں، ڈاکٹر قمر صاحب کو حضرت خوب جانتے تھے ڈاکٹر سریندر کو بھی پہچانتے تھے، اسکول اور گھر کی خیر خیریت لی ڈاکٹر قمر صاحب نے بتایا کہ یہ رویندر ملک سی آئی ڈی کے انسپکٹر ہیں اور یہ آپ کے ڈاکٹر سریندر پرانے مرید ہیں، یہ کلمہ پڑھنے آئے ہیں حضرت صاحب نے کہا آپ کو کلمہ پڑھوا دینا چاہئے تھا آپ نے اتنی دیر کیوں کی؟؟ اگر ان میں سے کسی کی موت ہو جاتی تو پھر سب کے لئے خطرہ تھا، حضرت صاحب نے کلمہ پڑھوایا اور کہا کہ نام بدلنا ضروری نہیں لیکن اچھا ہے نام بدل لیں، اس کا انسان پر نفسیاتی اثر پڑھتا ہے، کہ کفر و شرک کو چھوڑا ہے کفر و شرک سے جڑا نام بھی آدمی نے چھوڑ دیا، آپ اپنا نام محمد حسن اور ڈاکٹر سریندر اپنا نام محمد حسین رکھ لیں، یہ ہمارے نبی ﷺ کے بہت لاڈلے نواسے تھے، حضرت صاحب نے ہمیں مرتے دم تک ایمان کی حفاظت پر زور دیا اور بتایا کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ ایمان کی اس سچائی کی سب لوگوں خصوصاً گھر والوں کو نرمی اور محبت سے دعوت دیں اور یہ بھی کہا کہ آپ گھر والوں کے ساتھ محبت، نرمی اور اچھا سلوک کریں تا کہ ان کو یہ لگے کہ کسی چیز نے ان میں بہت تبدیلی کی ہے اور وہ اسلام کو اس تبدیلی کا ذریعہ سمجھ کر اسلام کی طرف آئیں۔

سوال: ماشاء اللہ! آپ نے اس کے بعد کام شروع کیا؟

جواب: میں مراد آباد گیا اور اس کے بعد لکھنؤ چلا آیا، راستہ میں ٹرین میں لکھنؤ جانے اور آنے میں دو لوگوں کو دعوت دی الحمدللہ دونوں مسلمان ہونے کے لئے تیار ہو گئے اور میں نے حضرت صاحب سے فون پر کلمہ پڑھوایا، مجھے محسوس ہوا کہ جیسے جیسے میں دوسروں کو ایمان کی دعوت دیتا ہوں اسلام پر میرا یقین اور میرا ایمان بڑھتا ہے۔

سوال: آپ نے نماز وغیرہ سیکھنی شروع کی؟

جواب: اللہ کا شکر ہے میں نے نماز یاد کر لی ہے اور نماز پڑھ رہا ہوں، سارے روزے بھی رکھ رہا ہوں۔

سوال: آپ نے گھر والوں سے بتا دیا کہ میں..........

جواب: میں نے کل رات اپنی مسیز (بیوی) سے بات کی، اور ان کو صاف صاف بتا دیا اصل میں میں اسلام کو تو کئی مہینے سے پڑھ رہا تھا وہ مجھ سے کہتی تھی کہ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ آپ ملاؤں کے چکر میں پڑ گئے ہیں، اور آپ مسلمان ہو جاؤ گے، میں نے رات کو 'آپ کی امانت' پڑھ کر سنائی اس کو بہت پسند آئی اور بولی میں سوچتی تھی کہ اچانک چودھری صاحب کو کیا ہو گیا ہے اس کتاب کی مٹھاس اور محبت نے آپ پر جادو کر دیا ہے، اللہ کا شکر ہے انھوں نے کلمہ تو پڑھ لیا ہے اور ساتھ رہنے کا وعدہ کیا ہے، ہم نے دونوں بچوں کو بھی کلمہ پڑھوا دیا، انشاء اللہ جیسے جیسے اسلام کو پڑھیں گے تو اسلام خود ان کے دل و دماغ کے جالوں کو دور کر دے گا۔

سوال: اب آپ کو لکھنؤ شفٹ ہونا پڑے گا یعنی فیملی کے ساتھ؟

جواب: ظاہر ہے زیادہ دن الگ تو نہیں رہ سکتے، حضرت صاحب نے بتایا کہ لکھنؤ میں میرے لئے زیادہ آسانی رہے گی، رشتہ دار، پریوار کے لوگ ادھر نہیں ہیں دین کو پڑھنے اور ماننے کیلئے ماحول بھی مل جائے گا۔

سوال: بہت بہت شکریہ حسن صاحب، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ آپ کو بھی مبارک ہو اور ہمیں بھی مبارک ہو۔

جواب: دعا کیجئے بس اللہ تعالیٰ ایمان پر جمائے رکھے حضرت صاحب نے بتایا کہ ایمان کا حق یہ ہے کہ آدمی (دھڑ دھڑی لیتے ہوئے) آگ کے الاؤ میں گرنا اسلام سے پھرنے کے مقابلہ میں آسان سمجھے، بلاشبہ دوزخ کی آگ۔ جب میں قرآن میں دوزخ اور دوزخیوں کا حال پڑھتا ہوں تو میرے تو ہوش خراب ہو جاتے ہیں، کبھی کبھی تو بالکل دل پھٹنے کو ہوتا ہے بس دعا کیجئے کہ اللہ دوزخ کی آگ سے بچائے۔

سوال: ارمغان کے پڑھنے والوں کے لئے کوئی اپنا پیغام آپ دیجئے؟

جواب: میں آٹھ روز کا مسلمان کیا پیغام دے سکتا ہوں، مگر اس ایک مہینہ کے اسلام میں میں نے تجربہ کیا ہے کہ ایمان کو بچانے اور بڑھانے کے لئے اس ایمان کو دوسروں تک پہنچانا سب سے آسان راستہ ہے۔

سوال: بہت بہت شکریہ! واقعی کیسی پتہ کی بات آپ نے کہی ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

مستفاد از ماہنامہ ارمغان، اکتوبر ۲۰۰۹ء

(۶۶) آرمیناجا کر اسلام ملا

ایک نومسلم داعیہ ڈاکٹر اسماء علی «کلپنا» سے ایک ملاقات

اقتباس

اسماء بہن، اپنے اللہ اور اللہ کے پیارے رسول ﷺ سے انسان کا اگر والہانہ اور عاشقانہ اور جذباتی تعلق نہ ہو تو پھر انسان کا دل پتھر کی مورتی ہے، اس دل کو دل کیا کہیں گے، اس سے تو پتھر اچھا ہے جو اپنے رحمٰن و رحیم اور کریم اللہ سے اور اس کے لاڈلے رسول ﷺ اربوں درود و سلام ہوں آپ پر، سے بھی عقیدت اور جذباتی تعلق نہ رکھے، اسلام کسی قوم یا برادری کا نام نہیں کہ گوجر کے گھر میں پیدا ہوا تو گوجر، جاٹ کے گھر میں پیدا ہوا تو جاٹ، اور مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا تو مسلمان بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم اور اس کے قانون اسلام کو اپنے لئے خیر سمجھ کر اس کے سامنے خودسپردگی اور اسے ماننے کا نام اسلام ہے، جس کا شعور دعوت کو مقصد زندگی بنائے بغیر نصیب نہیں ہو سکتا۔

اسماء امت اللہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ڈاکٹر اسماء علی: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اسماء بہن آپ کیسی ہیں؟ کب سے آپ کا ذکر سنتی آئی ہوں، آج اللہ نے آپ سے ملوا دیا۔

سوال: میرا ذکر آپ نے کہاں سنا؟

جواب: ڈاکٹر آصف، حضرت کے ایک بہت چاہنے والے مرید ہیں، وہ آپ کا ذکر

کرتے ہیں کہ آپ حضرت کی صاحب زادی اسماء سے ملئے، آپ کو بہت دعوتی فائدہ ہوگا، ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ اسماء نے مجھے دعوت سکھائی ہے۔

سوال: استغفر اللہ، مجھ سے مل کر کیا کسی کو فائدہ ہو سکتا ہے میں کسی کو کیا فائدہ پہنچا سکتی ہوں آپ دہلی کب تشریف لائی ہیں؟

جواب: ہم لوگ دہلی میں ایک ہفتہ سے ہیں، اصل میں سی سی آئی ایم کی طرف سے ایک میڈیکل ورک شاپ تھا اس میں میرے شوہر ڈاکٹر یوسف علی اور میں دونوں شریک ہونے آئے تھے، حضرت کو ڈاکٹر صاحب فون کرتے رہے مگر حضرت کا مسلسل سفر رہا کل راجستھان کے سفر سے واپسی ہوئی تو آج ہم لوگوں کی حاضری ہوئی ہے میرے شوہر کے ساتھ انکے دو غیر مسلم ساتھی بھی باہر ہیں۔

سوال: آپ سے ابی نے بتا ہی دیا ہوگا کہ ارمغان کے لئے مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں؟

جواب: جی حضرت فرما رہے تھے کہ میں ان لوگوں سے باہر بات کروں اتنی دیر میں آپ اسماء کو انٹرویو دے دیں، نومبر میں چھپ جائے گا۔

سوال: جی تو اپنا خاندانی تعارف کرا دیجئے؟

جواب: میرا نام تو اسماء علی ہے۔

سوال: مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ پہلی بار میں اپنی ہم نام بہن کا انٹرویو ارمغان کے لئے لے رہی ہوں؟

جواب: مجھے بھی خوشی ہے کہ ڈاکٹر آصف نے میرا نام آپ کے نام پر اور آپ کی وجہ سے رکھا۔

سوال: جی تو آپ اپنا خاندانی تعارف کرا رہی تھیں؟

جواب: میں گنگا نگر راجستھان کے ایک زمین دار خاندان میں ۹/جنوری ۱۹۷۷ء میں پیدا ہوئی میرے دادا راجستھان میں بی جے پی کے بڑے لیڈر ہیں، کئی بار راجستھان

گورنمنٹ میں وزیر بھی رہے ہیں اکثر ایم ایل اے اور ایک بار ایم پی رہے ہیں، گذشتہ الیکشن میں وہ پہلی بار الیکشن ہارے ہیں، میرے والد صاحب بھی دادا کیساتھ شروع سے رہے انھوں نے ایم بی بی ایس کیا تھا کچھ روز پریکٹس کی بعد میں سیاست سے جڑ گئے ایک بار وہ بھی ایم ایل اے ہوئے میرا نام کلپنا انھوں نے رکھا تھا میرا ایک بڑا اور ایک چھوٹا بھائی ہے۔

بایوسبجیکٹ سے بارہویں کلاس کی ایم بی بی ایس کے داخلہ کے کئی امتحانوں میں پاس نہ ہوسکی تو ہمارے والد نے آرمینیا میں ایم بی بی ایس میں داخلہ کرادیا، وہیں سے میں نے ایم بی بی ایس کیا اور وہیں ڈاکٹر یوسف علی سے میری شادی طے ہوئی کورس میں چھٹیوں کے دوران چوتھے سال میں میری شادی ہوئی اور اسی سال میں نے اسلام قبول کیا آج کل ہم لوگ ہماچل میں ایک ہاسپٹل میں کام کر رہے ہیں۔

سوال: اپنے قبول اسلام کے بارے میں ذرا بتایئے؟

جواب: آرمینیا میں میں زیر تعلیم تھی، میرے کلاس فیلو ڈاکٹر یوسف علی سے میرے تعلقات ہوگئے اگر چہ وہ دین دار گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے، میرا گھرانہ بھی ہندوانہ روایات کا بہت کٹر حامی بلکہ داعی رہا ہے مگر عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ کیسی ہی مشرقی اور مذہبی روایات میں پلے بڑھے لڑکے لڑکیاں ہوں، باہر ملکوں میں جاکر اپنی خاندانی روایات کو بالکل بھول جاتے ہیں بلکہ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ مشرقی روایات کے لوگ نہ جانے کیوں وہاں جاکر یوروپین لوگوں سے بھی زیادہ آزادی اور مغربی طریقوں میں بہ جاتے ہیں، ایسا ہی ہم دونوں کے ساتھ ہوا، بہت ہی جلد ہم دونوں نے طے کرلیا کہ ہم دونوں کو شادی کرنی ہے، یہ خیال کئے بغیر کہ ہم دونوں دو بالکل مخالف مذہبوں اور مخالف سوچ رکھنے والے خاندان کے ہیں۔

سوال: ابی کہتے کہ یہ خیال غلط ہے کہ ہندو اور اسلام دو مخالف مذہب ہیں، بلکہ یہ

فرماتے ہیں کہ اصل میں ہندو مذہب جس کو مذہبی اصطلاح میں سناتن دھرم کہا جاتا ہے دین قیم اسلام کی پرانی بلکہ پہلی شکل ہے اور اسلام اس کی آخری اور کامل ومکمل شکل ہے، وید اگر اللہ کے قانون کی پہلی شکل ہے تو قرآن اس کی فائنل اور آخری شکل ہے، بس یہ ہے کہ سناتن دھرم مذہبی لوگوں کی کارفرمائی سے تحریف کا شکار ہوگیا ہے، مذہب اور دین تو دنیا میں ہمیشہ سے ایک ہی ہے اور ایک ہی رہےگا، ایک اللہ کا قانون پوری دنیا میں ایک ہی ہوسکتا ہے دو نہیں۔

جواب: بات تو یہ بالکل سچی ہے مگر دنیا میں اور جو موجودہ حالات ہیں اس میں تو ہندو مسلم دو بالکل متصادم مذہب سمجھے جاتے ہیں۔

سوال: یہ تو واقعی بات ہے، بتائیے آگے کیا ہوا؟

جواب: ڈاکٹر یوسف علی نے مجھ سے کہا کہ مذہب تو اپنا ذاتی معاملہ ہے شادی سے اس کا کیا تعلق ہے یہ تو پرانے زمانے کی باتیں تھیں، اب دنیا بہت آگے نکل گئی ہے ہم لوگ ڈاکٹر بننے جارہے ہیں تم اپنے مذہب کو فالو کرنا (مانتے رہنا) اور میں اپنے مذہب کو مانتا رہوں گا، ہم لوگ ہندوستان جاکر کورٹ میریج کرلیں گے، میں بھی تیار ہوگئی، ڈاکٹر یوسف علی کے ایک خالہ زاد بھائی ڈاکٹر عابد آرمینیا میں رہتے تھے ان سے ڈاکٹر یوسف علی نے بتادیا وہ بہت دین دار اور نمازی نوجوان تھے انھوں نے ڈاکٹر یوسف علی کو بہت سمجھایا کہ تم دین دار گھرانے کے آدمی ہو تمھارے تائے اتنے بڑے عالم ہیں کسی کافر مشرک سے کسی مسلمان کی شادی ہرگز نہیں ہوسکتی قرآن میں صاف صاف منع کیا گیا ہے ساری عمر حرام کاری ہوگی، اولاد بھی حرام کی ہوگی، مگر ان کی سمجھ میں نہیں آیا دو تین مہینہ تک وہ کوشش کرتے رہے، مجبور ہوکر ڈاکٹر یوسف علی کے گھر اطلاع کردی، ہندوستان سے گھر والوں کے فون آتے رہے ڈاکٹر صاحب کے تایا مولانا حامد علی کے کئی فون آئے، ایک بار ایک گھنٹہ تک بات کی مگر ڈاکٹر یوسف کی سمجھ میں نہیں آیا وہ مسلمان کرنے اور پھر نکاح کو

دردسری سمجھتے تھے ان کو یہ بھی خیال تھا کہ میں بی جے پی کے نیشنل لیڈر کی بیٹی ہوں، میں کسی طرح مسلمان ہونے کو تیار نہیں ہوسکتی، مسلمان ہونے کو کہنے میں میں ان سے ناراض ہوکر ارادہ ترک نہ کردوں اصل میں وہ مجھے بے حد چاہتے تھے مجھے بھی دل چسپی تھی مگر لوگوں کے مزاج ہوتے ہیں کچھ لوگ بہت جذباتی ہوتے ہیں میرے مزاج میں اللہ نے ہمیشہ ٹھہراؤ دیا ہے وہ میرے رویہ سے یہ سمجھتے تھے کہ مجھے کچھ زیادہ ان کی طرف جھکاؤ نہیں ہے پھر یہ بھی خیال تھا کہ ایسے سرکردہ ہندو رہنما کی بیٹی کو مسلمان کرنے سے ایک زبردست لابی ان کی اور ان کے خاندان کی مخالف ہوجائے گی اور نہ جانے بات فسادات وغیرہ کہاں تک پہنچے، ڈاکٹر عابد کوشش کرکے تھک گئے مگر ڈاکٹر یوسف علی مسلمان کرکے نکاح کے لئے آمادہ نہیں ہوئے مگر میرے کریم رحمٰن ورحیم خدا کو تو مجھ کمترین وذلیل بندی پر رحمت فرمانی تھی (روتے ہوئے) اسماء بہن میرے پیارے محسن رسول اللہ ﷺ کروڑوں اور اربوں درود وسلام ہوں آپ پر (روتے ہوئے) آپ کی آل پر، آپ کے اصحاب پر، آپ کے شہر مقدس کے تنکوں پر، آپ نے کیسی سچی بات فرمائی کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی گردن پکڑ کر اللہ تعالیٰ جنت میں زبردستی داخل فرمائیں گے۔ میرا حال بھی اسماء بہن کچھ اسی طرح ہے کہ زبردستی میرے اللہ نے مجھے ایمان والوں میں شامل کردیا، اگرچہ اس کا مجھے احساس ہے کہ ابھی میں نام کی مسلمان ہوں میرے کریم اللہ جس نے مجھے نام کے لئے کلپنا سے اسماء علی بنادیا اس کی رحمت سے ہی کیوں امید نہ کروں کہ وہ ضرور ضرور مجھے میری ساری ناکارگی کے باوجود مومن حقیقی بنادیں گے، میرے اللہ میرے کریم اللہ ماں سے ستر گنا ممتا رکھنے والے میرے رحمٰن ورحیم اور ہادی رب ضرور ضرور مجھے کامل مومنہ نہیں تو کسی درجہ میں ایمان کی حقیقت سے نواز کر اپنے گھر بلائیں گے بلکہ اللہ کے خزانہ میں کیا کمی ہے ضرور ان شاء اللہ ضرور (روتے ہوئے) کامل مومنہ بنا کر بلائیں گے میرے

اللہ ضرور کامل مومنہ بنا کر بلائیں گے (بہت رونے لگتی ہیں)

سوال: آپ تو یہ فرما رہی تھیں، آپ جذباتی نہیں ہیں؟

جواب: اسماء بہن، اپنے اللہ اور اللہ کے پیارے رسول ﷺ سے انسان کا اگر والہانہ اور عاشقانہ اور جذباتی تعلق نہ ہو تو پھر انسان کا دل پتھر کی مورتی ہے، اس دل کو دل کیا کہیں گے، اس سے تو پتھر اچھا ہے جو اپنے رحمٰن و رحیم اور کریم اللہ سے اور اس کے لاڈلے رسول ﷺ اربوں درود و سلام ہو آپ پر، سے بھی عقیدت اور جذباتی تعلق نہ رکھے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ بہن اسماء آپ اس کیفیت کا اندازہ نہیں کر سکتیں آپ مسلمان گھر میں پیدا ہوئی ہیں پلی ہیں۔ بی جے پی کے سرکردہ لیڈر کے یہاں پیدا ہوئی لڑکی کے لئے اس طرح اسلام لانا کیسا عجوبہ ہے یہ احساس رونگٹے کھڑے کر دینے والا ہے اور پھر بغیر طلب اپنی تلاش اور اپنی حاجت کے بغیر میری بہن خواب میں بھی مجھے حق کی تلاش کا تصور نہیں تھا نہ اس کا احساس تھا کہ حق کو تلاش کر کے اس کو ماننا میرے پہلی ذمہ داری ہے، ایسا رواج اور ماحول نہیں تھا، آرمینیا میں میرے ساتھ خاصے مسلم لڑکے لڑکیاں ہندوستانی پاکستانی اور عرب کے بھی پڑھتے تھے مگر ان میں کسی کو بھی دعوت کا احساس نہیں تھا، میرے جاننے والوں میں صرف ڈاکٹر عابد تھے جو بس یہ چاہتے تھے کہ ڈاکٹر یوسف ہندو یا ہندو جیسے نہ بنیں، اس حال میں میرے اللہ کا زبردست کفر و شرک کی آگ میں جلتی ہوئی بندی کو اسلام کے سایہ رحمت میں دھکیل دینا کیسا بڑا کرم ہے اس کا اندازہ آپ کو نہیں ہو سکتا۔

سوال: بلاشبہ بات آپ کی بالکل سچی ہے، یہ احساس خود اللہ کا بہت بڑا کرم ہے جو آپ پر ہے، تو آپ اپنے قبول اسلام کے بارے میں بتا رہی تھیں۔

جواب: ہوا یہ کہ ڈاکٹر عابد جب ڈاکٹر یوسف کو سمجھا کر تھک گئے اور وہ مجھے مسلمان ہونے کے لئے کہنے کو آمادہ نہ ہوئے تو ڈاکٹر عابد میرے قریب ہوئے اور ایک روز مجھ

سے وقت لے کر بات کی اور کہا بتایئے کیا آپ ڈاکٹر یوسف علی سے شادی کرنے والی ہیں ایک ضروری بات آپ سے کرنا چاہتا ہوں ،انسان ایک سماجی حیوان ہے،اسے پل پل خاندان عزیز واقارب کی ضرورت ہوتی ہے،آپ تو بی جے پی کے سرکردہ رہنما کی بیٹی ہیں اگر آپ نے ایک مسلمان سے کورٹ میرج کی تو آپ کے خاندان والے تو آپ سے بالکل کٹ جائیں گے،ڈاکٹر یوسف علی صاحب کے گھر والے بھی آپ کو قبول نہیں کریں گے،اگر آپ مسلمان ہوکر اسلامی طریقہ پر نکاح کرلیں تو میں کوشش کروں گا ڈاکٹر یوسف علی کے گھر والے آپ کو بہو بنا کر قبول کرلیں اور مجھے امید ہے کہ میں ان کو راضی کرلوں گا، ایک خاندان سے آپ کٹیں گی تو ایک خاندان تو آپ کا ہوگا۔

یہ بات ایسی مناسب تھی کہ میرے دل کو لگ گئی ، میں نے ڈاکٹر یوسف علی سے کہا میں مسلمان ہوکر اسلامی طریقہ پر آپ سے نکاح کروں گی ،ڈاکٹر یوسف علی مجھے منع کرتے رہے مگر میرے ذہن میں ڈاکٹر عابد کی بات ایسی بیٹھ گئی تھی کہ میں اس پر اڑ گئی اور میں نے ڈاکٹر یوسف علی سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں صرف اس شرط پر آپ سے شادی کے لئے تیار ہوں کہ آپ مجھے مسلمان بنائیں اور پھر اسلامی انداز میں آپ کے والدین مجھ سے آپ کا نکاح کریں،یہ کام ان کے لئے بہت مشکل لگا مگر ڈاکٹر عابد نے اس میں بہت اچھا رول ادا کیا،انھوں نے ڈاکٹر یوسف کے گھر والوں کو سمجھایا کہ اگر آپ ڈاکٹر یوسف صاحب کا نکاح کلپنا سے نہیں کریں گے تو یہ لوگ کورٹ میرج کرلیں گے، بلکہ وہ کورٹ میرج کررہے تھے ،میں نے بہت کوشش کر کے خاندان کی عزت بچانے کے لئے خصوصاً مولانا حامد علی صاحب کے نام کی لاج بچانے کے لئے مہینوں میں ان کو تیار کیا ہے،بہر حال گھر والے تیار ہوگئے۔

چوتھے سال کی چھٹیاں تھیں، میں نے اس بار گھر والوں سے چھٹیوں میں گھر نہ آسکنے کا بہانہ بنالیا اور کوٹہ ہم لوگ پہنچے ڈاکٹر یوسف علی کے دوست ڈاکٹر آصف ہیں جو اسی

سال مولانا آزاد میڈیکل کالج دہلی سے ایم بی بی ایس سے فارغ ہوئے تھے وہ حضرت مولانا کلیم صاحب سے تعلق رکھتے تھے حضرت کے بالکل عاشق زار ہیں، وہ ملنے آگئے، ڈاکٹر یوسف نے ان کو ساری بات بتائی انھوں نے مجھ سے کلمہ پڑھنے کو کہا کہ شادی جب ہوگی ہو جائے گی، آپ کلمہ فوراً پڑھ لیں موت کا وقت نہ جانے کب آجائے، میں نے کہا جب شادی ہوگی تب کلمہ پڑھیں گے ہم لوگوں نے بہت زور دیا کہ ایک سال اور ایم بی بی ایس کرنے کے بعد ہم لوگ شادی کریں گے، مگر وہ ضد کرتے رہے، انھوں نے کہا کہ کلمہ بھی ابھی پڑھیں اور نکاح بھی فوراً کرلیں، اس لئے کہ قانون اصل اللہ کا ہے اس قانون کے مطابق آپ دونوں کو ملنے دیکھنے اور اس طرح بولنے کا حق نہیں ہے جب تک آپ کا نکاح نہیں ہوگا، آپ زنا کے گناہ گار ہوتے رہیں گے، ڈاکٹر آصف ماشاء اللہ بہت دیندار ڈاکٹر ہیں دیکھنے سے مولانا سے لگتے ہیں میرے شوہر ان سے بہت تعلق رکھتے ہیں، ان کے زور دینے پر یوسف اور ان کے گھر والے راضی ہو گئے میں نے کلمہ پڑھا اور ڈاکٹر آصف نے میرا نکاح پہلے بس چند گھر والوں کے سامنے مہر فاطمی پر پڑھایا، میرا نام اسماء علی رکھا اور بتایا کہ ہمارے حضرت کی صاحب زادی کا نام اسماء ہے جو حضرت کے بقول ان کی دعوت کی استاذ ہیں، ان کے نام پر میں نے آپ کا نام رکھا ہے انشاء اللہ، اللہ آپ سے بہت کام لیں گے۔ بعد میں مولانا حامد علی کو معلوم ہوا انھوں نے میرا نکاح دوبارہ پڑھایا اور عدالت سے رجسٹریشن اور قانونی کاروائی پوری ہوئی۔

نکاح کے ایک ہفتہ بعد ڈاکٹر آصف کی فرمائش اور ضد پر ان کے گھر دہلی آئے، ڈاکٹر آصف کی بہن ایک گرلس اسکول میں پڑھاتی ہیں، ارمغان ان کے یہاں پابندی سے آتا ہے، انھوں نے مجھے سب سے پہلے حضرت کی کتاب ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' پڑھنے کو دی اور مجھے زور دیا کہ اس کتاب کو آپ کم از کم تین بار پڑھیں، تو آپ کو

معلوم ہوگا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیسا کرم کا معاملہ کیا ہے، ڈاکٹر آصف صاحب کی بہن صفیہ باجی بہت ہی قابل اور بڑی محبت بھری شخصیت ہیں، میں پہلی ملاقات میں ان سے بہت متاثر ہوئی، اور میں نے ''آپ کی امانت'' تین بار پڑھی، چھوٹی سے اس کتاب کے تین بار پڑھنے نے اسلام کو میری سب سے بڑی ضرورت کے ساتھ میری پہلی پسند بنا دیا، میں مسلمان اتفاقاً ہوئی تھی مگر الحمد للہ اب شعوری طور پر مسلمان ہوگئی تھی، میں نے ڈاکٹر آصف صاحب سے درخواست کی کہ میں چاہتی ہوں کہ اللہ نے مجھے اپنے فضل سے زبردستی بنایا ہے تو میرے شوہر جو میری زندگی کے ساتھ ہیں اور جن کے سایہ میں مجھے اپنی پوری زندگی گزارنی ہے وہ بھی مسلمان ہو جائیں وہ مسلمان گھرانے میں پیدا تو ضرور ہو گئے ہیں مگر وہ مسلمان کہاں ہیں، جو مجھ سے غیر اسلامی طریقہ پر کورٹ میریج کرنے پر تیار ہیں، مسلمان کسی قوم کا نام نہیں، بلکہ اللہ اس کے رسول ﷺ کی شریعت کے سامنے اپنے کو سرنگوں کرنے اور اسے ماننے کا نام ہے میری خواہش ہے کہ میرے شوہر بھی مسلمان ہو جائیں، انھوں نے چھٹیوں میں ایک چلہ کے لئے جماعت میں جانے کا مشورہ دیا، شروع میں یہ بات ڈاکٹر یوسف علی کے لئے بڑی مشکل تھی مگر میں نے بھی ضد کی اور ڈاکٹر آصف نے بھی ضد کی وہ زبردستی راضی ہو گئے مگر جاتے وقت ان کو بہت زور پڑ رہا تھا وہ خود کہتے ہیں کہ ڈاکٹر آصف جب مجھے جماعت میں جانے سے پہلے حضرت مولانا کلیم صاحب کے یہاں لے کر گئے مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ مجھے گرفتار کر کے جیل میں لے جا رہے ہیں، چالیس دن میں کیسے گزاروں گا، مگر او کھلا جا کر حضرت سے ملاقات ہوئی حضرت نے چند منٹ بات کی، تو وہ خوش دلی سے جماعت میں جانے کے لئے تیار ہو گئے، ممبئی کی ایک جماعت کے ساتھ ان کا وقت متھرا میں لگا اور الحمد للہ وہاں سے باقاعدہ داڑھی بلکہ اگر یہ کہوں کہ میرے شوہر مسلمان ہو کر واپس آئے تو یہ بھی سچ ہوگا۔

سوال: اس کے بعد آپ واپس آرمینیا گئیں؟

جواب: ہمیں واپس آرمینیا ایم بی بی ایس مکمل کرنے جانا تھا جانے سے پہلے ہم لوگ حضرت سے ملنے کیلئے گئے حضرت نے ہمیں سمجھایا کہ اسلام قبول کر کے گویا آپ کی نئی زندگی شروع ہوئی ہے اب آپ مسلمان اور صرف مسلمان ہیں بلکہ خیر امت کے ایک فرد ہونے کی حیثیت سے داعی ہیں، مسلمان کو جہاں بھیجا جاتا ہے دعوت کے لئے بھیجا جاتا ہے اب آپ اپنی نیت ایم بی بی ایس مکمل کرنے کی نہ کر کے آرمینیا میں دعوت کی نیت سے جائیے الحمد للہ ہم دونوں نے نیت کو ٹھیک کیا چلتے وقت حضرت سے بہت دعا کی درخواست کی اور ہم دونوں نے ڈاکٹر آصف کے مشورہ پر حضرت سے بیعت بھی کی اور دعوت کے مقصد سے اس بار کے سفر کا عہد بھی کیا، الحمد للہ اس نیت کی برکات کھلی آنکھوں دکھائی دیتی رہیں، اسماء بہن شاید آپ یقین نہ کریں ایک سال میں میں نے قرآن بھی ایک عرب لڑکی سے پڑھا، اردو پڑھی، عربی زبان مجھے ایک درمیانی عالمہ کی طرح آ گئی ہے اکثر ماثورہ دعائیں یاد ہو گئیں اور پاکستان سے منگا کر میں نے سیکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا۔

سوال: آپ کے ایم بی بی ایس کا کیا ہو؟

جواب: دین کو بلکہ دعوت کو مقصد بنانے کی برکت سے میں نے پچھلے چار سالوں سے زیادہ فائنل ایئر میں نمبر حاصل کئے۔

سوال: دعوت کی نیت کا کیا ہوا؟

جواب: اصل تو وہی بتانا ہے دعوت ہماری زندگی کی دھن تھی، الحمد للہ آرمینیا، بنگلہ دیش، انڈیا، پاکستان کے ۱۲۱ لڑکے لڑکیاں اور ہمارے کالج کے چھ اساتذہ مسلمان ہوئے۔

سوال: پاکستان اور بنگلہ دیش کے غیر مسلم کہاں سے آ گئے؟

جواب: بنگلہ دیش کے دو برہمن اور چار سندھی ہندو پاکستان کے جو الحمد للہ بڑے اچھے ڈاکٹر

بن کر دعوت کی نیت کر کے واپس ہوئے ہیں ہندوستان آ کر احساس ہوا کہ وہاں کام کرنا زیادہ آسان ہے اگر آدمی کو دھن لگ جائے تو کام یہاں بھی آسان ہے مگر وہاں زیادہ آسان ہے۔

سوال: آپ کو ہندوستان لوٹے ہوئے کتنا زمانہ ہو گیا، آپ نے یہاں دعوت کا کام نہیں کیا آپ لوگ حج کو بھی تو گئے تھے؟

جواب: ہمیں واپس آئے چوتھا سال ہے، الحمد للہ ہم جہاں بھی رہے باقاعدہ عورتوں کا اجتماع اور ہمارے شوہر باجماعت نماز کا اہتمام کرانے لگتے ہیں دو سال ہم دہلی میں رہے، صفدر جنگ اور رام منوہر لوہیا اسپتال میں کام کیا اب دو سال ہماچل میں ہونے والے ہیں، الحمد للہ ۲۸ ڈاکٹر میری دعوت پر مسلمان ہو گئے ہیں جن میں چھ لڑکیوں کی مسلمانوں سے شادی ہو گئی ہے، چند ایسی ہیں جنھوں نے اعلان نہیں کیا ہے، میرے شوہر اور ہمارے وسیلہ سے ایک سو سے زائد لوگ اللہ نے ہدایت یاب فرمائے ہیں، ان میں ایک آل انڈیا کے بہت بڑے افسر بھی ہیں جواب ریٹائر ہو گئے ہیں مگر ظاہر ہے ابھی بہت کمی ہے ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔

سوال: آپ کے گھر والوں کا کیا ہوا؟

جواب: میں نے آرمینیا سے آخری سال میں فون پر شادی کی اطلاع دیدی تھی، میرے والد اور دادا نے فون پر کہہ دیا کہ تو تو ہم سے مر گئی ہے ہمیں فون مت کرنا، اس کے بعد سے میرا فون ریسیو نہیں کرتے ہیں آواز سنتے ہی کاٹ دیتے ہیں انھوں نے اپنے علاقے میں اور لوگوں میں میرے بارے میں بتا دیا ہے کہ کلپنا آرمینیا میں جا کر مر گئی ہے۔

سوال: آپ نے ان سے رابطہ کی کوئی صورت نہیں نکالی؟

جواب: میں بہت خط لکھتی ہوں مگر وہ جواب نہیں دیتے، میرے گھر والے ایک کٹر تنظیم سے سیاسی طور پر وابستہ ہیں، مگر ذاتی زندگی میں اکثر لوگ اچھے انسان ہیں نہ جانے میرے خاندان کا کیا ہوگا میں حضرت سے جب بھی ملتی ہوں بہت گزارش کرتی ہوں، پچھلی بار جب میں گرمیوں

میں آئی تھی تو حضرت کے ہاتھ پکڑ کر خوب روئی حضرت میرے خاندان کا کیا ہوگا حضرت میرے دادا میری دادی، میری ممی، میرے بھائی میرے انکل اگر کفر میں مر گئے تو کس طرح دوزخ میں جلیں گے حضرت، بہت عجیب سے ہو گئے مگر مجھے احساس نہ ہونے دیا ، ذرا مجھے ہوش سا آیا تو حضرت نے سمجھایا کہ شریعت کا ہر حکم ہمارے لئے اصل ہے آپ شریعت کی نگاہ میں میرے لئے نامحرم ہیں برقعہ پہننے سے حدود ختم نہیں ہوتیں اگر آپ جذبات میں شریعت کے احکام کا لحاظ کرنے کی عادت نہیں ڈالیں گی تو شیطان آپ کو برباد کر دے گا۔

سوال: برقعہ آپ نے کب سے پہننا شروع کیا؟ آپ کو اسپتال میں دقت نہیں ہوتی؟

جواب: الحمدللہ تیسرا سال ہے جب میں نے برقعہ پہننا شروع کیا، کچھ لوگ ذرا اجنبیت محسوس کرتے ہیں مگر اکثر لوگ مرعوب ہوتے ہیں۔

سوال: قارئین ارمغان کے لئے کچھ پیغام آپ دیں گی؟

جواب: پہلی درخواست تو میرے خاندان والوں کی ہدایت کے لئے دعا کی ہے اور دوسری درخواست یہ ہے کہ اسلام کسی قوم یا برادری کا نام نہیں کہ گوجر کے گھر میں پیدا ہوا تو گوجر، جاٹ کے گھر میں پیدا ہوا تو جاٹ، اور مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا تو مسلمان بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم اور اس کے قانون اسلام کو اپنے لئے خیر سمجھ کر اس کے سامنے خود سپردگی اور اسے ماننے کا نام اسلام ہے، جس کا شعور دعوت کو مقصد زندگی بنائے بغیر نصیب نہیں ہو سکتا۔

سوال: بہت بہت شکریہ ڈاکٹر اسماء علی! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، شکریہ تو آپ کا اور حضرت کا کہ مجھے ارمغان کی بزم دعوت میں حصہ دار بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔

مستفاد از ماہنامہ ارمغان، نومبر ۲۰۰۹ء

۶۷ نبی کا کام کیے بغیر حقیقی مسلمان نہیں ہو سکتا

ایک بالکل امی اور مخلص داعیہ فاطمہ سے انٹرویو

اقتباس

چاروں طرف بغیر ایمان کے لوگ آگ میں چلے جا رہے ہیں مگر کچھ بھی خیال نہیں مجھے تو جب معلوم ہو کہ کوئی ہندو مر گیا دیر تک نیند نہیں آتی ایسا لگے جیسے میں مری ہوں اور جل رہی ہوں اتنی تکلیف مجھے ہوتی ہے، اصل دعوت تو یہی ہے کہ پیارے رسول ﷺ کے دسترخوان پر لوگوں کو بلایا جائے، سچی بات یہ کہ اس کام میں لگنے سے پہلے بلکہ میں کیا اس کام میں لگی پتہ نہیں اللہ کو کیا اس گندی پر ترس آیا اللہ میاں نے ہمیں زبردستی کام میں لگا دیا۔

اسماء ذات الفوزین: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

فاطمہ: وعلیکم سلام جی

سوال: آپ کی پیدائش کہاں ہوئی؟

جواب: میرا میکہ کاندھلہ کے پاس جاٹوں کا ایک گاؤں ہے، میرے ابا کا نام عبدالرشید ہے وہ کھدر بیچتے تھے۔

سوال: آپ کی شادی کہاں ہوئی؟

جواب: میری پہلی شادی بڈھانہ کے پاس سلطان پور گاؤں میں ہوئی تھی میرے شوہر

اچانک بہت بیمار ہوئے اور ان کا انتقال ہو گیا وہ ٹی بی کے مریض تھے اس کے بعد محمد پور میں میری شادی ہو گئی معین الدین ان کا نام ہے میرے شوہر سیدھے آدمی ہیں، پانی پت میں کھدر بیچتے ہیں وہ دو باتوں کا بہت خیال رکھتے ہیں ایک تو سو روپے میں ڈھائی روپے سب سے پہلے نکالتے ہیں دوسرے بالکل ایمان داری سے کپڑے بیچتے ہیں۔

سوال: محمد پور میں کتنے مسلمان ہیں؟

جواب: محمد پور میں مسلمان بس تھوڑے سے گھر ہیں ہندوؤں کا گاؤں ہے، چھوٹی سی ایک مسجد ہے مسلمان بھی بس نام کے ہیں۔

سوال: آپ کو کو یہ دین کے کام سے کیسے دلچسپی پیدا ہوئی؟

جواب: میں ان پڑھ، جاہل، دین سے بالکل دور نام کی مسلمان تھی ہمارے گاؤں میں ایک جاٹ کی گھر والی مر گئی اس نے کسی دوسری عورت کو رکھ لیا پہلی عورت کی دو جوان لڑکیاں تھیں وہ میرے پاس آیا کرتی تھیں، میں چوڑیاں بیچتی تھی وہ مجھے امی کہا کرتی تھیں گاؤں کے اکثر بچے بچیاں مجھے امی کہتے تھے گاؤں والے سبھی مجھ پر اعتماد کرتے تھے، جس کو کوئی کام ہوتا، سودا منگوانا ہوتا میں لا دیتی کسی کو کوئی دکھ تکلیف ہوتی میں بڈھانہ لے جا کر دوا دلواتی، جاٹ اور دوسرے لوگ اپنی جوان بچوں اور بچیوں کو میرے ساتھ بھیج دیتے ان دونوں لڑکیوں کو سوتیلی ماں اور باپ نے بہت ستایا، وہ لڑکیاں مجھ سے کہنے لگیں امی مجھے تو اسلام دھرم اچھا لگے ہمیں تو کہیں مسلمان کروادے میں نے سوچا دو پریشان حال لڑکیاں پریشانی سے بچ جائیں گی اور دوزخ کی آگ سے بھی بچ جائیں گی میں ان کو لیکر مرکز نظام الدین چلی گئی وہاں آپا جی نے ان کو کلمہ پڑھوایا ایک کا نام 'انوری' اور دوسری کا نام 'سروری' رکھ دیا ہندی کی کتاب لیکر وہ نماز یاد کرنے لگیں اور پھر پابندی سے نماز پڑھنے لگیں مجھے بھی شرم آئی کہ یہ کل کی مسلمان تو نماز کی ایسی پابند اور میں پرانی مسلمان نماز سے دور؟

میں نے بھی نماز شروع کردی، مجھے یہ بھی خیال آیا کہ ان مٹی کی بنی ہوئی لڑکیوں کی شرم میں تو تُو نماز پڑھے اور اپنے اللہ کے حکم کی شرم نہیں، میں نماز میں خوب روئی اور دعا کی میرے اللہ میاں! مجھے معاف کردو، میں اب آپ کے حکم اور آپ کی محبت میں نماز پڑھوں گی۔

پھر میں نے ان دونوں لڑکیوں کے رشتے تلاش کئے اور پانی پت میں دو اچھے مسلمان تیار ہوگئے دونوں کے نکاح کروائے، اللہ کا شکر ہے کہ بہت خوشی خوشی ان کی گزر ہو رہی ہے۔ اس کے بعد میں محمد پور آئی ہمارے یہاں کا ایک بہت بڑا بدمعاش جاٹ کا لڑکا بڑھانہ کے قصائیوں کے ساتھ آ کر آپ کے یہاں پھلت میں مسلمان بنا تھا حضرت جی نے اس کا نام اسلم رکھا تھا میں نے سوچا کہ وہ اب نمازی ہوگیا اور اپنے سارے برے کام چھوڑ دیے، تو مجھے اور بھی خیال آیا کہ ایسا بڑا بدمعاش مسلمان ہوکر سدھر جائے تو یہ جو لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں اگر یہ دین لے لیں اور مسلمان ہو جائیں تو کتنا اچھا ہو۔

میں آنے والی عورتوں اور لڑکیوں کو سمجھانے لگی مجھے کچھ آتا تو ہے نہیں جو کچھ اللہ کہلواتا میں کہتی، پہلے ایک دو لڑکیاں اور اس کے چھ مہینے کے بعد ایک اور لڑکی تیار ہوئی میں نے ان کو دہلی لے جاکر مسلمان کرلیا اور اللہ نے رشتے بھی دلوا دیے ان کی شادیاں بھی ہوگئیں۔

سوال: آپ کو جوان پرائی لڑکیاں لے جاتے ہوئے ڈر نہیں لگا؟

جواب: پہلی دفعہ ڈر لگا، مگر میں نے سوچا کہ گاؤں کے لوگ مجھ پر اعتماد کرتے ہیں اگر کسی نے دیکھ لیا تو کہہ دوں گی کہ دوا دلانے لے جا رہی ہوں یا علاج کروانے لے جا رہی ہوں اور بات سچی بھی تھی کہ اصل علاج کروانے لے جا رہے تھے مگر بعد میں ڈر نکلتا گیا اپنے اللہ پر بھروسا ہوتا گیا میرے دل میں تھا کہ اگر کوئی کہے گا تو صاف کہہ دوں گی کہ نرک سے بچانے کے لئے لے جا رہی ہوں مگر اللہ کا شکر ہے کہ کوئی نہیں ملا نہ کسی کو مجھ پر شبہ ہوا۔

سوال: اس کے بعد بھی آپ نے کسی پر کام کیا؟

جواب :ایک زمین دار باپ کا لڑکا میرے گھر کی دکانوں میں دواؤں کا اسٹور کرتا تھا وہ ڈاکٹر بھی تھا وہ مجھے نماز پڑھتے دیکھتا تھا، ایک دن مجھ سے کہنے لگا، اری اماں! تو یہ نماز کیوں پڑھتی ہے؟ سامنے موم بتی جل رہی تھی میں نے کہا بھیا! میرے بھیا! ذرا اپنی انگلی موم بتی میں لگا وہ کہنے لگا میں کیوں لگاؤں جل نہیں جائے گی؟ میں نے کہا بیٹے جب تو ذرا سی موم بتی میں انگلی نہیں جلا سکتا تو دوزخ کی آگ کو کیسے سہن کرے گا؟ پھر میں نے اس سے کہا تو نے کسی ہندو کو مرتے نہیں دیکھا؟ اس نے کہا دیکھا ہے، میں نے کہا اسے جلتے ہوئے بھی دیکھا ہے اس نے کہا دیکھا ہے، میں نے کہا تو نے نہیں دیکھا ورنہ تو ہندو نہیں رہتا دو روز کے بعد ایک ہندو عورت مرگئی، پھر اس کو شمشان لے گئے وہاں اس کو آگ لگا دی سارا کفن جل گیا وہ ننگی ہوگئی پھر لاٹھیوں سے اس کے سر کو پھوڑا اور بری طرح جلایا اتفاق سے اگلے روز ایک مسلمان دھوبی مر گیا وہ اس کو دیکھنے گیا بہت اچھی طرح نہلایا گیا اہتمام سے کفن پہنایا گیا خوشبو لگائی گئی کتنے پیار سے اس کو قبر میں اتارا گیا جب لوگ مٹی ڈالنے لگے تو اس نے کہا میں بھی مٹی ڈال دوں؟ لوگوں نے کہا اگر تو نہایا دھویا ہو تو مٹی ڈال دے ورنہ ہاتھ مت لگانا، اس کے دفنانے کے بعد جب وہ واپس آیا تو بالکل چپ چپ رہنے لگا۔

میں ایک دن بڈھانہ گئی تو ایک حدیث کی کتاب اس کے لئے لے آئی وہ اس کو پڑھتا وہ چپکے چپکے نماز پڑھنے لگا اس نے اپنی بیوی سے بتایا وہ بیوی اس کو نماز پڑھاتی رہی پھر اس کی بیوی نے گھر کے لوگوں کو بتا دیا گھر کے لوگوں نے اس پر ظلم شروع کئے کیسے کیسے پہاڑ اس پر ٹوٹے، اس کو دیکھ کر ہم سب بھی روتے رہتے وہ پٹتا رہتا اور کہتا رہتا تم میرا گلا کاٹ دو میں اپنے رب سے یہ کہہ دوں گا کہ تیرے لئے میں نے زبان کٹوا دی، اس کو کمرے میں بند کر کے مرچیوں کی دھونی دی، ایک دن جان بچا کر وہ میرے گھر میں گھس گیا مجھے خبر نہیں ہوئی، اس کے گھر والے میرے پیچھے پیچھے گھر میں آگئے میرے گھر کی

تلاشی لی میں بے فکر تھی کہ وہ میرے گھر میں نہیں ہے میں نے چوھانے کے لئے کہا کہ اوپر چوپارے میں دیکھ لو؟ وہ چوپارے میں گئے وہاں تین گٹھریاں سرسوں کی لکڑیوں کی کھڑی تھیں، میں نے ان سے کہا ان لکڑیوں کو بھی دیکھ لو کہیں ان کے پیچھے چھپ رہا ہو؟ انھوں نے لکڑیاں ہٹا کر دیکھیں پھر چلے گئے جب میں کواڑ بند کر کے اوپر گئی تو وہ ان لکڑیوں میں سے نکلا، کہنے لگا اری امی! اگر میرے اللہ یہاں ان کو اندھا نہ کرتے تو، تو مجھے مروا ہی دیتی اس نے بتایا جب وہ مجھے دیکھنے آئے تو میں لکڑیوں کے پیچھے کھڑا تھا، میرا سر اوپر دکھائی دے رہا تھا مگر ان میں سے کسی کو نہیں دکھائی دیا اس کے بعد ہی ہمیں سچا ایمان نصیب ہوا میرا لڑکا انتظار بھی اگلے روز جماعت میں چلا گیا میری بچیاں بھی نماز پڑھنے لگیں میرے دونوں بھائی بھی الحمد سے یہ قصہ سن کر جماعت میں چلے گئے۔

سوال: اس کے بعد کیا ہوا؟

جواب: حسین پور کے مولانا معاذ اور حافظ نواب اس کو لیکر پھلت آئے اور حضرت جی نے اس کو کلمہ پڑھایا اس کا صہیب نام رکھا اور جماعت میں بھیج دیا۔

اس کے بعد اس کے گھر والے ہمیں ستانے لگے روز آتے کہ یا تو اس کا پتہ بتاؤ ورنہ تیرے گھر کے سب لوگوں کو مار دیں گے۔ ایک دن جب لوگوں نے بالکل مارنے کی ٹھان لی تو میں بچوں کو لیکر بڑھانہ آ گئی اور گھر کو تالہ لگا دیا سوچا کہ گھر کو اکھاڑ کر دوسرا بنا لیں گے مگر وہاں کے جاٹوں نے ایک چیز بھی نکالنے نہیں دی اور روزانہ پولیس بڑھانہ آتی جب لوگ مجھے ستانے لگے تو میں سٹھیری آ گئی پھر پھلت آ کر حضرت جی سے مرید ہو گئی،

سوال: تم نے یہ سب گھر بار چھوڑا، کیا تمہیں اس کا دکھ نہیں ہوتا؟

جواب: سچی بتاؤں، پہلے تھوڑا تھوڑا ہوتا تھا پھر میں نے سوچا کہ دین کے واسطے اللہ کی محبت میں چھوڑا ہے تو خوش ہونے لگی۔

میرے شوہر کو بہت دکھ ہوتا ہے وہ کہتے بھی ہیں کہ تو نے ہمیں برباد کر دیا، میں نے ان سے کہہ دیا کہ اپنے دین کے لئے اللہ کی محبت میں اپنے پیارے رسول ﷺ کے راستہ پر چلنے کے لئے اگر تم بھی چاہو تو مجھے چھوڑ دو اپنے منھ سے ایسی بات کہنا گناہ ہے، مگر ایک دن وہ کہنے لگے تو مجھے مروا دے گی، میں تو تجھے طلاق دے دوں گا تو میں نے یہ (مذکورہ) بات کہی۔

سوال: تمہارے بچوں کا ان حالات میں کیا خیال ہے؟

جواب: بچوں کا بالکل دکھ نہیں، میرا لڑکا انتظار چودہ سال کا ہے وہ یوں کہہ رہا تھا امی ابھی تو ہم نے گھر ہی چھوڑا ہمارے نبی ﷺ کو فاقے ہوتے تھے ابھی تو ہمیں فاقوں کا بھی انتظار ہے میری دونوں بچیاں شائستہ اور گلستاں بہت خوش ہیں وہ کہتی ہیں امی سامان کیا چیز ہے وہ تو مر جاتے جب بھی چھوٹ جاتا ہمارے کہاں نصیب کہ نبی کی نقل میں گھر چھوڑتے

سوال: آپ کے میکہ والے ان حالات میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: میرے میکہ والے سب مجھ سے ناراض ہیں وہ نہ جانے کیسے لوگ ہیں کیا ہو گیا ان کو؟ جس کے گھر جاتی ہوں اپنے گھر میں گھسنے نہیں دیتے کہتے ہیں کہ تو ہمیں مروا دے گی میرے ابا کہنے لگے کوئی تجھے بھی قتل کر دیگا اور تیرے بچوں کو اٹھا کر مار دیگا میں نے کہا اگر کوئی مجھے مار دیگا تو مجھے مرنا تو ہے ہی اور شہادت کی موت سے اچھی تو کوئی موت ہوتی نہیں جس کی ہمارے نبی نے بھی تمنا کی۔ میں نے اپنے گھر والوں سے کہا میں یہاں پھلت میں ہوں میرے بچے کاندھلہ میں ہیں کوئی میرے بچوں کو کیا اٹھائے گا تم سب مل کے اٹھوا دو اور انھیں مروا دو میں تو اس پر خوش ہوں گی اور اپنے اللہ سے کہہ دوں گی میرے اللہ! تیرے دین کے واسطے میں نے اپنے بچے بھی قربان کر دئے۔

سوال: کشمیری میں رہتے ہوئے بھی آپ نے کسی کو دعوت دی؟

جواب: ہر جمعرات کو وہاں کی عورتوں کو آپ کے یہاں اجتماع میں لے کر آتی ہوں گئی

عورتیں تو پکی ہوگئی ہیں کہ سب کو دین پہنچائیں گی، ایک لوہار کا لڑکا مسلمان ہونے کو تیار ہے اب کی جمعہ کو حضرت جی کے پاس مسلمان ہونے آئے گا میں تو جہاں بھی جاتی ہوں یہی بات کرتی ہوں جب میں (جیند ہریانہ) میں اپنے رشتہ داروں میں جاتی ہوں جہاں مسلمان کہیں کے بھی نہیں نام تک ہندوؤں کے ہیں وہاں سب عورتوں کو اکھٹا کرلیتی ہوں اور خوب سمجھاتی ہوں ہندو عورتیں بھی آجاتی ہیں بس جنت اور دوزخ کا ذکر آیا اور میرے آنکھوں میں آنسو آگئے (روتے ہوئے) اری بہنو! جلدی پکی مسلمان بن جاؤ، دین لے لو اگر ایمان کے بغیر مرگئیں تو دوزخ کی آگ میں کتنی تکلیف ہوگی کلمہ پڑھ لو آگ سے بچ جاؤ گی جہاں میری آنکھوں میں آنسو آئے عورتوں کے دل موم ہوجاتے ہیں، میں جانا بھی چاہوں تو ہندو عورتیں روکتی ہیں اری اور سنا......اور سنا!

میں نے کتنے لوگوں کو حضرت جی کی کتاب ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' دے دی دسیوں لوگوں نے تو اس کو پڑھ کر اپنے شیو جی چھوڑ دئے۔ صہیب کے تین دوست آئے تھے حضرت جی سے کلمہ پڑھنے، حضرت جی ملے نہیں پھر آویں گے۔ میں اگر کچھ پڑھ لیتی، قرآن پڑھ لیتی (روتے ہوئے) تو میں کتنے لوگوں کو سمجھایا کرتی بس مجھے یہی دکھ ہے۔

سوال: اب پڑھنے لگو تم اب بھی پڑھ سکتی ہو؟

جواب: ایک دن میں نے خواب دیکھا تھا ایک نقاب ڈالے ہوئے بزرگ ہیں کچھ کچھ دل میں آیا کہ وہ ہمارے پیارے رسول ﷺ ہیں مجھے قرآن شریف دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں لے پڑھ لے (روتے ہوئے) کاش میں پڑھی لکھی ہوتی۔

پڑھے لکھے لوگ جانے کیوں ہمارے نبی ﷺ کے راستے نہیں چلتے چاروں طرف بغیر ایمان کے لوگ آگ میں چلے جارہے ہیں مگر کچھ بھی خیال نہیں مجھے تو جب معلوم ہو کہ کوئی ہندو مرگیا دیر تک نیند نہیں آتی ایسا لگے جیسے میں مری ہوں اور جل رہی ہوں

اتنی تکلیف مجھے ہوتی ہے۔

سوال: دعوت کے اس کام میں لگنے سے پہلے اوراب میں آپ کیا فرق محسوس کرتی ہیں؟

جواب: دعوت تو میں کبھی کبھی کسی ملنے والے کی کرتی ہوں اب نہ تو میرا گھر ہے نہ دار ایسے میں کہاں دعوت کروں مجھے ذرا سکون مل جائے اور اللہ کی مرضی ہو اور ذرا ساتھ کا نہ مل جائے تو پھر میں دین میں لانے کے لئے دعوت کیا کروں گی کہ دعوت کے بہانے سے لوگ ایمان میں آجائیں۔ میری ایک سہیلی ہے ششی میں نے اسے حضرت جی کی کتاب ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' دی تھی اس نے اپنے گھر کے سارے شیوجی چھوڑ دیئے، مجھ سے کہنے لگی کہ میں تو آریہ سماجی ہوگئی، میں نے ڈھونگ چھوڑ دیئے میں نے سمجھایا جھیرے میں سے نکلی کنویں میں گری آریہ سماج بننے سے کیا ہوگا؟ جس نے پیدا کیا اس کے سماج میں آ مسلمان بن کلمہ پڑھ تب ہوگی مکتی، میرا جی چاہتا ہے اس کی دعوت کروں۔

سوال: اصل میں تم جو لوگوں کو ایمان قبول کرنے کے لیے کہتی ہو اس کو دین میں دعوت کہتے ہیں اور اصل دعوت یہی ہے اس کام میں لگنے سے پہلے اور بعد میں آپ کیا فرق محسوس کرتی ہیں؟

جواب: (رونے لگتی ہیں) اس لئے تو کہتی ہوں کاش میں پڑھ لیتی تم سچ کہتی ہو اصل دعوت تو یہی ہے کہ پیارے رسول ﷺ کے دستر خوان پر لوگوں کو بلایا جائے۔

سچی بات یہ کہ اس کام میں لگنے سے پہلے بلکہ میں کیا اس کام میں لگی پتہ نہیں اللہ کو کیا اس گندی پر ترس آیا اللہ میاں نے ہمیں زبردستی کام میں لگا دیا جب تک میں نے اپنے آپ کو کام میں نہیں لگایا تھا میں اپنے کو اس وقت میں مسلمان ہی نہیں مانتی اور ایمان کا مزا تو محمد پور کا گھر بار چھوڑ کر ہی آیا میں تو مانتی نہیں کہ نبی ﷺ کے کام میں لگے بغیر آدمی مسلمان ہو سکتا ہے ایمان کا ایسے پتہ ہی نہیں لگتا جب تک دین کے

کام میں لوگوں کو ایمان میں لانے کے کام میں کچھ قربان نہ کرے یوں تو نام رکھ لینے سے اپنے آپ کو سب مسلمان سمجھتے ہیں۔ پرسوں کاندھلہ والے حضرت جی (حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی) کہہ رہے تھے صرف اللہ اللہ کہنے سے دل صاف نہیں ہوتا، اللہ کی محبت میں کچھ کرنے سے کچھ قربان کرنے سے کچھ ملتا ہے۔

سوال: آپ کا بہت بہت شکریہ! آپ اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے آپ کو ایک بڑے کام میں لگا دیا اور ہمارے لئے بھی دعا کریں۔

جواب: دعا تو آپ کریں، میں کس قابل ہوں، میں بھی کروں گی۔ اللہ حافظ

مستفاد از ماہنامہ 'ارمغان' اگست ۲۰۰۶ء

(۶۸) ایک بھگوان جو انسان بن گیا

محمد محب اللہ ﴿سوامی آنندہ﴾

ایک بودھ بھکشو کے سفر ہدایت کی ایمان افروز آپ بیتی

اقتباس

آزادی چاہنے والے میرے دوستو! کہاں تم کو آزادی ملے گی گمراہی اور ضلالت کی راہ پر تم بھاگ رہے ہو دوڑ رہے ہو بھاگو بھاگو جہاں جی چاہے بھاگو لیکن اگر تمھیں دلت بدھسٹ کے جال سے نکلنا ہو تو اپنے مذہب کو ترک کر کے اسلام کے سایہ تلے آجاؤ۔ میرے دلت بھائیو! تم پریا بدھ نہیں ہو اور نہ ہی تم پلا بدھ ہو (یہ نردوں کی ذاتیں ہیں) تم اس زمین میں پیدا ہوئے انسان ہو اور انسان کی قدر تمھیں اسلام ہی میں ملے گی، ''چلو تم اسلام کی طرف'' نامی کتاب کے اندر اس کے مصنف اور کمیونسٹ لیڈر 'کوڈ یکال چلاپ' نے خود اسلام قبول کرنے کے بعد اس طرح لکھا ہے: اچھوت گاندھی سے پہلے بھی تھے، گاندھی کے بعد بھی تھے، آج بھی ہیں کل بھی رہیں گے اس لئے دراوڑ ذات کے لوگو! چلو تم لوگ اسلام کی طرف تمہاری آزادی صرف اور صرف اسلام میں ہے۔

بدھ خدا کا اوتار بن کر میں نے ۳۵ رسال مزے میں زندگی گزاری، لوگ میرے پیروں پر سجدے کرتے رہے، پھر ان لوگوں نے میرے خدا ہونے کا یقین کرلیا،

اور مجھے بھی اس پر یقین ہو چلا، میں نے زندگی کا ۴۵ رسالہ طویل عرصہ خدائیت کا لبادہ اوڑھ کر گزارا کہ میں بدھ بھگوان کا اوتار ہوں بدھ کی سات مرتبہ پیدائش ہوئی ہے جن میں سے میں بھی ایک ہوں میرا دعویٰ تھا کہ میں جو بھی کہتا ہوں وہ خدا کا کلام ہے اس پر مجھے یقین بھی تھا صرف مجھے ہی نہیں بلکہ جو بھی زعفرانی کپڑے پہنے ہوئے ہیں وہ سارے کے سارے بدھا بھکشو اسی طرح یقین رکھتے تھے۔ ''دنیا کا سب سے عظیم مذہب بدھ مت ہے'' اس عقیدہ کے ساتھ میں دنیا کے مختلف ممالک میں اس کی نشرو اشاعت کرتا رہا جس کے نتیجہ میں سیکڑوں ممالک میں میرے شاگرد اور مددگار پیدا ہو گئے۔

میرا حقیقی بھائی آج بھی دنیا میں ایک مشہور بدھ سنیاسی ہے وہ امریکہ کے لاس اینجلس شہر میں رہتا ہے میں جب خدائیت کے لبادہ میں زندگی گزار رہا تھا، اس دور میں ایک مسلمان بھائی اور بدھ مت میں میرے شاگرد ڈاکٹر چیپن ساکن مدراس ان دونوں کے ذریعہ مجھے اسلام کا تعارف حاصل ہوا اور اسلام کے متعلق مجھے کچھ کتابیں عطا کی گئیں مگر میں نے بے توجہی میں ان کا مطالعہ کیا، لیکن بعد میں قرآن مجید اور محمد ﷺ کی تاریخ وسیرت کا مطالعہ مسلسل جاری رکھا، تو اس وقت میرے دل کی گہرائیوں میں اپنے گناہوں کا احساس پیدا ہوا، جس کے نتیجہ میں خدائیت کا لبادہ اوڑھ کر زندگی گزارنے والا میں، رفتہ رفتہ ایک انسان کے روپ میں آ گیا برہما چاری کی زندگی گزارنے والا میں ایک شوہر بن گیا اکیلا ایک جسم والا میں ایک باپ بن گیا، دوسروں کو سلامتی کا راستہ دکھانے والا میں خود سلامتی کی راہ کا طالب ہو گیا، بدھا سنیاسیوں اور چوپایوں کو خدا ماننے والا میں ایک اکیلے اللہ کو حقیقی معبود تسلیم کرنے لگا۔

مختصر یہ کہ میں پہلے خدا تھا آج ایک انسان بن گیا اپنی زندگی کے اول تا آخر حالات آپ کے سامنے مختصر پیش کرتا ہوں۔

میری حالت:

بدھم شرنم گچھامی، دھرمم شرنم گچھامی، سنگم شرنم گچھامی

ان اصولوں پر زندگی گزارتے ہوئے میری زبان پر یہی الفاظ اور نعرے مسلسل جاری تھے ''میں نے بودھی درخت کے نیچے بیٹھ کر علم حاصل کیا، بدھ سنیاسی، دنیا میں بدھ مت کا پرچارک''

گوتم بدھ:

انسان کو انسانی غلامی سے نکالنے والے، جاہلیت کو ختم کرنے والے آریہ قوم کے ظلم کو مٹانے والے انسان کو امن وسلامتی کا راستہ بتانے والے گوتم بدھ!

برھما چاری لوگ :-

بدھ عقیدہ کو زمین میں پرچار کرنے والے لوگ دنیا کی خواہشات نہ رکھنے والے برھما چاری لوگ، درباری انداز میں بدھ ویہاروں میں خوشیوں کی زندگی گزارنے والے لوگ، آریہ ورن آشرم دھرم (ذات پات کے نظام) کے خلاف تلوار لے کر نکلے ہوئے لوگ۔

انسان کون ؟

انسان کیا خود پیدا ہوا ہے یا کسی خدا نے اس کو پیدا کیا ہے؟ کیوں موت آتی ہے، موت کے بعد انسان کو کیا ہوتا ہے؟ میرا ضمیر مجھ سے اس طرح کے سوالات کرتا رہا، میرے ذہن میں یہ سوالات کھٹکتے رہے گمشدہ چیزوں کی تلاش کی طرح ان کے جوابات تلاش کرتا رہا جس کی وجہ سے میرے اندر رفتہ رفتہ خواہشات سے نفرت پیدا ہوتی گئی، میں حق کی تلاش میں تھا جس کی وجہ سے میرے دل میں روشنی کی ایک کرن رونما ہوئی پیسہ خرچ کرنے سے نہ حاصل ہونے والا رحم ومحبت اور عاجزی میرے دل میں پیدا ہوگئی،

میں جس راہ پر چل رہا ہوں وہ صحیح ہے یا غلط، یہ سمجھنے کی تڑپ میرے اندر پیدا ہوگئی اور اسی طرح دیگر مذاہب کو پرکھنے کی آرزو میرے اندر پیدا ہوگئی، ادھیڑ عمر میں میرے اندر جو فکر رونما ہوئی اس نے میری ماضی کی زندگی پر غور وفکر کرنے کا ایک موقع فراہم کیا، میں ذات کا یادَو سوامی آنند جی کے نام سے مشہور ہوا، ریشم کے تخت پر دربار کے خادم مجھے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے، یہ رہا میرے ماضی کا حال۔

میرا خاندان تامل ناڈو میں رام ناتھ پورم ضلع میں پرم کدی سے قریب آلاکن کُلم میں آباد تھا، پھر میں نے سدارکوتائی بندرگاہ سے بادبانی کشتی سے برما کا رخ کیا جہاں میرے دادا اپنی فیملی کے ساتھ عیش وآرام کی زندگی گزار رہے تھے، میں یادَو ذات میں پیدا ہوا ہمارے خاندان کا پیشہ مویشیوں اور چوپایوں کو چرانا تھا، مگر میں آج بدھ گرو سوامی آنند کہلاتا ہوں، معیشت کے لئے برما منتقل ہوا مگر میں نے تمل زبان کو اپنی مادری زبان کی حیثیت سے باقی رکھا۔

میرے والد بچپن ہی سے ایک کٹر بدھسٹ تھے اس لئے بدھ مذہب کے طریقہ کے مطابق میری بھی پرورش کرتے رہے مختلف بدھ مندروں میں مجھے تعلیم دی گئی، مجھے ایک بدھا بھکشو بنانے کی میرے والد کی بڑی آرزو تھی اس کے متعلق انھوں نے سارے فنون سے مجھے سکھلائے، رنگون، تبت، چین، کوریا، کمبوڈیا، جاپان ان سارے ممالک کے بدھ گروؤں سے میں نے تعلیم حاصل کی اور ۱۹/سال کی عمر تک مکمل تعلیم حاصل کرلی اور پھر ایک دن برما کے دوسرے دارالخلافہ منڈلا میں مجھے بدھ مت گرو چاہیرانے ایشیاء کے پانچ بدھ گروؤں میں سے ایک گرو کی حیثیت سے تسلیم کرلیا اور زعفرانی رنگ کا لباس مجھے پہنایا گیا اور بدھ بھکشوؤں میں مجھے اعلیٰ مقام حاصل ہوگیا، مجھے ٹوکیو جاپان میں بدھ مت گرو ''بودھی داسوواسو'' نے ''ناگاساکی'' میں مقرر کیا

اور پوری دنیا میں اس مذہب کی نشر و اشاعت کی عظیم ذمہ داری مجھے سونپی گئی پھر ۱۰۱/ گروؤں کی صدارت مجھے حاصل ہوئی اس کے بعد میں نے دنیا بھر میں گھوم گھوم کر بدھ مت کی نشر و اشاعت شروع کی جنوب مغربی ایشیاء کے سترہ ممالک، جہاں بدھسٹ پائے جاتے ہیں اس کے علاوہ یورپ میں بھی بدھ مت کی نشر و اشاعت کی کوشش کرتا رہا، بدھ مت کی دنیا میں مجھے اتنا بڑا مقام حاصل ہو گیا تھا، جس کی کوئی حد نہیں، پوری دنیا گھومنے کے لئے حکومت کی جانب سے مجھے گرین کارڈ (Green Cards) عطا کئے گئے، جس کی وجہ سے میں عرب ممالک کے علاوہ ساری دنیا گھوم کر اس مذہب کی نشر و اشاعت کرتا رہا۔ میرا حقیقی بھائی سوامی نند آچاریہ آج بھی امریکہ کے لاس اینجلس شہر میں ۶۷/ منزلہ بدھ آشرم میں مٹھ پتی کے منصب پر ہے۔ میں بھی وہاں ساڑھے تین سال تک مٹھ پتی رہا۔

جھاڑ پھونك اور کرامت:

چین، تبت، جاپان وغیرہ میں جھاڑ پھونک کے ذریعہ مجھے بڑی بڑی کرامت حاصل ہوئی تھیں اور ان سے مجھے خاصی شہرت حاصل ہو گئی تھی، اس دور میں جھاڑ پھونک کے ذریعہ ارواح کو مدعو کرنا پھر ان سے پیشین گوئی کروانا میرا عمل تھا، کالی کاڑی، کلکتہ کالی، کیرلا دیوی (یہ علاقائی دیویوں کے نام ہیں) کی پوجا کر کے تانبے کی پلیٹوں اور دھاگوں پر پھونک مار کر لوگوں کو دیتا اور دیوتاؤں کو ۱۰۱/ چاندی کے برتنوں میں بند کرتا، میرا وقت نہ گزرتا تو میں اس وقت ان برتنوں کے دیوتاؤں کو باہر نکال کر اندھیروں میں ان سے گفتگو کرتا۔

پھر میں اپنی ملاقات کے لئے آنے والے لوگوں اور ساری دنیا کے بدھسٹوں میں دیوتاؤں کی زبان اور پیشین گوئیاں جاننے والا اور ان سے بات چیت

کرنے والا مہا گرو آنند جی کے نام سے مشہور ہو گیا۔

آشرواد:

مختلف قائدین اور حکمراں اپنے سروں پر میرا پیر رکھوا کر آشرواد لینے کو بہت بڑا ایک فال سمجھتے، سنگاپور کے پہلے راجا کے سر پر پیر رکھ کر میں نے اس کو آشرواد دیا تھا اسی طرح تھائی لینڈ کے راجا برما پو جو چیسو ین کو بھی اس کے سر پر پیر رکھ کر میں نے آشرواد دیا تھا، اسی طرح ہمارے سابق وزیر اعظم راجیو گاندھی اور جاپان کے نائب سلطنت ان دونوں کے سروں پر پیر رکھ کر میں نے آشرواد دیا تھا، شکروار (جمعہ) اور منگل کو سونے کا تخت کھڑا کر کے ایک مٹکا پانی سے جو میرا پیر دھونا چاہتا اس عمل کی قیمت ایک لاکھ روپیہ ہوتی، جس کو پانچ آدمی پیتے، کیونکہ میں خدا کا اوتار ہوں۔

بدھ کا دوسرا جنم:

دیوتاؤں کے صدر خداؤں سے گفتگو کی استطاعت رکھنے والا، ملک اور ساری دنیا میں گھومنے والا میں تھا، لا علاج بیماریوں میں وہ لوگ میرا پیشاب پیتے جس سے ان کو شفا حاصل ہوتی، میرا پیشاب پینے میں کیا غلطی تھی جب کہ میں ان کا خدا تھا۔

کیا انسان خدا ہے؟

میں بودھی درخت کے نیچے چاندی کے تخت پر بیٹھتا ہوں سونا اور پیسہ سامنے رکھ کر اپنے پیروں پر گرنے والے بھگت لوگوں کو میں آشرواد دیتا ہوں وہ لوگ آشرواد کی غرض سے میری تلاش میں نکلتے ہیں ایک آدمی میرے پاس آ کر التجا کرتا، گرو جی میں خدا کو نہیں دیکھ سکتا آپ ہی وہ عظیم زندہ خدا ہیں، مجھے دنیا کی ساری نعمتیں حاصل ہیں مگر شادی ہوئے پانچ سال کا عرصہ ہوا اولاد سے محروم ہوں، گرو جی آپ مجھے بہترین آشیرواد دیجئے، جس کے ذریعہ مجھے اولاد نصیب ہو یہ کہہ کر وہ شخص میرے پیر پر اپنا

ہاتھ رکھ کر اس ہاتھ کو اپنی آنکھوں پر ملتا ہے یہاں سے مسئلہ شروع ہوتا ہے۔ میرے آشرم میں مجھے تلاش کرنے والا یہ بھگت بڑا کروڑ پتی ہے اس کو اپنے جال میں پھانسنے کی مجھے خواہش ہوتی ہے اس لئے میں ان سے کہتا ہوں کہ آج شام کی پوجا کے بعد تمہیں تعویذ دوں گا سوتے وقت اس کو اپنے تکیے کے نیچے رکھنا آج رات خدا تم سے گفتگو کرے گا کل آکر مجھے بتلانا کہ خدا نے گفتگو کی یا نہیں، اتفاق سے دوسرے دن اس شخص نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اس وقت میرے شاگرد نے جلدی سے میرے پاس آکر یہ خبر دی کہ گروجی وہ کروڑ پتی آیا ہے میں نے شاگرد سے سوال کیا کہ کون سا کروڑ پتی؟ اس نے کہا وہی جو اولاد کی غرض سے آیا تھا اور جو تعویذ لے کر گیا تھا۔ فوراً میں زعفرانی کپڑے پہن کر ریشمی پنکھا ہاتھ میں لے کر بھکشو کا برتن پکڑ کر جیسے ابھی بدھا نازل ہوا ہے اس طرح اس آدمی کے سامنے حاضر ہوا وہ فوراً پیر پر گر گیا اور جھٹ سے کہنے لگا کہ خدا نے مجھ سے گفتگو کر لی اور خوشی سے رونے لگا۔

میں تو خدا کو نہیں دیکھتا مگر میرے جھوٹے تعویذ کو پہن کر یہ بے وقوف کہتا ہے کہ خدا نے اس سے کلام کیا اس کی بات سنتے ہی میں حیران و پریشان ہو گیا۔ یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ ۴۵ رسال سر منڈوا کر، تعویذ اور زعفرانی کپڑے پہن کر برھما چاری کی زندگی گذار کر، ساری خواہشات کو ترک کر کے سنیاسی بن کر، بودھی درخت کے نیچے ہمیشہ بُدھا بُدھا وظیفہ چیخ کر پڑھنے والا میں، اور تعویذ لینے والوں نے مجھے پس پشت ڈال کر اس خدا سے گفتگو کر لی، کیا یہ انصاف ہے؟ اگر اس کو گفتگو کرنا ہی ہوتا تو مجھ سے گفتگو کرتا، ۴۵ رسال سے میرے بدھ نے مجھ سے گفتگو نہیں کی مگر میرے شاگرد نے ایک تعویذ تم کو دیا تو اس نے کیسے تم سے گفتگو کر لی، پھانسنے والا جب تک رہے گا پھنسنے والے بھی تب تک رہیں گے۔

سوامی کا حال یہ ہے کہ زعفرانی لباس میں تقدس کا روپ دھار کر مہان مقدس ہستیاں اگر پولیس پکڑ لے تو مہا پاپی نکلیں، جن میں مشہور نام برھا نندہ سوامی، چندرا سوامی، مارتا انڈتم، جان جوزف وغیرہ ہیں۔

اور میرے اسلاف نے میرے ذہن میں یہ بات بٹھادی تھی کہ مسلمان بزور بازو تبدیلی مذہب کراتے ہیں، اس کے علاوہ وہ میرے اسلاف یادو ذات سے تعلق رکھتے ہیں جن کا پیشہ چوپایوں کا پالنا اور پرورش کرنا ہے اور ساتھ ہی گائے کو خدا بھی مانتے ہیں میں بچپن میں بدھ مت کا گرو تھا پھر بھی میرے والد اور والدہ اس کو خدا تسلیم کرتی تھیں اور مجھے بھی اس فعل پر ابھارتی تھیں تو مسلمان ایسے خدا کو کاٹ کر بریانی بناتا ہے ایک گرو ہونے کے ناتے اسلام کا مطالعہ میرے بس کی بات نہیں تھی مگر اسی درمیان بعض مسلمانوں سے میرے تعلقات وابستہ ہوئے۔

اسلام نے مجھے گھیر لیا:

چند دن گزرنے کے بعد مسلمانوں سے میرے تعلقات قوی ہوتے گئے اور ساتھ ہی اسلام کو صحیح طریقہ سے سمجھنے کی سہولیات فراہم ہوتی گئیں چھوٹے چھوٹے رسائل کا مطالعہ جاری تھا، آپ ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے قرآن کریم کو پڑھنے کا ایک شوق اور جذبہ میرے اندر پیدا ہوا۔ پھر قرآن کا مطالعہ شروع کیا یہ دنیا اور ساری مخلوق کے ایک ہی خالق ہیں، اس سے یہ بات مجھے معلوم ہوئی سورج صبح طلوع ہوتا ہے اور شام میں غروب ہوتا ہے، یہ تمام اللہ کے حکم پر ہو رہا ہے یہ بات معلوم ہونے کے بعد اس کی عظیم مخلوقات میں غور فکر کر کے میں تعجب میں پڑ گیا۔ آخر کار اسلامی فکر میرے دل میں رفتہ رفتہ بڑھتی رہی پھر یہ افکار میرے دماغ میں ہلچل مچا رہے تھے اور دماغ کو جھنجھوڑ رہے تھے کہ اسلام کو سمجھنا اور اس کو قبول کرنا چاہئے پھر میرے دماغ میں

خیال آیا کہ قرآن کریم کا مطالعہ ایک مرتبہ اور کر کے دیکھنا چاہئے یہ جذبہ میرے اندر سے ابھرا، میں یکسوئی کے ساتھ قرآن کے مطالعہ میں غرق ہوتا گیا۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ آشرم کے میرے روزمرہ کے معمولات میں عدم دلچسپی بڑھتی گئی، صبح وشام اگر بتی اور موم بتی سلگا کر پانی میں پھول ڈال کر ''بدھم شرنم گچھامی'' کا ذکر کرنا بند ہو گیا۔

نقطہ آغاز:

قرآن کریم کا دو مرتبہ مطالعہ کرنے کے بعد میرا ذہن کھل گیا پھر مجھے معلوم ہوا کہ میں گذشتہ ۳۵ ر سال سے گمراہی وجہالت میں تھا ساری چیزیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں یہ جاننے کے بعد بھی عیش وآرام کا عادی سوامی عیش کی زندگی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوا اور نہ ہی میرے جسم نے اس کو گوارہ کیا، اس دوران ایک دلت قائد میرے پاس آشرواد کے خیال سے آیا میں نے اس کے سر پر پیر رکھ کر آشرواد دیا کہ آپ ۱۲۰ ر سال تک زندہ رہیں گے مگر میرے آشرواد لینے کے ۹۰ ر دن بعد وہ انتقال کر گیا اس بات نے میرے دل کو للکارا، آواز دی، جھنجھوڑ دیا، میری زندگی کے انقلاب کا نقطہ آغاز یہ تھا، اسی طرح ایک اور واقعہ بھی پیش آیا: ۱۹۹۱ء کے پارلیمنٹ الیکشن کے دوران سابق پرائم منسٹر راجیو گاندھی کانچی کے شنکر آچاریہ سے آشرواد لینے کے لئے گئے راجیو گاندھی کے سر پر پیر رکھ کر شنکر آچاریہ نے کہا: ۱۰۱ ر سال تک آپ زندہ رہیں گے اور یہ بھی آشرواد دیا کہ ہندوستان میں ہمیشہ آپ ہی وزیر اعظم بنیں گے، شنکر آچاریہ کے آشرواد کے ستائیسویں دن راجیو گاندھی سری پورم میں انسانی بم کے ذریعہ فوت ہو گئے۔

یہ دونوں واقعات میرے ضمیر میں کھٹکتے اور للکارتے رہتے کہ میں ایک بدھا سوامی ہوں میں نے جس کو آشرواد دیا وہ ۹۰ ر دن میں مر گیا اور ہندو گرو شنکر آچاریہ نے جس کو آشرواد دیا وہ شخص صرف ستائیسویں دن میں انتقال کر گیا، مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ

آشرواد دینے والا آچاریہ بھی اور بدھا بھکشو بھی جھوٹے خدا ہیں، اس سے زیادہ ذلت اور کیا ہوسکتی ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان کسی طاقت کا مالک نہیں زمین پر صرف اللہ کا حکم چلتا ہے اس حقیقت نے میرے دل میں یقین پیدا کر دیا اور میری آنکھیں کھول کر رکھدیں کہ مجھ جیسے حقیر و ناچیز کو آشرواد دینے کا کوئی حق نہیں۔ یہ بیداری میرے اندر آتی ہی گئی، طویل عرصہ سے پہنا ہوا زعفرانی کپڑا جسم سے اتار کر پھینک دیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔

کیا انسان خدا ہے؟

کیا میں خدا ہوں؟ اسلام نے یہ سوچنے پر مجھے مجبور کیا انسان انسان کی حیثیت سے زندگی گزارے یہی اس کی معراج ہے، انسان سب باتوں سے آزاد ہوسکتا ہے مگر ازدواجی زندگی سے آزاد ہونے سے وہ سڑ گل جاتا ہے، اسلام میں ایک انسان کو چار بیویوں کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق ہے ازدواجی زندگی ترک کر کے سنیاسی بن کر سیکڑوں لڑکیوں کے ساتھ زنا کر کے ان کی زندگی برباد کرنے والے اس عظیم گناہ اور ظلم سے اسلام نے مجھے بچالیا۔ میں نے اپنے سر سے زعفرانی کپڑا اتار کر پھینک دیا اور انسان بن گیا۔

گرواوران کی بد دعاء:

میرے مسلمان ہونے کی خبر پورے بدھ مت کی دنیا میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، وقت کے مہا گرو تبت کے سوامی کو بھی یہ خبر پہنچ گئی حالانکہ وہ میری ہمہ وقت تعریف کرتے رہتے تھے، میرے اسلام قبول کرنے کی خبر ملتے ہی انھوں نے مجھے مدعو کیا، واضح ہو کہ وہ صرف ایک سوامی ہی نہیں تھے بلکہ ایک ماہر جادوگر بھی تھے میں بھی خوشی کے ساتھ ان سے ملاقات کی غرض سے گیا میں نے اپنے حالات ان پر واضح کئے

انھوں نے کہا کہ آپ کے قبول اسلام سے بدھ مت کو صرف نقصان ہی نہیں پہنچے گا بلکہ بدھ مت کے عوام میں اضافہ کی جو توقع ہے اس میں بڑی گراوٹ آئے گی اس لئے آپ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کیجئے، میں نے کہا اس فیصلہ میں نظر ثانی کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس طرح کا جواب خود میرے تصور میں بھی نہیں تھا کہ میں بھی اس طرح کا جواب دوں گا ایک دور وہ تھا کہ اگر گرو کہیں کہ خرگوش کے تین پیر ہوتے ہیں تو میں آنکھ بند کر کے اس کی تصدیق کر دیتا کہ ہاں ٹھیک ہے تین پیر ہیں، اس وقت یہ جواب سن کر وہ مجھ سے سخت ناراض ہوئے اور ان کا غصہ حد سے بڑھ گیا اور انھوں نے مجھے بددعا دی اس سے قبل میں ان کی بددعا سنتا تو چونک جاتا تھا کپکپی طاری ہو جاتی تھی، مگر اس وقت بددعا سے مجھے کچھ پریشانی نہیں ہوئی ان کی بددعا یہ تھی کہ ''میری بات کا انکار کر کے اسلام کو ترک نہیں کروں گا'' کہنے والا..... تو...... جا، ایک سو پچاس دن کے اندر تیرا ایک ہاتھ اور ایک پیر مفلوج ہو جائے گا۔ اس طرح کے خرافات کا اسلام میں کوئی مقام نہیں ہے یہ بات مجھے معلوم ہو گئی تھی، لیکن پھر بھی شیطان میرے دل میں وسوسہ ڈالتا رہا کہ شاید کچھ بددعا کا اثر ظاہر ہوگا، مگر میں نے ان وسوسوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اللہ پر بھروسہ کیا اور وہاں سے واپس ہوا اس کے بعد میں ہر دن محتاج ہو کر زندگی بسر کرنے لگا کہ کل کے دن اگر کسی مصیبت میں مبتلا ہوا تو لوگ افواہیں پھلائیں گے کہ یہ اس بددعا کا اثر ہے، اس خیال سے میں گھبراتا اور ڈرتا رہا اللہ کا شکر اور اس کا فضل ہے کہ ایک سو پچاس دن سلامتی کے ساتھ کسی مصیبت میں مبتلا ہوئے بغیر گذر گئے۔ ایک سو پچاس دن گذرنے سے قبل مجھے مکہ مکرمہ جانے کا موقع ملا۔ الحمد للہ ان کی بددعا کے بعد میں نے اپنی زندگی میں بہت سی کرامات محسوس کیں اس طرح کی بددعا کے بعد اکثر لوگ فکر کی وجہ سے اپنی زندگی خراب کر لیتے ہیں اللہ کا فضل ہے کہ ان پُر خطر حالات میں بھی

اللہ نے مجھے محفوظ رکھا، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ قبول اسلام سے انسان کی زندگی میں بہت سی تبدیلیاں آجاتی ہیں ان میں ایک چیز دوسروں کو دھوکہ دینے سے اپنے آپ کو روکے رکھنا ہے گزشتہ ۴۵؍سالوں میں ایک بدھ بھکشو کی شکل میں میں نے سیکڑوں لوگوں کو دھوکہ دیا لیکن آج اس برے فعل کو مکمل بھول گیا ہوں اسی طرح میرے اوپر والے گروؤں کے ذریعہ مجھے بھی دھوکہ کھانا پڑا میری نئی زندگی میں یہ دونوں برائیاں ختم ہوگئیں زعفرانی کپڑے میں میری طبیعت میں کافی سختی تھی، کلمہ توحید کے اقرار کے بعد ایک نرم دل انسان بن گیا، اسلام کی وجہ سے میری زندگی میں نئی تبدیلی آگئی تھی۔

کلمۂ توحید کا اقرار:

میں ۳؍اکتوبر ۱۹۹۳ء کو مدراس کی مسجد معمور میں کلمہ توحید کا اقرار کرکے اسلامی سماج میں داخل ہوگیا۔ سوامی آنندہ سے محمد محب اللہ (یعنی اللہ سے محبت کرنے والا) بن گیا، میں نومولود بچہ کی طرح ہوگیا تھا، اللہ کے نزدیک تمام انسان برابر ہیں اس اصول کے ذائقہ کو اپنے اندر محسوس کیا، آج سے مجھے بھی ساری دنیا کی مسجد میں برابر کا حق ہے مجھے بھی سارے مسلمانوں کے ساتھ برابر نماز پڑھنے کا حق ہے، انشاء اللہ

آج کے بعد سے اگر میں دنیا کی کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے جانے کا فیصلہ کروں تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے روک نہیں سکتی جب میں نے اسلام قبول کیا تو میرے دل میں یہ خواہش ہوئی کہ لوگوں کے ساتھ الفت ومحبت کے ساتھ رہوں اور اعلان کروں اس بھائی چارگی اور محبت کا، اس تصور سے سرشار اسلام سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے میں نے مسلمانوں کی آبادی چدم برنا ضلع کائیل پٹنم کا رخ کیا وہاں میں نے اسلام کو مزید سمجھنے کی کوشش کی اس کے بعد میں نے زندگی کا مقصد متعین کرلیا اب میری زندگی کا مقصد اپنے ایمان کو مضبوط بنانا، اشاعت اسلام

کرنا اور لوگوں میں مساوات کا صحیح تصور پیش کرنا ہے۔

قبول اسلام سے قبل مجھے اسلام سے متعلق بہت سی غلط فہمیاں تھیں اسی طرح کی غلط فہمی رکھنے والے آج کروڑوں کی تعداد میں ہیں، جو حقیقت میں اسلام کی نعمت عظمیٰ سے محروم ہیں ایسے ماحول میں ان کو اسلام کی خوبیاں اور اسلامی مساوات کا پیغام دے کر اسلام اور نیکی کی راہ پر گامزن کرانا اسلام کی حقیقت سے آشنا کرانا ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنا اور ان کو اسلام کی طرف مدعو کرنا یہ امت کا فریضہ ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (۳:۱۱۰)

متحدہ مقصد کے ساتھ ایک امت ہو کر اس آیت کریمہ پر عمل کریں گے اور اس دین کی نشر واشاعت کریں گے تو سیکڑوں کی آبادی اسلام کے سایہ میں آسکتی ہے۔

محمد ﷺ کی سیرت:

انسانی تاریخ میں نا فراموش کردہ اور غیر معمولی شخصیت اگر کوئی ہے تو وہ محمد ﷺ ہیں آپ کی سیرت طیبہ پڑھنے کے لئے دسیوں کتب کا میں نے مطالعہ کیا تب میری زندگی میں انقلاب برپا ہوا، آپ ﷺ ۵۷۱ء میں پیدا ہوئے آپ کی زندگی کا گہرائی سے اگر کوئی مطالعہ کرلے تو آپ ﷺ کی ساری خصوصیات سمجھ میں آجائیں گی آپ جیسی زندگی گذارنے والی شخصیت روئے زمین پر آج تک پیدا ہی نہیں ہوئی، اس کے علاوہ اور بہت ساری خصوصیات آپ کے اندر پایہ جاتی ہیں، آپ کی ایمانی قوت وجذبہ ایمان، آپ کا اخلاص وباہمی تعلقات، آپس کے معاملات، ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی، حسن سلوک، عزت وشرافت کا بھرپور خیال، مہمان نوازی کا جذبہ، دوسروں پر رحم وکرم، اور ہمدردی کا احساس، ان تمام خوبیوں کی بنا پر آج کی سائنسی دنیا

بھی آپ کی تعریف کر رہی ہے۔

انسانی زندگی کے لئے ایک آسان طریقہ آپ کی زندگی میں ملتا ہے، اس کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے جو یہ نمونہ بن سکے آپ کے مقام و مرتبہ کو اگر معلوم کرنا ہو تو دوسروں کی تاریخ کا مطالعہ کریں، کہ وہ لوگ انسانوں پر کتنا ظلم و ستم روا رکھتے تھے، وہ بے انصافی اور فسق و فجور میں انتہا کو پہنچ چکے تھے ان کی زندگیاں کیسی تھیں اور آپ ﷺ کی زندگی کیسی تھی یہی نہیں بلکہ قیامت تک کے لوگوں کے لئے آپ کی سیرت ایک نمونہ ہے کردار کا یہ معجزہ صرف آپ ﷺ کی زندگی میں ہمیں ملتا ہے دوسروں کی زندگی میں یہ چیز نظر نہیں آتی، انسانی تاریخ کی ایک عظیم شخصیت نے کیسے اپنی زندگی بسر کی دوسروں کے ساتھ کیسا سلوک کیا اس کا دلائل کے ساتھ میں نے مطالعہ کیا، نبوت سے قبل چالیس سالہ زندگی ایک اعلیٰ اور مثالی زندگی تھی، اس دور میں سماج کی مثالی شخصیت آپ تھے، ہر انسان کے اندر کچھ خوبیاں ہوتی ہیں مگر ساری خوبیاں بیک وقت اگر ایک شخص میں موجود ہیں تو وہ صرف آپ ﷺ ہیں۔

انگریزوں کا اسلام کے خلاف یہ الزام ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا، درحقیقت یہ سب سے بڑا الزام ہے اس کے جواب میں مس سروجنی نائڈو نے اپنی لندن کی اسپیچ میں یہ بات بیان کی تھی کہ اسلام کی عظمت دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے متعلق نفرت نہیں پیدا کرتی محمد ﷺ کے صحابہ اور ان کے تابعین نے سسلی تک میں حکومت کی اور آٹھ سو سال تک عیسائیوں کی سرزمین اسپین میں حکومت کرتے رہے مگر کبھی بھی ان لوگوں نے ان کی عبادت میں کسی بھی قسم کی کوئی بھی مداخلت نہیں کی یعنی عیسائیوں کو ان کا مقام دیا ان کے ساتھ حسن سلوک کیا عزت و احترام سے پیش آئے اور اچھے تعلقات قائم کئے شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم مسلمانوں کو صبر سکھلاتا ہے صلاح الدین ایوبی کے بارے میں فرانس کے بادشاہ نے اس طرح کہا تھا کہ

صلاح الدین کے بارے میں مجھے تعجب ہے کہ وہ کیسے اتنا اچھا انسان بنا، حالانکہ اس کے اوپر کسی قسم کی کوئی زبردستی نہیں ہے، میرا دل مجھ سے کہتا ہے کہ تم بھی مسلمان بن جاؤ۔

تھامس آرنلڈ نے کہا سارے مذاہب میں صرف اسلام ہی ساری خوبیوں سے بھرا ہوا ہے عوام کی زبان سے اسلام پھیلا ہے، مالی امداد ملنے پر کام کرنے والے مبلغ، رقم کے لئے نشر واشاعت کرنے والے لوگ اسلامی تاریخ میں نہیں ہیں سیکڑوں تجار کے ذریعہ اسلام پھیلا ہے افریقہ، چین وہاں اسلام پھیلنے کی اصل وجہ قرآن کی علمی روشنی ہے اس روشنی کو پھیلانے والے وہاں کے مسلم تجار تھے۔

پنڈت سندر لال نے کہا کہ محمد ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ایک ایسا کارنامہ انجام دیا جس کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی زندگی بھر آپ کو ستانے والے تکالیف دینے والے، ظلم وستم کرنے والے، بے عزتی کرنے والے سارے لوگوں کو معاف کر دیا، یہ دنیا کی فوجی کاروائیوں میں ایک مثالی واقعہ ہے ہندوستان کے مشہور مؤرخ لالہ اشوری پرشاد کہتے ہے مسلمان وسیع النظر تھے اگر وہ لوگ حقیقت میں ظالم ہوتے تو اتنی طویل مدت تک ہندوستان میں ان کے لئے حکومت کرنا ناممکن تھا، پوری دنیا اور ہندوستان میں بھی ان کے عقیدہ کے مطابق وہ لوگوں کے ناصح رہے ہندوستان کی مذہبی چیزوں میں وہ لوگ کبھی آڑے نہیں آئے، مذہبی مسئلہ میں بھی کبھی انھوں نے ہندوؤں پر زبردستی نہیں کی غیر مسلموں کے ساتھ وہ رحم وکرم کے ساتھ تعاون کرتے رہے۔

میرے دل کو بدلنے والا قرآن:

میں نے قرآن کریم کا مسلسل مطالعہ جاری رکھا جس کی وجہ سے میری روح زندہ ہوئی، قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کے اندر انسانی زندگی کے ہر معاملہ کے لئے معتدل رہنمائی پائی جاتی ہے جس کے علمی دلائل مجھے امیدیں دلا رہے تھے، سنیاسی ہونے کی وجہ

سے یہ تجربہ میرے دل کی گہرائیوں میں اتر گیا اب میں اپنی پرانی داستان یعنی جس مذہب کو میں نے اختیار کر رکھا تھا اس مذہب کی حقیقت آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

گوتم بدھ اور بدھ مت:

گوتم بدھ کی طرح پانچ سماجی انقلابی شخصیات ایشیا میں پیدا ہوئیں۔

(۱) تین ہزار سال قبل سوراشٹر ایران میں پیدا ہوا۔

(۲) دو ہزار چار سو پچاس سال قبل Logos چین میں پیدا ہوا۔

(۳) دو ہزار چار سو پچاس سال قبل کنفیوشیاس چین میں پیدا ہوا۔

(۴) دو ہزار چھ سو سال قبل گوتم بدھ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔

(۵) دو ہزار سال قبل یسوع مسیح فلسطین میں پیدا ہوئے۔

570ء میں آپ ﷺ پیدا ہوئے، اور قبل مسیح میں ۵۶۳ء میں گوتم بدھ ہندوستان میں پیدا ہوئے، گوتم بدھ ۲۹ رویں سال کی عمر میں دربار چھوڑ کر نکل گئے، اور سنیاسی بن گئے، ۳۵ ویں سال میں بودھی درخت کے نیچے ان کو گیان ملا، ۳۶ ر سال کی عمر میں کاشی ندی کے کنارے ندی سے ڈھائی کلو میٹر دور سارناتھ نامی جگہ پر آریہ تہذیب کے ورن آشرم دھرم (ذات پات کا نظام) کے ظلم کے خلاف اپنے شاگردوں کے درمیان پہلی تقریر کی ۴۵ ر سال میں شمالی ہندوستان میں بت پرستی اور خدا کے نام پر بے تحاشہ جانوروں کی بلی دینے کے خلاف آواز اٹھا کر انقلاب برپا کیا۔

بدھ مت کے چند بنیادی اصول:

جھوٹ نہ بولیں، زنا نہ کریں، نشہ کی چیز استعمال نہ کریں، اہنسا (عدم تشدد) کے اصول پر چلیں، گناہوں سے دور رہیں بت پرستی کی مخالفت کریں۔

ان چیزوں کے لیے گوتم بدھ نے زندگی کا بیشتر حصہ صرف کیا ایودھیا سے ۲۵۰ ر کلومیٹر

دور کشی نگر کے مقام پر ۸۲ رسال کی عمر میں انتقال کر گئے ۔ گوتم بدھ کی زبان پالی زبان تھی اور بعد میں بدھا کے نام سے ایک کتاب لکھی گئی ۔

گوتم بدھ انسان ہو کر پیدا ہوئے تھے بعد میں شادی کی پھر سنیاسی ہو گئے اور انصاف کی خاطر اپنی زندگی قربان کر کے انتقال کر گئے ۔ ان کے انتقال کے بعد لوگ انھیں کو خدا بنا بیٹھے بدھ ایک درباری سنیاسی تھے وہ آرین قوم کے شاستر اور پرانوں کو نہیں مانتے تھے ۔ ملک کے حالات پر اپنی عقل سے انھوں نے مشورہ دیا بدھ اپنی زندگی میں آریہ لوگوں کے مخالف رہے لیکن ان کے مرنے کے بعد اس مذہب میں آرین تہذیب کو ملایا گیا، جس کی وجہ سے مہایان اور ہینایان وجود میں آئے آریہ قوم کی چالاکی ومکاری سے ہندوستان کی زمین سے بدھ مت کو مٹایا گیا، اس دور میں جنوبی ہند کے ناگ پٹنم علاقہ میں ہزاروں بدھ بھکشوں کو آریہ برہموں نے پھانسی پر لٹکایا اب اس وقت ایشیا کے مختلف ملکوں میں مختلف شکلوں میں اس مذہب پر لوگ عمل پیرا ہیں جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

مہایان تبت میں، ہینایان برما سیلون اور تھائی لینڈ میں جموت جاپان میں، کرین بوت شمالی برما میں ۔

ہندوستان سے باہر نکل کر ایشیائی ممالک میں بدھ مت مختلف فرقوں میں بٹ گیا، ہندوستان میں ورن آشرم کی ملاوٹ کے ساتھ باقی رکھا گیا سیلون بدھ مت کا ایک ملک ہے مگر وہاں بھی نچلی ذات کے لوگوں کے لئے بدھ وہارو یہاتوں میں تھے اور اونچی ذات کے لوگوں کے لئے مخصوص سنگ راج بدھا وہار (محل نما بدھ مندر) شہروں میں تھے اس طرح دراوڑین اور مختلف ذات والے آزادی کی خاطر بدھم شرنم کا نعرہ بلند کرتے، جمعہ کے دن ماری امن (ماری اماں) مندر میں پیٹ بھر کھانے کے بعد بدھ

مت ہمارا ہے ہمارا ہے'' کے نعرے بلند کرتے۔ کیا یہ بدھ مت ہم کو آزادی دے گا؟

آزادی کا راستہ :

آزادی چاہنے والے میرے دوستو! کہاں تم کو آزادی ملے گی، گمراہی اور ضلالت کی راہ پر تم بھاگ رہے ہو دوڑ رہے ہو بھاگو بھاگو جہاں جی چاہے بھاگو لیکن اگر تمہیں دلت بدھسٹ کے جال سے نکلنا ہو تو اپنے مذہب کو ترک کر کے اسلام کے سایہ تلے آجاؤ۔ میرے دلت بھائیو! تم پر یا بدھ نہیں ہو اور نہ ہی تم پلا بدھ ہو (یہ ندوں کی ذاتیں ہیں) تم اس زمین میں پیدا ہوئے انسان ہو اور انسان کی قدر تمہیں اسلام ہی میں ملے گی ؛ ''چلو تم اسلام کی طرف'' نامی کتاب کے اندر اس کے مصنف اور کمیونسٹ لیڈر'' کوڈیکال چلاپہ'' نے خود اسلام قبول کرنے کے بعد اس طرح لکھا ہے:

اچھوت گاندھی سے پہلے بھی تھے، گاندھی کے بعد بھی تھے، آج بھی ہیں کل بھی رہیں گے اس لئے دراوڑ ذات کے لوگو! چلو تم لوگ اسلام کی طرف تمہاری آزادی صرف اور صرف اسلام میں ہے۔

آل انڈیا دلت ورکرس پارٹی کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر چیتن (MBBS) کا نگھور (مدراس) کے سری لنکا بدھ وہار میں پوجا کے لئے برابر آنا جانا رہتا تھا، ایک مرتبہ انھوں نے وہاں کے ہال میں امبیڈکر جینتی کا پروگرام رکھنے کی اجازت طلب کی وہاں کے بدھ گرو سوامی نندجی شاستر نے کہا کہ آپ سارے پر یا بدھسٹ لوگوں کو صرف ذات پات بھولنے کے لئے بدھم شرنم کا منتر کہنا ہے، اس طرح اس نے ذات کی وضاحت کے ساتھ نفی میں جواب دیا۔ تو ڈاکٹر چیتن بدھ وہار سے نکلے اور بڑی حسرت بھری آہ بھر کر کہا کہ جب مجھ جیسے لیڈر کے ساتھ اس جیسا سلوک روا ہے تو میری ذات کے عوام کی حالت کیا ہوگی، اس کے بعد انھوں نے ایک کتاب لکھی ''مکمل آزادی کے

لئے صرف اسلام "اسلام کی آزادی، مساوات اور بھائی چارگی نے میرے دل کے اندر گہرا اثر ڈالا۔اس تعلق سے میں اپنے سفرِ حج کے کچھ احساسات پیش کرتا ہوں۔

حج کا سفر:

سفرِ حج کے تاثرات آپ کے سامنے رکھتے ہوئے مجھے بڑی خوشی و مسرت ہو رہی ہے مختلف ممالک سے کعبۃ اللہ کے طواف کے لئے بیس لاکھ افراد آئے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ سعودی عرب کے بیس لاکھ افراد بیک وقت ایک ہی آواز میں اللہ اکبر اللہ اکبر کا نعرۂ تکبیر بلند کر رہے تھے یہ میرے لئے تعجب خیز منظر تھا چالیس لاکھ کا یہ مجمع جو اطراف کعبہ میں جمع تھا اس میں کسی طرح کی چھوت چھات اور فخر و غرور کی کوئی شئ نظر نہیں آتی تھی کیونکہ میں ذات پات کے نظام کے درمیان زندگی کا ایک طویل عرصہ گذار چکا ہوں مگر اب یہ منظر میرے دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا گیا سفید رنگ کے عربی، کالے رنگ کے جاپانی، سفید رنگ کے جاپانی، گورے رنگ کے ہندوستانی اور کالے رنگ کے ہندوستانی، گویا ساری دنیا کے لوگ ایک ہی لڑی میں پرو دیئے گئے ہیں، اطراف کعبہ میں صف باندھ کر نماز پڑھنے کی کیفیت بھی بڑی عجیب تھی، یہ انسانی تاریخ کی تاریخوں میں ہی نہیں بلکہ آج کی نئی دنیا میں بھی ایک حیرت انگیز مثالی اجتماع تھا اسلام کی تعلیمات الفت و محبت، بھائی چارگی اور اعلان مساوات جس کا عملی تجربہ سفرِ حج میں مجھے حاصل ہوا وہ میرے دل و دماغ کے ریشہ ریشہ میں سرایت کر گیا۔

مسلمانوں کے نام میرا پیغام:

مسلمانو! اَلَا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ (الحدیث) یعنی "تم میں کا حاضر غائب تک اس پیغام کو پہنچائے" اس حدیث کے مصداق بن جاؤ۔ اگر آپ لوگ اس وصیت پر عمل پیرا ہوگے تو اسلام ساری دنیا میں کامیاب ہو جائے گا اور دنیا وَرَأَيْتَ النَّاسَ

يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجاً کا منظر پیش کرے گی، انشاء اللہ لیکن شرط یہ ہے کہ تم لوگ اللہ کے دین کا نمونہ بن جاؤ اور دنیا کے سامنے عمل سے یہ ثابت کر دو کہ اسلام ہی نجات کا واحد راستہ ہے، یارب العالمین مجھے اور اس امت کو اس عظیم امانت کو دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں آخرت کے عذاب سے نجات دے۔ آمین

اب میں اپنی زندگی کا بقیہ حصہ اس پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے وقف کروں گا اور انشاء اللہ اسی راہ پر آخری سانس تک چلتا رہوں گا۔ والسلام

آپ کا اسلامی بھائی، محب اللہ، مدراس

مستفاد از ماہنامہ 'ارمغان' جولائی، اگست ۲۰۰۷ء

۶۹ ایمان لائے اور عالم دین بنے

مولوی محمد یونس ﴿سبھاش شنکر لال﴾ سے ایک ملاقات

اقتباس

غیر مسلموں سے اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے انفرادی و اجتماعی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا جائے اسلام کے خلاف پیش آنے والے شکوک وشبہات کو اچھے انداز میں سمجھایا جائے اور اسلامی احکام کو مؤثر طریقے سے غیروں کے سامنے پیش کیا جائے ہمارے نبی کریم ﷺ کی زندگی اور اسوہ حسنہ سے سبق لیا جائے کہ کس طرح انھوں نے اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا حتیٰ کہ دشمنان اسلام جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوتے گئے اسی طرح صحابہ کرام کی زندگیوں سے بھی ہم درس حاصل کریں کہ قبول اسلام کے بعد صحابہ کرام نے کن کن مصائب و مشقتوں کا سامنا کیا اور اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ کرکے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

میرا موجودہ نام مولوی محمد یونس ہے شمسی کیلنڈر کے مطابق میری عمر تقریباً ۵۱ رسال ہے لیکن اسلامی زندگی کی میری اصل عمر ۲۸ ربرس کی ہے ۱۶ ردسمبر ۱۹۷۸ء کا وہ تاریخی دن میری زندگی میں انقلابی حیثیت رکھتا ہے جس دن رب کائنات اللہ سبحانہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت وایمان کی نعمت سے سرفراز فرمایا، ۳۱ رجون ۱۹۵۵ء میری تاریخ پیدائش ہے میرا آبائی وطن صوبہ مہاراشٹر کا ایک قصبہ مانڈول ہے جو ناندگاؤں نزد منماڑ ریلوے

جنکشن کے قریب واقع ہے اور موجودہ رہائش گاہ قدیم جالنہ صوبہ مہاراشٹر میں ہے، میری بنیادی تعلیم جالنہ کے مہاراشٹر نائٹ اسکول میں ہندی میڈیم سے ہوئی ۱۹۷۲ء میں، میں نے میٹریک کا امتحان کامیاب کیا، میٹرک کے بعد ذہن میں مختلف مذاہب کے تعلق سے خیالات آتے رہے کہ کون سا مذہب سچا دھرم ہے دماغ میں یکے بعد دیگرے کئی سوالات آنے لگے کہ ہمارا پیدا کرنے والا کوئی تو ہے، اس سنسار کا کوئی تو پالنہار ہے پھر پوجا پاٹ سے دل اچاٹ ہونے لگا اور آہستہ آہستہ مذہب اسلام کی طرف رجحان بڑھتا گیا۔ میٹرک کے بعد کالج میں داخلہ میں نے محض اس لئے نہیں لیا کہ وہاں مخلوط تعلیم کا نظام تھا، مسلمانوں کی تہذیب میں پردہ کے اہتمام کو دیکھ کر مذہب اسلام کی جانب میرا جھکاؤ مزید بڑھنے لگا اور رفتہ رفتہ پردہ کی اہمیت و افادیت میرے دل کو چھونے لگی دریں اثنا مولانا مودودی کی ہندی زبان میں اسلام سے متعلق چند کتابوں کا ترجمہ میرے ہاتھ لگا جس میں خصوصاً ''اسلام پریچکا'' ''اور اسلام مارگ درشن'' نے مجھے بڑی حد تک متاثر کیا۔

میرے ایک پڑوسی محمد یونس کے اخلاق سے شروع ہی سے میں ان کا بہت گرویدہ تھا اکثر و بیشتر وہ مجھے دین کی باتیں بتاتے رہتے تھے اس دوران ہمارے شہر جالنہ میں اس دور کی ایک مشہور شخصیت سہگل صاحب جنھوں نے اسلام قبول کیا تھا اور اپنا نیا اسلامی نام یوسف رکھا تھا، وہ پونہ مہاراشٹر کے معروف تبلیغی جماعت کے ذمہ دار مرحوم مولانا محمد یونس علیہ الرحمہ کے ساتھ جالنہ کے ایک اجتماع میں تشریف لائے تھے اور اپنی تقریر میں بار بار ایک جملہ دہراتے تھے کہ بھائیو! سفر آخرت بہت لمبا ہے لہٰذا توشہ ساتھ لے لو یہ بات میرے دل کو لگی میرا ذہن اسلام کے لئے روشن ہو چکا تھا صرف اللہ کی طرف سے ہدایت کا پیغام آنا باقی تھا جالنہ کے تین دن کے اجتماع میں مستقل میں ان دینی بھائیوں کی محبت واخوت اور حسن اخلاق کا مشاہدہ کرتا رہا ۱۴۔۱۵۔۱۶ر دسمبر ۱۹۷۸ء کے

یہ تین دن میری زندگی میں ایک انقلاب وتغیر کی کیفیت پیدا کرتے رہے اور بالآخر اجتماع کے تیسرے دن ۱۶ر دسمبر ۱۹۷۸ء کو میں نے اپنے قبول اسلام کا الحمدللہ اعلان کر دیا۔

موتی مسجد جالنہ میں جماعت کی تشکیل ہو رہی تھی میں نے بھی اپنا نام وہاں لکھوا دیا، میرا اصل نام سبھاش شنکر لال سامبرے سے محمد یونس رکھ دیا گیا، بعد ازیں میں نے اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا اردو عربی زبانوں کو ابتدائی مرحلوں سے سیکھا اور اللہ کے فضل سے اختتام عالمیت کی سندِ فراغت پر ہوا، اور بخاری شریف جیسی حدیث کی اہم ترین کتاب کو بھی پڑھنے کی اللہ رب العزت نے سعادت بخشی، سبھاش شنکر لال سامبرے سے مولوی محمد یونس تک کا یہ سفر کئی مسائل سے دوچار رہا کئی مشکلات سامنے آئیں، قبول اسلام کے بعد آزمائش کے دور سے بھی گزرنا پڑا حتیٰ کہ جیل کی سلاخوں میں بھی زندگی کے چند یادگار مبارک لمحات گذارنے کا موقع نصیب ہوا لیکن اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ اور توکل کرنے سے میرے قدم جمے رہے بیشک قرآن پاک کی یہ آیت میرے لئے مشعل راہ بنی:

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (سورہ محمد: ۷)

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔"

واقعہ یہ کہ اس آیت کریمہ کی بغور تلاوت کرتے رہنے سے میرا حوصلہ بڑھتا رہا۔ میرے حقیقی بڑے بھائی وسنت اور چھوٹے بھائی دھن راج ہیں، میری والدہ محترمہ ہر کو بائی اور بہن ہیرا بائی آج بھی بقید حیات ہیں اور میں اللہ رب العزت سے ان حقیقی بھائی بہن و والدہ کے لئے ہدایت کی دعا بھی کرتا ہوں، بھائیوں سے میری آج بھی ملاقات ہوتی ہے لیکن وہ مجھے دین اسلام کے پرچار اور اشاعت کی اجازت نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ آپ کو جس دھرم کا پالن کرنا ہے وہ شوق سے کریں لیکن ہم پر کوئی زبردستی نہ کریں۔ لَآ اِكْرَاهَ

فِیْ الـدِّیْنِ اور لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ کی ان آیت قرآنی دیکھ کر میں صبر وتحمل سے کام لیتا ہوں اور ان کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ انھیں بھی ہدایت کے چراغ سے منور فرمائے۔

میری اہلیہ عائشہ بھی نومسلمہ ہے اور اللہ کے فضل سے دین کے اصول وضوابط پر پوری عزیمت کے ساتھ عمل پیرا ہے، میرے بیٹے حنظلہ، حذیفہ اور ابوبکر ہیں اور بیٹی ام ہانی ہے، میرے دو بیٹے اس وقت قرآن کریم حفظ کر رہے ہیں اور انشاء اللہ عنقریب اسے وہ مکمل کرلیں گے اور میری مزید خواہش ہے کہ وہ دین کی اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کریں اور دین اسلام کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیں۔

یہ تھے مولوی محمد یونس صاحب جو راقم سطور سے حرم شریف میں موجود کلینک میں ملاقات کی غرض سے آئے تھے نیز ہندوستان کے مشہور عالم دین اور خانوادہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے تعلق رکھنے والے محترم مولانا عبداللہ حسنی سے ایک تعارفی خط بھی ساتھ لائے تھے راقم الحروف کو مولوی محمد یونس صاحب سے مل کر غیر معمولی مسرت ہوئی حرم شریف میں ایک نومسلم کے قبول اسلام کا واقعہ اور ایک عالم دین کی حیثیت سے ان کے تعارف ودیگر تفصیلات کو سن کر راقم بہت متأثر بلکہ محظوظ ہوا، مولوی محمد یونس کے اس علمی سفر کے تعلق سے استفسار پر معلوم ہوا کہ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۸ء انھوں نے اسلام قبول کیا، پھر چند ماہ حیدرآباد ہند میں مولانا حمید الدین عاقل حسامی کے مشہور مدرسہ دارالعلوم حیدرآباد میں گزارے، بعد ازیں بلریا گنج اعظم گڑھ (یوپی) کے جامعۃ الفلاح کا رخ کیا، یہاں بھی انھیں چند ماہ تعلیم حاصل کرنے کی سعادت حاصل رہی، اس کے بعد اسلامک سنٹر ویلور میں مرحوم جمیل صاحب کے قائم کردہ ایک اسلامی مرکز میں چھ ماہ کا نصاب مکمل کیا، جو خصوصاً نومسلموں کی تربیت کو مدنظر رکھ کر بنایا گیا ہے، اور اس کے بعد عمرآباد (تملناڈو) میں واقع جامعہ دارالاسلام عمرآباد (JDS Arabic Collage) میں پانچ

سال کا وقفہ گزارا، یہاں سے فراغت کے بعد عالم اسلام کی مشہور درسگاہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بھی ایک سال کی مدت صرف کی، یہاں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا، اور آخر میں مالیگاؤں کی درس گاہ بیت العلوم سے سند فراغت حاصل کی اور اپنے اس طویل علمی سفر میں اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر سے بھی وابستہ رہے، سچ ہے۔

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

بالآخر سبھاش شنکر لال سامبرے ایک عالم دین ہو کر اور مولوی محمد یونس کی حیثیت سے خدمت دین میں مصروف ہوگئے اور اللہ کے فضل سے مزید ۱۵ ارلوگوں کو اسلام میں داخل ہونے کا ذریعہ بھی بنے۔

حلقہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد آپ نے اپنے جذبات واحساسات کا اظہار کس طرح کیا، اس سوال پر انھوں نے دین اسلام کو ایک نعمت سے تعبیر کرتے ہوئے قرآن پاک کی اس آیت کا حوالہ دیا: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (سورہ مائدہ:۳) آج کے دن تمہارے لئے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین (بننے کے لئے پسند کیا) مولوی محمد یونس نے حالات حاضرہ کے تحت مسلمانوں کے اردگرد جو مسائل ودشواریاں ہیں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ بظاہر حالات سخت سے سخت آئیں گے لیکن دل جمعی اور استقامت سے ہمیں ان کا مقابلہ کرنا ہوگا، آخرت کی کامیابی کو سامنے رکھتے ہوئے دنیا کی عارضی کدورتوں ومشقتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صبر وشکیب اور تحمل سے کام لینا ہوگا، مولوی محمد یونس نے ہمارے موجودہ معاشرہ میں مسلمانوں کو توحید پر سختی سے عمل کرنے کی دعوت دی، کہ توحید ہمارے مذہب اسلام کی اصل اساس ہے اور اس ضمن میں

ہماری سوسائٹی میں بے پناہ سدھار و اصلاح کی ضرورت ہے کیونکہ اگر ہمارے عقائد درست ہوں گے تو تمام معاملات خوب سے خوب تر ہوں گے اور اگر توحید و عقیدہ میں کمزوری رہی تو ہماری زندگی کی ساری محنت اکارت ہو جانے کا خطرہ ہے لہٰذا اس پہلو پر بھی ہمیں سختی سے عمل کرنا ہوگا۔

دور حاضر میں غیر مسلموں میں دعوت و ارشاد کا کام کس طرح کیا جائے؟ اس موضوع پر دوران گفتگو انھوں نے کہا کہ غیر مسلموں سے اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے انفرادی و اجتماعی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا جائے اسلام کے خلاف پیش آنے والے شکوک و شبہات کو اچھے انداز میں سمجھایا جائے اور اسلامی احکام کو موثر طریقے سے غیروں کے سامنے پیش کیا جائے ہمارے نبی کریم ﷺ کی زندگی اور اسوہ حسنہ سے سبق لیا جائے کہ کس طرح انھوں نے اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا حتیٰ کہ دشمنان اسلام جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوتے گئے اسی طرح صحابہ کرام کی زندگیوں سے بھی ہم درس حاصل کریں کہ قبول اسلام کے بعد صحابہ کرام نے کن کن مصائب و مشقتوں کا سامنا کیا اور اللہ کی ذات پر مکمل بھروسہ کرکے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

آج کے مسلمانوں کے نام آپ کا کیا پیغام ہے؟ اس سوال پر انھوں نے قرآن کریم کی اس آیت کا حوالہ دیا: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ص وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ.

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو بیشک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔

انھوں نے مزید کہا کہ اس آیت کی رو سے ہمیں اپنی زندگی کا جائزہ لینا اور محاسبہ کرنا ضروری ہے کہ اسلامی خطوط پر کیا ہم واقعی صحیح معنوں میں عمل پیرا ہیں؟ اور اگر ہم اسلام پر عمل نہیں کر رہے ہیں تو یہ ہمارے لئے انتہائی بے غیرتی اور زندگی بے بندگی میں شرمندگی کا معاملہ ہوگا۔

مولوی صاحب نے ایک اہم نکتہ پر روشنی ڈالی کہ انسان کو جب کسی چیز کی طلب وتڑپ ہوتی ہے تو اس کی یافت کے لئے ہر ممکن کوشش اور مساعی جمیلہ کرتا ہے اور پھر اللہ کی مدد اور تائید غیبی بھی اس کے ساتھ ہو جاتی ہے حبشہ سے حضرت بلالؓ، ایران سے حضرت سلمان فارسیؓ حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور نبی کریم ﷺ کے مقرب اور جلیل القدر صحابہ کرام میں شمار ہوئے اور جب اسلام کی تڑپ اور طلب نہیں تھی تو ابوجہل اور ابولہب رشتہ کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ سے قریب تھے لیکن اسلام سے محروم رہے اور اسی طرح حضرت نوحؑ کے بیٹے حضرت لوطؑ کی بیوی اور حضرت ابراہیمؑ کے والد آزر کو دیکھئے جن کے لئے اللہ کی جانب سے راہ ہدایت ہموار نہیں ہو سکتی یہ بڑی عبرت کی بات ہے، لہٰذا تمام گفتگو کا خلاصہ یہی ہے کہ اسلام کے لئے چاہت طلب اور تڑپ کی ضرورت ہے تا کہ ایمان کی اصلی حرارت اور چاشنی ہمیں نصیب ہو جائے۔ سچ ہے ؎

زباں سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل

دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

مولوی محمد یونس صاحب کی جدہ سے صنعاء (یمن) اور یمن سے ممبئی کی فلائٹ تھی، راقم سطور انھیں جدہ ائرپورٹ کے خارجی ٹرمنل پر الوداع کہہ رہا تھا اور سورہ بقرہ کی یہ آیت نگاہوں کے سامنے تھی کہ احکام الٰہی کی اطاعت وتعمیل ضروری ہے ورنہ اللہ کے غضب سے ہمیں کوئی بچا نہیں سکتا وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ (سورہ بقرہ:۶۰) اور جم گئی ان پر ذلت اور پستی اور مستحق ہو گئے غضب الٰہی کے اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ لوگ منکر ہو جاتے تھے احکام الٰہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے پیغمبروں کو ناحق۔

اللہ کرے اسلام کی اصلی تڑپ اور طلب ہم میں پیدا ہو جائے قبول اسلام کے

اس واقعہ سے ہمیں یہی نتیجہ اخذ کرنا چاہیے کہ ہماری یہ زندگی اللہ کی دی گئی ایک امانت ہے اور اس کے ایک ایک لمحہ کا حساب دینا ہے، کیا یہی بہتر ہوگا اگر زندگی کے یہ لمحات خالق و مالک کائنات کے پیغام کو مخلوق تک پہنچانے میں کام آجائیں، اللہ ہم سب کو اس کی توفیق دے، اور اپنے احکام کا پابند بنائے۔ آمین

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

مستفاد از ماہنامہ 'ارمغان' نومبر ۲۰۰۷ء

۷۰ عیسائیت اور اسلام میں فرق دیکھ کر اسلام قبول کیا

جناب محمد طٰہٰ ﴿جونی﴾ سے ایک ملاقات

اقتباس

میری بے اطمینانی بڑھتی گئی اور اس کی تحریف شدہ تعلیمات میں نقائص وکوتاہیوں کا احساس میرے اندر شدید تر ہوتا گیا اور اس مذہب کی تعلیمات میں فکر انسانی نے جو کھلواڑ کیے اور تحریفات کی ہیں اس سے عدم اطمینان اور بے چینی کی کیفیت پیدا ہونے لگی جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: فَوَيْلٌ لِلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ ' ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتاب کو اللہ کی طرف سے کہتے ہیں اور اس طرح دنیا کماتے ہیں ان کے ہاتھوں کی لکھائی اور کمائی کو ہلاکت وافسوس ہے (سورہ بقرہ:۷۹) میں نے اپنے مذہب اور اس کے ٹھیکیداروں کے طرز عمل میں کافی غور وفکر کیا اور ہر پہلو سے اس کے اندر گہرائی سے سوچا تو اندازہ ہوا کہ اس قوم کی جو مقدس ہستیاں دپادری اور دوسرے مذہبی رہنما ہیں جن کے ساتھ قریب رہنے اور ساتھ زندگی گزارنے کا موقع ملا، ان کے اور ان کی محبت واخلاص اور دیگر شعائر کے درمیان کافی فرق اور تضاد ہے۔ یہ لوگ رہبانیت کا لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں مگر عملی زندگی کا رخ اس کے مخالف سمت میں رواں دواں ہے۔

مملکت سعودی عربیہ کے اندر مختلف قوموں ونسلوں سے تعلق رکھنے والے افراد

میں دعوتی و دینی بیداری پیدا کرنے والے ادارے میں میری نگاہ سانولے رنگ کے ایک ایسے شخص پر پڑی جو نہایت انہماک سے کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہتا تھا، جو بھی کتاب ہاتھ لگ جاتی پوری توجہ سے اسے پڑھنے لگ جاتا اس کے چہرہ سے کبھی اکتاہٹ یا تھکان کا احساس نہیں ہوتا تھا، خاص طور سے قرآن کریم کی تلاوت اور اس کا مطالعہ بڑی دل چسپی سے کیا کرتا تھا، ایک دن میں اس سے قریب ہوا تو غیر عربی انداز میں رک رک کر اس نے سورہ فاتحہ مجھے پڑھ کر سنائی، اور بولا کہ کچھ چھوٹی چھوٹی سورتیں زبانی بھی یاد ہیں کیونکہ یہ نماز کے لئے ضروری ہیں جب مجھے اندازہ ہوا کہ یہ نو مسلم ہے، تو میں نے ان کے اسلام قبول کرنے سے متعلق چند سوالات کئے۔ اس نے بڑی بشاشت اور اطمینان سے اس کا جواب دیا جو قارئین کے لئے پیش ہے۔

سوال: سب سے پہلے اگر آپ اپنا تعارف کرا دیں تو میں مشکور ہوں گا؟

جواب: میرا نام اس وقت طٰہٰ ہے اسلام قبول کرنے سے پہلے مجھے جونی کہا جاتا تھا۔

سوال: آپ کہاں کے باشندہ ہیں اور آپ کی عمر اس وقت کیا ہے؟

جواب: میں افریقی ملک یوگنڈہ کے جانجم شہر کا رہنے والا ہوں اور اس وقت میری عمر تیس سال ہے۔

سوال: آپ پہلے کس مذہب کے پیروکار تھے؟

جواب: قبول اسلام سے قبل میں کیتھولک عیسائی مذہب کا پیروکار تھا، اور اس مذہب کا میں صرف پیروکار ہی نہیں بلکہ داعی و مبلغ اور سرگرم رکن تھا۔ اسی لئے انھوں نے مجھے چرچ کی لائبریری کا انچارج مقرر کر دیا تھا۔

سوال: اپنے مذہب سے بے رغبتی اور اسلام کی طرف رغبت ومحبت کس طرح پیدا ہوئی؟

جواب: میرے اندر مذہب پرستی یا عیسائی دینداری دوسرے عیسائیوں سے مختلف نہیں تھی، یعنی جس طرح اس مذہب کے ماننے والوں میں اندھی تقلید ہوا کرتی ہے میرے اندر

بھی سنی سنائی باتوں کا ماننا اور اس پر عمل پیرا رہنا تھا، مگر چرچ کی بیشتر باتوں سے میں مطمئن نہیں تھا، اس عدم اطمینان کے باوجود میں اسے جوں کا توں بغیر چوں چرا کے تسلیم کرتا اور مانتا تھا، کیونکہ سالوں سے چرچ نے مجھے اسی کا عادی بنایا تھا۔

سوال: تو کیا آپ نے کبھی اس کے خلاف لب کشائی کی؟

جواب: میری بے اطمینانی بڑھتی گئی اور اس کی تحریف شدہ تعلیمات میں نقائص وکوتاہیوں کا احساس میرے اندر شدید تر ہوتا گیا اور اس مذہب کی تعلیمات میں فکر انسانی نے جو کھلواڑ کئے اور تحریفات کی ہیں اس سے عدم اطمینان اور بے چینی کی کیفیت پیدا ہونے لگی جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: 'فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ' ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتاب کو اللہ کی طرف سے کہتے ہیں اور اس طرح دنیا کماتے ہیں ان کے ہاتھوں کی لکھائی اور کمائی کو ہلاکت وافسوس ہے (سورہ بقرہ:۷۹) میں نے اپنے مذہب اور اس کے ٹھیکیداروں کے طرز عمل میں کافی غور وفکر کیا اور ہر پہلو سے اس کے اندر گہرائی سے سوچا تو اندازہ ہوا کہ اس قوم کی جو مقدس ہستیاں و پادری اور دوسرے مذہبی رہنما ہیں جن کے ساتھ قریب رہنے اور ساتھ زندگی گزارنے کا موقع ملا ان کے اور ان کی محبت واخلاص اور دیگر شعائر کے درمیان کافی فرق اور تضاد ہے۔ یہ لوگ رہبانیت کا لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں مگر عملی زندگی کا رخ اس کے مخالف سمت میں رواں دواں ہے۔

سوال: کیا آپ نے قرآن میں کچھ پایا؟

جواب: ہاں قرآن میں ایک نکتہ پایا، اس کی اہمیت کا اندازہ مجھے بعد میں ہوا، میں نے سورہ مریم کا انگریزی ترجمہ پڑھا، تو اندازہ ہوا کہ اسلام اور اس تحریف شدہ دین میں کافی فرق ہے اس دین میں حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا قرار دیا جاتا ہے جب کہ یہ ایسا بہتان ہے کہ اس سے ساتوں آسمان پھٹ جانے کا اندیشہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان کا کہنا ہے کہ اللہ رحمٰن نے

بھی اولاد اختیار کی ہے، یقیناً تم بہت بری اور بھاری چیز لائے ہو قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں، کہ وہ رحمٰن کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے ہیں شان رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ اولاد رکھے، آسمان زمین میں جو بھی ہیں سب کے سب غلام بن کر ہی آنے والے ہیں۔ (سورہ مریم:۸۸۔۹۳)

سوال: آپ نے سابقہ مذہب اور اسلام میں اس کے علاوہ اور کیا فرق پایا؟

جواب: ایک بات اور بھی میں نے اپنی قوم میں پائی ہے، جس کی اہمیت کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب میں اللہ کی وحدانیت سے متعارف ہوا، میں نے اپنی قوم کو پایا کہ وہ طہارت نام کی کسی چیز کو جانتے ہی نہیں ہیں، حد تو یہ ہے کہ ہم بستری کے بعد بھی اسے ضروری نہیں سمجھتے ہیں، میں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے بعض مشائخ ایک دوکان پر کھڑے ہیں اور لوگ پاکی سے متعلق ان کا مذاق اڑا رہے ہیں، ان لوگوں نے شیخ صاحب سے کہا کیا اس کتے پر غسل فرض ہے اگر اسے احتلام ہو جائے؟ تو شیخ نے فوراً اسے جواب دیا یہ تمھارے ہی جیسا ہے جو پاکی حاصل نہیں کرتا۔

سوال: اس کے علاوہ بھی آپ نے کوئی بات دیکھی؟

جواب: اور بھی اسی طرح کی بہت سی باتیں ہیں جو میں نے اپنی قوم کے اندر پائیں، انھوں نے اپنی تعلیمات کو بگاڑ دیا، اس میں تحریف و رد و بدل کیا اپنے پیروکاروں کو دین کے نام پر دھوکہ دیتے رہے ان کا قیمتی سرمایہ مال و متاع حاصل کرتے رہے، وہ لوگوں سے مغفرت اور گناہوں کو دھو دینے کا وعدہ کرتے رہے، ان کا کہنا ہے کہ بنی اسرائیل کے لوگ جو جی میں آئے کریں کیونکہ لوگوں کے نجات دلانے کے لئے خدا نے اپنے بیٹے کو ذبح کرا دیا ہے ان باتوں کا میں اپنی نگاہوں سے مشاہدہ کرتا رہا روحانی فادر ہم جیسے عوام کو نصیحت کرتے رہے کہ مسلمانوں کے ساتھ مت رہو، کیونکہ وہ ہمارے دشمن ہیں۔

سوال: پھر آپ نے اپنی زندگی کا رخ تبدیل کرنے کا فیصلہ کس طرح کیا؟

جواب: ہمارا ایک دوست تھا جس کا نام طٰہٰ تھا، میرا تعارف اس سے چار سال قبل ہوا، وہ اسلام کا بڑا متبع اور اسلامی دعوت سے والہانہ تعلق رکھتا تھا اس نے مجھے قرآن کریم کے ترجمہ کا ایک نسخہ تحفہ دیا اور قرآن کا مطالعہ خاص طور پر سورہ مریم پڑھنے کی تاکید کی اور متعدد مرتبہ مجھے اپنے گھر بھی لے گیا، مجھے ایک ویڈیو کیسٹ دی جس میں حرم مکہ کی نماز کا منظر تھا میں نے اس میں دیکھا کہ نماز میں سارے مسلمان برابر ہیں ایک دوسرے کے بازو میں کھڑے ہوتے ہیں ان کے درمیان نہ کوئی خط امتیاز ہوتا ہے نہ فوقیت اور برتری کی جھلک یہ بات چرچ کے اندر روا رکھے جانے والے گروہی امتیاز، نسلی تفریق اور بدترین اونچ نیچ کے بالکل برعکس تھی، پھر تو میرے اندر جستجو بڑھ گئی اور میں طہٰ سے قریب ہوتا چلا گیا۔

سوال: پھر آپ نے اسلام کا اظہار کس طرح کیا؟

جواب: طہٰ سے قریب ہونے کے بعد مجھے نزدیک سے اسلام کو پڑھنے اور سمجھنے کا موقع ملا، اور میں نے ان کے سامنے اسلام میں اپنی دلچسپی کا اظہار کیا تو وہ مجھے جوانوں کی تنظیم ''الفقر دعوت اسلامی'' نامی ادارہ لے گئے، اور اسلام قبول کرنے میں میری دستگیری کی

سوال: اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کی زندگی میں کیا نشیب و فراز آئے؟

جواب: اسلام کو گلے لگانے کے بعد میں عقیدۂ توحید کے سایہ میں پرسکون زندگی گزارنے کی راہ پر چل پڑا، اب میرے کاندھے سے عقیدہ تثلیث کا بار گراں اتر چکا تھا اور میں ایک دوسرا انسان بن چکا تھا ایسا انسان جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین برحق ہونے اور محمد ﷺ کے نبی و رسول ہونے اور تمام انبیاء و رسولوں کا ایک پیغام کا حامل ہونے پر ایمان رکھتا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَٰذَا (سورہ حج: ۷۸) اپنے باپ ابراہیم کے دین کو قائم رکھو، اسی اللہ نے تمھارا نام مسلمان رکھا ہے۔

اس قرآن سے پہلے اس قرآن میں بھی اس کے بعد میری ایک نئی زندگی شروع ہوتی ہے میری راہ پہلے سے مختلف ہوتی ہے اور یہ راہ انذار وتبشیر اور دانائی کے ساتھ اللہ کی طرف بلانے اور اسلام کی دعوت وتبلیغ کی راہ تھی۔

سوال: آپ نے اپنی دعوت اور محنت کا آغاز کہاں سے کیا؟

جواب: میں نے اپنی دعوت اور محنت کا آغاز اپنے والدین سے کیا میں ان کے پاس گیا کہ انھیں اپنے اسلام قبول کرنے اور نئے نام کی اطلاع دوں اور اسلامی عقائد سے روشناس کراؤں اور اسلام کی باتیں انھیں بتاؤں اور سمجھاؤں۔

سوال: تو والدین کا ردعمل کیا تھا؟

جواب: میرے والد صاحب نے حیرانی واستعجاب کے عالم میں مجھ سے دریافت کیا آخر کیوں؟ کس وجہ سے تم نے اپنے آباء واجداد اور بزرگوں کے دین کو چھوڑا؟ تم آج سے میری اولاد نہیں، تم آج کے بعد سے میرے پاس مت رہو، البتہ میں نے والدہ کو ہوش مند اور معقولیت پسند پایا انھوں نے کہا کہ جون میرا بیٹا عقل مند ہے اگر وہ اسلام قبول کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنے ارادہ کا اختیار ہے، اس جواب کو سن کر والد صاحب نے ہم دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اگر تم اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو چلی جاؤ، میں تجھے دیکھنا نہیں چاہتا ہوں۔ پھر میں اپنی شریک حیات کے پاس گیا، میرے اس سے دو بچے تھے میں نے اس سے کہا میرے پاس بہت ہی عمدہ خبر ہے اس نے سوالیہ نگاہ ڈالتے ہوئے کہا وہ کیا ہے؟ میں نے کہا میرا نام اب طٰہٰ ہے اور میں مسلمان ہو چکا ہوں، اس نے کہا میں تیرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، میں نے ثابت قدمی سے جواب دیا اگر تم گھر میں مسلمان کو دیکھنا نہیں چاہتی تو جا سکتی ہو، وہ میرے پاس سے نکل گئی اور اپنے میکے والوں سے جا ملی، میرے ساتھ اس طرح کے متعدد حالات آتے رہے اور آزمائش روز افزوں بڑھتی گئی،

والد نے ترک تعلق کرلیا بیوی نے ساتھ چھوڑ دیا البتہ ماں غیر جانبدار رہی۔

سوال: چرچ والوں کا سلوک کیسا رہا؟

جواب: جہاں تک چرچ کے ذمہ داروں کی بات ہے تو انھوں نے پہلے پانچ لوگوں کو مجھے چرچ لے کر آنے کے لئے بھیجا اور یہیں سے میری مصیبتوں کا دور شروع ہوتا ہے انھوں نے مجھے لالچ بھی دیا اور سبز باغ بھی دکھایا اور بہت سی مراعات کی پیش کش بھی کی، انھوں نے مجھ سے کہا، جون کیا تم پاگل ہوگئے ہو تمہیں پاگل خانے لے کر جاؤں؟ تو تم نے اسلام کیوں قبول کیا؟ ہم لوگ دولت مند اور وہ لوگ غریب ہیں تمھیں کیا چاہئے؟ گھر، بنگلہ، گاڑی یا کچھ اور؟ پھر انھوں نے کہا جون وہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نہایت باطل اور اہانت آمیز عقیدہ رکھتے ہیں پھر اس ذمہ دار نے قرآن کا ایک نسخہ نکالا اور سورہ مریم کھول کر کہنے لگا دیکھو، یہ لوگ عیسیٰ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ انسان اور پیغمبر تھے اور ہمارا ایمان ہے کہ وہ خدا تھے تمھارا کیا خیال ہے ان ساری باتوں کے باوجود کیا تم اسلام پر باقی رہنا چاہتے ہو؟ جب میں نے اثبات میں جواب دیا تو ہمیں دھمکی دینی شروع کی انھوں نے یہ بھی کہا کہ اس صورت حال میں ہم کسی قیمت پر اس شہر میں تمھاری موجودگی برداشت نہیں کر سکتے، میں نے جواب میں صرف اتنا کہا آپ مجھے قتل کردیں مجھے پرواہ نہیں میں مسلمان ہوں اور مسلمان رہوگا مجھے کسی چیز کی کوئی پرواہ نہیں اس مرحلہ سے گزرنے کے بعد میں نے اپنے گھر کے ایک حصہ کو مسجد بنالیا، اور لوگوں میں اس دین حق کی دعوت عام کرنے میں لگ گیا اور سب سے پہلے میری دعوت کو قبول کرنے والی میری سابقہ شریک حیات تھی، جو ایک غیر مسلم سے شادی کر لینے کے بعد میرے پاس لوٹ کر آئی، اور بولی کہ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں، خواہ تم مجھے اپنے پاس رکھو یا نہ رکھو میں نے اسے بوسہ دیا اور اسے گلے سے لگالیا، اور نئی بیوی کے ساتھ اسے بھی اپنی زوجیت میں باقی رکھا، اب میرے پاس دو

بیویاں تھیں اور میں دعوت کے کام کے لئے زیادہ فارغ ہو گیا تھا۔

سوال: آپ کی دعوت کا کیا نتیجہ سامنے آیا؟

جواب: الحمدللہ اب تک اس شہر کے تیس نوجوان میری دعوت قبول کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو کر ہدایت پا چکے ہیں۔

سوال: چرچ والوں کا رویہ بعد میں کیسا رہا؟

جواب: نوجوانوں کو اس طرح اسلام میں داخل ہوتے دیکھ کر اور میری سرگرمیوں سے خار کھاتے ہوئے چرچ کے اس ذمہ دار نے میرا گھر منہدم کر دیا، حالانکہ میں نے اسے مسجد بنا دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور تمام اسلام قبول کرنے والوں کو ثابت قدم رکھے اور تمام آلام ومصائب پر صبر کرنے کی توفیق دے اور ہمیں دین کا مخلص داعی بنائے۔ آمین

مستفاد از ماہ نامہ ارمغان، جنوری ۲۰۰۷ء

۷۱ اسلام ایک عالمگیر مذہب اور جامع نظام ہے

محترمہ کملا ثریا ﴿کملا داس﴾ سے ایک انٹرویو

اقتباس

یہ گیارہ دسمبر ۱۹۹۹ء کا ایک یادگار دن تھا جنوبی ہندوستان کے شہر کوچی (بعض کوچین یا کوچن بھی لکھتے ہیں) میں کیرالہ لائبریری کونسل کا اجلاس ہو رہا تھا کسی کو وہم وگمان بھی نہ تھا کہ اس اجلاس میں ایک ایسا اعلان ہونے والا ہے جو اس اجلاس کو عالمی شہرت بخش دے گا بلکہ اسے تاریخ کے صفحات میں بھی محفوظ کر دے گا خود اعلان کرنے والی خاتون بھی اپنے اس اعلان سے آگاہ نہ تھی جب وہ تقریر کرنے کے لئے آئی تو اس نے محسوس کیا کہ ایک نور نے اس کی ذات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اس کے ہاتھ آسمان کی طرف بلند ہوئے اور زبان سے بے ساختہ نکلا "یا اللہ" اس کے ساتھ ہی ساری مجلس پر ایک سناٹا چھا گیا، سناٹا اس وقت ٹوٹا جب اس نے کہا: "اب میں اس کی پرستار ہوں جو اپنی ذات میں یکتا ہے" یہ اعلان کرنے والی کوئی مسلمان خاتون نہ تھی بلکہ انگریزی اور ملیالم زبان کی بین الاقوامی شہرت یافتہ ہندوستان کی ہندو مصنفہ "کملا داس" تھی جو اعلان کرتے ہی مسلمان ہو چکی تھی، اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے کملا ثریا، کا نام پسند کیا، ۱۳؍مئی ۲۰۰۹ء کو وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔

فریدہ رحمت اللہ :ثریا صاحب! آپ ہندو مذہب میں پیدا ہوئیں، پلی بڑھیں عمر کے اس دہانے پر وہ کونسی بات تھی، جس سے متاثر ہو کر آپ نے اسلام قبول کیا۔

ڈاکٹر کملا ثریا :فریدہ! میں ہندو مذہب کے کسی بھی رسم و رواج سے کبھی بھی نہ ہی متاثر ہوئی اور نہ ہی پابند رہی۔ تیس سال سے زیادہ مجھے اسلام کو سیکھنے دیکھنے اور پڑھنے کا موقع حاصل ہوا، مجھے ہمیشہ اسلام سے بے حد دلچسپی رہی۔ اسلامی تہذیب نے مجھے بے حد متاثر کیا۔

سوال :آپ نے کہا، متاثر کیا، کس طرح سے؟

جواب :آج سے تیس سال قبل دو لڑکے میری زندگی میں آئے۔ دونوں مسلمان تھے۔ میں نے ان دونوں لڑکوں کو اپنے ساتھ رکھا۔ بلکہ وہ بھی میرے بیٹے جیسے ہیں۔ میں نے انہیں تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا۔ دونوں کچھ نابینا بھی تھے۔ ان کا چال چلن، برتاؤ، طور طریقہ سے میں بے حد متاثر ہوئی۔ یہ دونوں لڑکے جنہیں میں بیٹے مانتی ہوں میری زندگی کی کایا پلٹنے میں ذمہ دار ہیں۔ یقیناً میں اسلام کی تعلیمات سے بے حد متاثر ضرور ہوں۔

سوال :آپ نے آپ کے لے پالک بیٹوں کا ذکر کیا۔ ان کی تعلیمی قابلیت کیا ہے؟ آج کل وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟

جواب :ایک بیٹے کا نام عنایت ہے۔ یہ پڑھ لکھ کر بیرسٹر بن گیا۔ اب کلکتہ میں ہے۔ دوسرا لڑکا ارشاد ہے۔ پروفیسر آف انگلش ہے۔ گورنمنٹ کالج دارجلنگ میں سروس کرتے ہیں۔

سوال :ہندو مذہب میں عورت کو (Symbol of godess) کہا گیا ہے، مخالف اسلام کہتے ہیں ہندو مذہب میں عورت کی بے حد قدر ہوتی ہے۔ ایسے مقام کو چھوڑنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

جواب: مجھے خدا نہیں بننا تھا، مجھے صرف ایک اچھی انسان بننا تھا، میں نہیں چاہتی میں بت بنوں اور میری پوجا ہو۔ مجھے صرف ایک اللہ کی بندی بن کر زندگی گزارنا ہے۔

سوال: غلط پروپیگنڈہ ہے کہ اسلام میں عورت کا کوئی مقام نہیں، عورت آزاد نہیں، یہ مرد کا جہاں ہے۔ آپ ان غلط خیالات کو کیا کہنا چاہیں گی؟

جواب: پتہ نہیں! لیکن اسلام میں رہ کر میں آزاد ہوں، میں اپنی مرضی کی مالک ہوں۔ اگر آپ تیراکی کے لباس میں (Swim Suit) میں پبلک مقامات پر نہانا گھومنا، پھرنا اور بیوٹی کانٹسٹ کے نام پر عورت کو برہنہ کرنا، اس کے جسم کی نمائش کرنا، عورت کے بدن کی ناپ تول اور جانچنا، اگر یہ آزادی ہے تو میں ایسی آزادی پر لعنت بھیجتی ہوں۔ اسلام میں عورت کا مقام بہت بلند اور محفوظ ہے۔

سوال: آپ ہمیشہ پردہ میں رہتی ہیں آپ کو اس میں کیا خوبی نظر آئی؟

جواب: میں پردہ کو عورت کے لئے تحفظ مانتی ہوں۔ برقع میں عورت کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں کی جاتی۔ میں تیس سال قبل ہی برقع استعمال کرتی تھی۔ جو عورت حجاب میں رہتی ہے اسے سماج معاشرہ عزت اور قدر کی نظر سے دیکھتا ہے لیکن برقع کا غلط استعمال نہیں ہونا چاہئے۔

سوال: کیا پردہ عورت کا مقام اونچا کرتا ہے؟

جواب: یقیناً۔ میں جب بھی سفر کرتی ہوں مکمل طور سے پردہ کرتی ہوں خود کو پردے میں مکمل محفوظ سمجھتی ہوں۔ پردہ سے عورت کا وقار اور عظمت بڑھ جاتی ہے۔

سوال: (Polygamy) خاندانوں اور سماج کے لیے رحمت ہے یا زحمت، اکثر اس کے غلط تصویر پیش کی جاتی ہے۔ ان باتوں میں میڈیا پیش پیش رہتا ہے۔ اکثر اس کا غلط فائدہ بھی اٹھایا گیا ہے۔ آپ کیا کہیں گی۔

جواب: شریعت میں ہے اجازت ہے تو بالکل صحیح ہے۔کس کی مجال شریعت کی مخالفت کرے میں کہوں گی ایک مرد اگر ایک سے زائد عورت کی دیکھ بھال کرسکتا ہے، اس کی حفاظت کرسکتا ہے، اس عورت کے ساتھ انصاف کرسکتا ہے، اسے معاشرہ میں عزت کا مقام دلاسکتا ہے تو اس میں برائی کیا ہے شادی کا مطلب صرف ایک دوسرے کو حاصل کرنا نہیں۔کسی بے سہارا کو اگر سہارا مل رہا ہے تو میں اسے برا یا غلط نہیں مانتی۔کوئی وجہ نہیں Polygamy کو Condimn کیا جائے۔دوسرے مذاہب میں بیوہ عورت کو منحوس سمجھا جاتا ہے اسے غیر ضروری چیز سمجھ کر دھتکار دیا جاتا ہے۔اگر بیوہ عورت کے ساتھ نکاح کر کے اسے اچھی زندگی دی جاتی ہے تو Condimn کرنے والی کوئی وجہ نہیں۔

سوال: پڑوسی ملک کے بارے میں کچھ؟

جواب: ہمارے وزیر اعظم بہت ہی اچھے انسان ہیں۔کچھ باہر کے لوگ اور میڈیا بھی اکثر غلط پروپگنڈہ کر کے دونوں ممالک کے درمیان غلط فہمی پیدا کرتے ہیں۔کوئی کہتا ہے پاکستانی ہمارے دشمن ہیں کسی نہ کسی طریقے سے لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف جذباتی بنا دیتے ہیں۔یہ غلط بات ہے دونوں طرف سے امن کی پیار و محبت کی تعمیری بات ہونی چاہیے تا کہ دونوں ملک میں امن ہو دوستی بڑھے پیار بڑھے تا کہ ملک ترقی کر سکے۔

سوال: کیا ہندو مسلم ایک دوسرے کے مخالف ہیں؟

جواب: بالکل بھی نہیں۔ان دونوں سے اچھا دوست کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا یہ آگ بہت پہلے انگریز لگا کے گئے ہیں یہ غلط فہمی ہے۔انگریزوں ہی نے یہ افواہ اڑائی اور شور مچا دیا۔

سوال: آپ نے قبول اسلام کی اطلاع دی تو آپ کے والدین بچوں اور رشتہ داروں کا رویہ کیا رہا؟

جواب: میرے والد نہیں رہے۔ والدہ عمر کی اس دہلیز پر ہیں، جہاں انہیں کوئی کسی بات کا احساس نہیں ہوتا۔

میرے بچے بہت سمجھدار ہیں، ہاں میرے رشتے داروں کو ضرور شاک لگا تھا۔ وجہ یہ نہیں تھی کہ میں نے اسلام قبول کیا بلکہ میں جو پردہ کرتی ہوں۔ یہ بات انہیں تھوڑا الگ لگتی ہے۔ پردہ والی بات کچھ کھٹکتی ہے ورنہ میرے گھر میں کسی کو اعتراض نہیں۔

سوال: آپ ہمیشہ پردہ میں رہتی ہیں؟

جواب: میں سمجھتی ہوں جب اسلام قبول کیا ہے تو مکمل طور سے پابند رہوں، فرمانبردار اور اطاعت گزار رہوں I shouldbe totallysurrenderedNot Halfly میں مانتی ہوں اللہ ایک ہے، ساری دنیا کا نظام اسی کے ہاتھ میں ہے، وہی وحدہ لاشریک ہے۔

سوال: قبول اسلام کے بعد آپ کیسا محسوس کرتی ہیں؟

جواب: خود کو ایک دم ہلکا پھلکا محسوس کرتی ہوں۔ پہلے جیسے میں ایک ''نابینا'' تھی۔ روشنی سے محروم تھی۔ شاید میری باطن کی آنکھیں بند تھیں۔ اب لگتا ہے ایک اندھے کو روشنی مل گئی اور میرے ذہن کے دریچے جو بند تھے کھل گئے ہیں۔ میں اب بالکل مطمئن ہوں اور بے حد خوش ہوں۔ میری خوشیاں اب Positive ہیں میں ایک دم سے مضبوط ہو گئی ہوں۔

سوال: اسلام میں طلاق اور خلع کی جو سہولتیں ہیں یا آسانیاں ہیں، اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گی؟

جواب: یہ تمام آپس کے ذاتی مسائل ہیں، جب میاں بیوی میں آپس میں ان بن، تکرار، لڑائی جھگڑے مسلسل ہونے لگتے ہیں۔ میاں بیوی ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ دونوں کو ایک ساتھ زندگی گزارنا دشوار لگتا ہے۔ ایسے میں طلاق یا خلع کے ذریعہ بات کو آسانی سے ختم کیا جا سکتا ہے۔ میں کہنا چاہوں گی کہ اکثر خواتین بھی مرد کو اس کی

طاقت سے زیادہ فرمائشوں کا بوجھ ڈال کر غیر ضروری چیزوں کی چاہ میں نفرت کے دروازے کھولنے لگتی ہیں۔

"Sometime domin tak min for grantel "یہ غلط بات ہے۔ بہت سے حضرات میرے پاس ایسی شکایت لے کر آتے ہیں۔ بیوی کو اپنے شوہر کی آمدنی دیکھ کر فرمائش کرنی چاہئے اور دونوں کو آپس میں مل جل کر پیار محبت سے خوش حال زندگی بسر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

سوال: آپ نے مغربی ممالک کا سفر بھی کیا ہے ان ممالک میں اسلام کا موازنہ دوسرے مذاہب سے یا انکے ساتھ آپ کو کیسا لگا؟

جواب: جرمنی میں مومنٹ بہت مضبوط ہے۔ ویسے بھی ساری دنیا میں اسلام کی تعلیمات اور تبلیغ کا کافی اثر پڑا ہے، لوگ اسلام کو جاننے کے خواہشمند اور بے چین رہتے ہیں ۔ جب میں نے ابھی مذہب نہیں بدلا تھا، میرے بہت سے خدا تھے (استغفر اللہ) جب میرا بچہ بیمار ہو جاتا تو ڈاکٹر کی دوا کے بعد دعا کی بھی ضرورت پڑتی ہے، مجھے نہیں معلوم تھا کس خدا کے پاس مانگوں۔ کیوں کہ ہر ایک کے لئے الگ الگ بھگوان ہوتا ہے، میں پریشان ہو جاتی تھی۔ اسلام میں ساری دنیا کا مالک اللہ ہے۔ جو صرف ایک ہے جو سب کی سنتا ہے وحدہ لاشریک ہے۔ بس اسی سے مانگو۔

سوال: آپ ایک مشہور بین الاقوامی شاعرہ اور مصنفہ بھی ہیں؟ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کو نوبل ایوارڈ ملتے ملتے رہ گیا، کیا وجہ تھی؟ ۱۹۸۴ء میں آپ کے ساتھ مارگیٹ بورس، ''ڈوریسلیزنگ'' اور نندین گارڈ میز بھی تھے؟

جواب: میری بدنصیبی۔ دوسری بات یہ کہ اس وقت ایک اور اچھا شاعر ابھی آپ نے نام لیا شامل تھا۔ انہیں کینسر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ نوبل ایوارڈ اس وقت انہیں دیا گیا، ایوارڈ لینے

کے چند ماہ بعد وہ چل بسے، اکثر ایک سے زیادہ بار Nominate ہونا ضروری ہوتا ہے۔

سوال: اسلام ہی واحد مذہب ہے۔ اس کا یقین آپ کو کیسے ہوا؟

جواب: میں برسوں تمام مذاہب کا مطالعہ کرتی رہی۔ مجھے لگا دوسرے مذاہب میں کئی جگہ کی بنیاد کھوکھلی ہے۔ اسلام کی بنیاد بے حد مضبوط اور مستحکم ہے اس میں امن ہے، سچائی ہے سکون ہے۔

فریدہ: آپ نے بالکل ٹھیک فرمایا۔ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ جامع نظام زندگی ہے کمزوروں کا محافظ اور مظلوموں کا ہمدرد ہے۔

سوال: ایک اور آخری سوال آپ کا پیغام ہندو اور مسلم بہنوں کے لئے؟

جواب: بس ایک دوسرے سے پیار کرو، پیار محبت میں سکون ہے، ترقی ہے، راحت ہے، امن ہے میں کہوں گی جہاں پیار نہیں، وہ جگہ دوزخ ہے۔ جس جگہ دلوں میں ایک دوسرے کے لئے پیار ہے وہ جگہ جنت ہے۔ جہاں امن ہے سکون ہے۔

سوال: آخری بات لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے قبول اسلام کے پیچھے کسی مرد ''آدمی'' کا ہاتھ ہے، اگر ہے تو ہم جاننا چاہیں گے کہ وہ کون ہیں؟

جواب: بالکل صحیح سنا ہے آپ نے۔ یقیناً اس کے پیچھے آدمی کا ہاتھ ہے اور وہ ہیں محمد ﷺ یہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں آپ ہی کی وجہ سے میں ایمان لے آئی اور اسلام قبول کیا اس ایک آدمی کی تعلیمات نے میری زندگی کی کایا پلٹ دی۔

سوال: آپ نے کہا آپ تیس سال سے اسلام سے، اسلامی تہذیب سے متاثر تھیں، ظاہر کرنے میں اتنے برس کیوں لگے، کسی کا ڈر یا کوئی وجہ؟

جواب: میں سوائے اللہ کے کسی سے نہیں ڈرتی۔ اللہ کی بندی ہوں، شاید صحیح وقت کا انتظار تھا

سوال: آپ صوم وصلوٰۃ کی پابند ہیں؟

جواب : بالکل صوم وصلوٰۃ کی پابند ہوں اور رات میں تین بجے اٹھتی ہوں، تہجد کے ساتھ پنجگانہ بھی پابندی سے ادا کرتی ہوں۔ ہمارے گھر میں صبح سویرے امام صاحب پڑھانے آتے ہیں، جن سے میں اسلام کی تعلیم حاصل کر رہی ہوں (امام صاحب سے ہماری ملاقات صبح کوثریا صاحبہ کے ہی گھر پر ہوتی تھی) قرآن پاک پڑھتی ہوں ابھی خاص آواز سے پڑھنا سیکھ رہی ہوں۔

سوال : ''کیرلا''مسلمان'' اور''سیاست'' کچھComments؟

جواب : کیرلہ کی ترقی میں%85فی صد یہاں کے مسلمانوں کا ہاتھ اور ساتھ رہا ہے۔ یہاں کی ترقی کے لئے مسلمان پیسہ پانی کی طرح بہاتے ہیں۔ یہاں پر مسلم لیگ ہمیشہ جیت کر آتی ہے لیکن یہ لوگ کبھی بھی مسلم طبقے کے مسائل کو لے کر سنجیدہ نہیں ہوتے نہ ہی کچھ کرتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ کیرلا میں مسلمان سنجیدگی سے مسلمان وزیراعلیٰ کی مانگ کریں۔ بلکہ Demand کریں۔ اب وقت آگیا ہے یہ انصاف کا تقاضہ ہے۔ یہاں کا وزیراعلیٰ مسلمان ہونا چاہئے۔ یہ ان کا حق ہے۔ یہاں کی معیشت مسلمانوں کی وجہ سے سدھری ہے اور سنوری بھی ہے۔ مسلمانوں کو آگے بڑھ کر اپنے حقوق کی مانگ کرنا اور منوانا ضروری ہے۔

سوال : مستقبل کے بارے میں کوئی خواہش؟

جواب : کیرلا کی سیاست میں تبدیلی لائی جائے، میں چاہتی ہوں، بزرگ خواتین کے لیئے ایک گھر بناؤں، اس گھر میں عبادت کا انتظام ہو۔ ایک مسجد بناؤں اور عربی مدرسہ بھی ان بزرگوں کی خدمت کروں۔ انہیں وہ تمام پیار دوں جو ان کے اپنوں نے کبھی بھی نہ دیا، جب باہر نکلتی ہوں تو دیکھتی ہوں کتنی بے سہارا عورتیں سڑکوں کے کنارے فٹ پاتھ پر بے یار و مددگار رہتی ہیں، ان کے کام آؤں انہیں تمام اپنے گھروں میں جگہ دوں، میں سمجھتی

ہوں مسلم خواتین سماجی کام بہترین طریقے سے کرسکتی ہیں، جو سہولیات بھی دوسری جگہ نہیں ہیں، جو بھی زندگی رہ گئی ہے اسے قوم وملک کی بھلائی میں صرف کروں یہی آرزو ہے۔

مستفاد از ماہ نامہ ارمغان اپریل ۲۰۰۳ء

۷۲

بچوں کا اسلام دیکھا اور اسلام کی خوبیاں انگنت دیکھیں

مائیکل جیکسن کے بھائی جرمین جیکسن سے انٹرویو

اقتباس

۱۹۸۹ء میں میں اور میری بہن جب مشرق وسطیٰ کے سفر سے واپس ہوئے بحرین میں قیام کے دوران ہمارا پر جوش استقبال ہوا وہاں میں چند بچوں سے ملا اور گفتگو کی میں نے ان سے مختلف سوال کئے اور وہ معصومانہ معلومات پیش کرنے لگے بات چیت کے دوران انہوں نے میرے مذہب کے بارے میں دریافت کیا "میں عیسائی ہوں" میں نے جواب دیا اور ان کے مذہب کے بارے میں معلوم کیا انہوں نے ایک آواز میں جواب دیا اسلام! ان کے برجستہ اور یقین سے بھرپور جواب نے مجھے ہلا دیا انہوں نے مجھے اسلام کے بارے میں بتانا شروع کیا ان کی آواز کا زیر و بم بیان کر رہا تھا کہ ان کو اسلام پر فخر ہے اس طرح میں اسلام کی طرف متوجہ ہوا قبول اسلام کے بعد میں نے خود کو نو مولود محسوس کیا میں نے اسلام میں ان سب سوالات کے جوابات پائے جو میں نے عیسائیت میں نہیں پائے تھے بطور خاص حضرت عیسیٰ کی ولادت سے متعلق اسلام نے مجھے تشفی بخش جواب دیا۔ پہلی بار میں مذہب کے بارے میں مطمئن ہوا میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ میرا خاندان بھی اس حقیقت سے واقف ہو میری فیملی عیسائیت کے (Avedance of jehova) عقیدے کے مطابق صرف ایک لاکھ چوالیس ہزار لوگ ہی جنت میں داخل ہوں گے یہ کیسے ممکن ہے؟ مجھے ہر وقت یہ عقیدہ حیران کن معلوم پڑتا تھا۔

سوال: کب اور کس طرح آپ کے اسلامی سفر کی ابتداء ہوئی؟

جواب: ۱۹۸۹ء میں میں اور میری بہن جب مشرقی وسطی کے سفر سے واپس ہوئے بحرین میں قیام کے دوران ہمارا پرجوش استقبال ہوا۔ وہاں میں چند بچوں سے ملا اور گفتگو کی میں نے ان سے مختلف سوال کئے اور وہ معصومانہ معلومات پیش کرنے لگے۔ بات چیت کے دوران انہوں نے میرے مذہب کے بارے میں دریافت کیا "میں عیسائی ہوں" میں نے جواب دیا، اور ان کے مذہب کے بارے میں معلوم کیا انہوں نے ایک آواز میں جواب دیا اسلام! ان کے برجستہ اور یقین سے بھرپور جواب نے مجھے ہلا دیا انہوں نے مجھے اسلام کے بارے میں بتانا شروع کیا ان کی آواز کا زیر و بم بیان کر رہا تھا کہ ان کو اسلام پر فخر ہے۔ اس طرح میں اسلام کی طرف متوجہ ہوا۔

بچوں کے ساتھ اس معمولی سی گفتگو نے مجھے مسلم علماء کے ساتھ بحث و مباحثے کی راہ دکھائی، ان کے اس والہانہ و عاشقانہ جواب نے مجھے ہلا دیا میرے اندر اتنی ہمت و استطاعت نہ رہی کہ میں اس واقعے کو چھپا لیتا بالآخر میں نے اپنے فیملی دوست قمر علی سے اس واقعہ کو ذکر کیا۔ قمر علی مجھے سعودی عرب کے دار السلطنت ریاض لے گئے وہاں سے ایک سعودی خاندان کے ساتھ میں نے عمرہ کیا اور پہلی بار اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا

سوال: مسلمان ہونے کے بعد آپ کے کیا جذبات تھے؟

جواب: قبول اسلام کے بعد میں نے خود کو نومولود محسوس کیا میں نے اسلام میں ان سب سوالات کے جوابات پائے جو میں نے عیسائیت میں نہیں پائے تھے بطور خاص حضرت عیسیٰ کی ولادت سے متعلق اسلام نے مجھے تشفی بخش جواب دیا۔ پہلی بار میں مذہب کے بارے میں مطمئن ہوا میں اللہ سے دعاء کرتا ہوں کہ میرا خاندان بھی اس حقیقت سے واقف ہو میری فیملی عیسائیت کے (Avedance of jehova) مسلک کی پیروکار

ہے اس عقیدے کے مطابق صرف ایک لاکھ چوالیس ہزار لوگ ہی جنت میں داخل ہوں گے۔یہ کیسے ممکن ہے؟ مجھے ہر وقت یہ عقیدہ حیران کن معلوم پڑتا تھا یہ جان کر کہ بائبل کو مختلف لوگوں نے جمع کیا ہے مجھے بڑا تعجب ہوا خاص طور پر ایک جلد کے سلسلے میں جس کو شاہ جیمس نے تالیف کیا ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ وہ خود ڈارکنزی کی تالیف کرتا ہے اور خدا کو سبب مانتا ہے اور خود اس پر مکمل طریقے سے عمل پیرا نہیں ہوتا۔سعودی عرب میں قیام کے دوران میں نے مشہور برطانوی پوپ سنگر حالیہ مسلم مبلغ یوسف اسلام (Cat stenvens) کا ایک آڈیو کیسٹ خریدا جس سے مجھے اسلام کے بارے میں مزید معلومات حاصل ہوئیں۔

سوال: قبول اسلام کے بعد امریکہ واپسی پر کیا ردعمل ہوا؟

جواب: امریکہ واپسی پر امریکی میڈیا نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف وحشیانہ پروپگنڈہ برپا کر دیا افواہوں کی گرم بازاری سے مجھے ڈسٹربینس ہوا مسلمانوں کو دہشت گرد کہا جانے لگا اگرچہ بہت سی باتوں میں اسلام اور عیسائیت ہم آہنگ ہیں۔جیسے کہ قرآن حضرت عیسیٰ کو ایک مقدس پیغمبر کہتا ہے۔اس کے باوجود مجھے تعجب ہوا کہ عیسائی امریکہ مسلمانوں کے خلاف بے بنیاد باتیں کرتا ہے۔میں نے ان مایوسی کے ایام میں ذہنی طور پر مسلمانوں کی غلط امیج کی درستگی کا عہد کیا جو امریکی میڈیا نے پیش کی ہے مجھے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ امریکی ذرائع ابلاغ میرے قبول اسلام کی خبر کو ہضم نہیں کریں گے بلکہ واویلا مچادیں گے آزادی رائے آزادی ضمیر کا بھی انہوں نے لحاظ نہ کیا امریکی معاشرہ کا منافقانہ رویہ میرے سامنے آ گیا قبول اسلام کے بعد میری زندگی میں حیرت انگیز تبدیلی آئی اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کے بعد سے ہی میں نے انسانیت کو سمجھا میں نے ممنوعات سے پرہیز کیا جس سے اہل خانہ کی مشکلیں بڑھ گئیں میری مختصر فیملی پریشانی کے عالم میں

مبتلا ہوگئی دھمکی بھرے خطوط آنے لگے جن سے ہماری فیملی کی مشکلات میں مزید اضافہ ہوا۔

سوال: کس طرح کی دھمکیاں؟

جواب: مثلاً وہ کہنے لگے کہ میں نے امریکی تہذیب و معاشرے کے وقار کو مجروح کیا ہے اسلام کی گود میں بیٹھنے سے تم دوسروں کے ساتھ اپنے حقوق سے دست بردار ہو گئے ہو ہم تمہاری زندگی دوبھر کردیں گے، لیکن مجھے یقین تھا کہ ہمارا خاندان کشادہ ذہن ہے، ہم نے ایسے ماحول میں آنکھیں کھولیں جہاں تمام مذاہب کو یکساں نظر سے دیکھا جاتا تھا، ہمارے ماں باپ نے اسی سانچے میں ہماری پرورش کی تھی اس لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ جیکسن فیملی کے تمام مذاہب کے لوگوں سے دوستانہ تعلق رہے ہیں میرے ساتھ جو سلوک کیا جارہا تھا یہ اس کا واضح ثبوت ہے۔

سوال: آپ کے بھائی مائیکل جیکسن کا کیا ردعمل تھا؟

جواب: امریکہ واپسی پر میں سعودی عرب سے بہت ساری کتابیں لے کر آیا جن میں سے کچھ کتابیں مطالعہ کے لئے مائیکل نے لیں اس سے قبل امریکی میڈیا کے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پھیلائے ہوئے پروپگنڈے سے وہ متاثر تھا نہ تو وہ اسلام کے خلاف تھا اور نہ فیور میں، ان کتابوں کے مطالعہ کے بعد اس نے مسلمانوں کے خلاف کچھ بھی کہنے سے پرہیز کیا۔ کتابوں کے مطالعہ کے اثر سے اس نے مسلم تاجروں کے ساتھ تجارتی تعلقات بڑھائے اور اب وہ سعودی کھرب پتی شہزادہ ولید بن طلال کی ملٹی نیشنل کمپنی میں برابر کا حصہ دار ہے۔

سوال: ~~اس وقت مائیکل کے بارے میں یہ افواہ ہے کہ مسلمان ہوگیا ہے۔ حقیقت کیا ہے؟~~

جواب: میرے علم کے مطابق مائیکل نے اپنی حیات میں مسلمانوں کے خلاف کوئی بات نہیں کہی اس کے نغمے دوسروں سے پیار کرنے کا پیغام دیتے ہیں ہم نے اپنے

والدین سے دوسروں سے پیار کرنا سیکھا ہے جب میرے مسلمان ہونے پر میرے خلاف اتنا واویلا ہو سکتا ہے تو مائیکل کے خلاف کیوں نہیں ہو سکتا؟ لیکن ابھی تک میڈیا نے اس کو سب وشتم کا نشانہ نہیں بنایا ہے اگرچہ اسلام سے نزدیکیوں کی وجہ سے اس کو دھمکیاں دی جارہی ہیں لیکن وہ جانتا ہے کہ کل مائیکل جیکسن اسلام قبول کرلے گا۔(۱)

سوال: آپ کی فیملی کا آپ کے بارے میں کیا نظریہ تھا؟

جواب: امریکہ واپسی پر میری والدہ کو میرے قبول اسلام کی اطلاع ہو چکی تھی میری والدہ مذہبی وشائستہ خاتون ہیں گھر پہنچنے پر انہوں نے مجھ سے صرف ایک سوال کیا ''تمہارا یہ فیصلہ وقتی ہے یا سوچ سمجھ کر تم نے یہ قدم اٹھایا ہے'' ''میں نے غور وفکر کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے'' میں نے جواب دیا۔ ہمارا خاندان ایک مذہبی خاندان کے طور پر جانا جاتا ہے جو کچھ ہم کرتے ہیں یہ اللہ کی رحمت ہے تو ہمیں اس کا شکریہ ادا کیوں نہیں کرنا چاہیے؟ اس وجہ سے بھی کہ ہم چیریٹی انسٹی ٹیوٹ میں حصہ لیتے ہیں اسپیشل ہوائی جہاز کے ذریعہ غریب افریقی ممالک کو دوائیاں بھیجتے ہیں بوسنیا جنگ کے دوران ہمارا ایئر کرافٹ متاثرین کو مدد سپلائی کرنے میں جٹ گیا تھا۔

(۱) مائیکل جیکسن نے اسلام قبول کرلیا تھا یہ انٹرویو ان کے بھائی کا مائیکل جیکسن کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کا ہے۔ اگلا مضمون مائیکل جیکسن کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں ہے۔ روشن

سوال: کیا آپ نے کبھی اپنی پوپ اسٹار بہن جینٹ جیکسن سے بھی اسلام کے بارے میں گفتگو کی؟

جواب: فیملی کے دوسرے لوگوں کی طرح اس کے لئے بھی میرا قبول اسلام تعجب خیز تھا

شروعات میں وہ دکھی ہوئی اس نے اپنے دماغ میں یہ بات بٹھائی تھی کہ مسلمان شہوت پسند ہیں مثلاً وہ چار بیویاں رکھتے ہیں لیکن میرے وضاحت کرنے پر اور اسلام کے قانون کا موازنہ موجودہ امریکی معاشرے سے کرنے پر وہ مطمئن ہوگئی یہ حقیقت ہے کہ مغربی معاشرے میں بے راہ روی اور بے وفائی عام بات ہے شادی شدہ ہونے کے باوجود مغربی مرد متعدد عورتوں سے جنسی تعلقات رکھتے ہیں۔ اس معاشرہ میں اخلاقیات کو دھچکا لگتا ہے اسلام تباہی سے معاشرے کو محفوظ رکھتا ہے اسلامی تعلیم کے مطابق اگر کوئی شخص جذباتی طور پر کسی عورت کا گرویدہ ہوجائے تو اس کو چاہئے کہ باعزت طریقے سے اپنے تعلقات کو قانونی سانچے میں ڈھالے ورنہ ایک عورت سے زیادہ کی جرات نہ کرے اس کے علاوہ اسلام نے دوسری شادی کے لئے جو شرائط متعین کئے ہیں عام مسلمان ان کو اقتصادی طور پر پورا کرنے سے قاصر ہے مشکل سے مسلم دنیا میں ایک فیصد مسلمان ہوں گے جنہوں نے ایک سے زیادہ شادیاں کی ہیں۔ میری رائے میں اسلام میں عورت کی حیثیت اس پھول کی طرح ہے جو کانٹوں میں محفوظ رہتا ہے دیدہ زیب اور خوش آئند لیکن مغربی معاشرہ اس دانش مندی اور فلسفے سے محروم ہے۔

سوال: مسلم معاشرے کے بارے میں آپ کے ذاتی تاثرات کیا ہیں؟

جواب: انسانی ہمدردی روئے زمین پر سب سے زیادہ مسلم معاشرے میں ہے میرا یقین ہے کہ وہ وقت آئے گا جب دنیا اس حقیقت سے واقف ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مستفاد از ماہ نامہ ارمغان جنوری ۲۰۰۴ء

۷۲ اسلامی تعلیمات کو دیکھ کر اسلام قبول کیا

مغربی موسیقی کا عالمی شہرت یافتہ مائیکل جیکسن (میکائیل) کا قبول اسلام

اقتباس

جیکسن نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد اپنے گناہوں سے توبہ کرلی ہے۔اس نے ایک پریس کانفرنس میں اعلان کیا ہے کہ وہ ماضی میں کیے گئے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور اللہ سے معافی کا طالب ہے۔اس کا کہنا ہے کہ وہ اب اپنی موسیقی کولہو ولعب کے لئے استعمال نہیں کرے گا بلکہ اس کی کوشش ہوگی کہ اسلام کے پیغام کو وہ اپنی موسیقی کے ذریعہ (شرعی حدود میں رہکر) دنیا میں عام کرے گا۔

ساری دنیا اس خبر سے سکتہ میں ہے کہ مائیکل جیکسن مشرف بہ اسلام ہوگیا ہے۔ یاد رہے کہ مائیکل جیکسن مغربی موسیقی کا علمبردار ہے اور اس وقت اس کی موسیقی آفاق کی بلندیوں کو چھو رہی ہے۔مائیکل جیکسن جس طرف جاتا ہے اس کی جھلک دیکھنے کے لئے دیوانہ وار اس کے چاہنے والے دوڑ پڑتے ہیں۔اس کی آواز میں وہ جادو ہے جس سے لوگ مدہوش ہوجاتے ہیں اور سننے والوں پر بےخودی طاری ہوجاتی ہے لوگ اسے موسیقی کا جادوگر کہتے ہیں۔اس کی عالمی شہرت کا حال یہ ہے کہ اس سے پروگرام کا وقت لینے کے لئے مہینوں انتظار کرنا پڑتا ہے تب جاکر اس سے پروگرام طے کیا جاتا ہے۔مائیکل جیکسن

کے کئی سیکریٹری ہیں، جو بہت سوچ سمجھ کے بعد اس کے پروگرام طے کرتے ہیں۔ جیکسن کو آواز کے جادو کے ساتھ قدرت نے جسم کا لوچ بھی عطا کیا ہے جب یہ گیت گاتا ہے تو اپنے جسم کو مختلف زاویوں سے جنبش دیتا ہے جس کی وجہ سے اس کے گیتوں میں نئی جان پیدا ہو جاتی ہے۔ موسیقی کے پرستار بے خود ہو کر تھرکنے لگتے ہیں۔ بوڑھے بھی اس کی موسیقی سن کر خود کو جوان محسوس کرنے لگتے ہیں چونکہ اس کی موسیقی کی لہریں جذبات میں تلاطم پیدا کر دیتی ہے۔ مغربی تہذیب کی ایسی علمبردار شخصیت اگر عیسائیت چھوڑ کر حلقہ بگوش اسلام ہو جائے تو سارے مغرب کا انگشت بدنداں ہونا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔

سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ جیکسن نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد اپنے گناہوں سے توبہ کر لی ہے۔ اس نے ایک پریس کانفرنس میں اعلان کیا ہے کہ وہ ماضی میں کئے گئے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور اللہ سے معافی کا طالب ہے۔ واضح رہے کہ اسلام میں گانے بجانے کی ممانعت ہے۔ ہیجان انگیز اور جنسی گانوں کے لئے تو انتہائی سختی سے منع کیا گیا ہے۔ مائیکل جیکسن کا کہنا ہے کہ اس کی تو ساری زندگی ناچتے گاتے گزری ہے نہ جانے اس کا انجام کیا ہوگا لیکن مفتی محمد صالح صاحب نے اس کو سمجھایا ہے کہ اللہ کی ذات گناہوں کو معاف کرنے والی ہے۔ جب کوئی شخص داخلِ اسلام ہو جاتا ہے اور سچے دل سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتا ہے تو اللہ اسے، معاف کر دیتا ہے۔ اب تک مائیکل جیکسن کا چہرہ نسوانی انداز کا رہا ہے۔ اس کی لمبی لمبی زلفیں ہیں ہونٹوں کو وہ لپ اسٹک سے سرخ رکھتا ہے۔ بعض پروگراموں کو پیش کرتے ہوئے وہ نسوانی لباس زیب تن کرتا ہے اور نسوانی حرکتوں سے لوگوں کے دلوں پر چھا جاتا ہے لیکن اب اس نے واضح کیا ہے کہ مستقبل میں وہ اپنا حلیہ بدل لے گا اور مکمل طور پر اپنی شخصیت کو اسلامی بنا لے گا۔ دنیا دیکھے گی کہ اس کے چہرہ پر داڑھی ہے اور اس کا لباس بھی بدل جائے گا۔ اس کے اس

اعلان سے یہودی اور عیسائی دنیا میں ایک زلزلہ سا آ گیا ہے۔مائیکل جیکسن کا یہ کہنا بھی اہمیت کا حامل ہے کہ وہ اب اپنی موسیقی کو لہو ولعب کے لئے استعمال نہیں کرے گا بلکہ اس کی کوشش ہوگی کہ اسلام کے پیغام کو وہ اپنی موسیقی کے ذریعہ (شرعی حدود میں رہکر) دنیا میں عام کرے۔جیکسن کے اس ارادہ کے پیش نظر عیسائی حلقوں میں تشویش کی لہر پیدا ہو گئی ہے۔جیکسن کے عیسائی دوستوں کا کہنا ہے کہ ایسی صورت پیدا ہونے پر اسلام کا پیغام آسانی کے ساتھ ساری دنیا میں پہنچنا شروع ہو جائے گا۔دنیا اب آسانی سے سمجھ لے گی کہ اسلام دہشت گردی کا مذہب نہیں ہے بلکہ امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔

یہ بات ذہن میں رکھنے کی ہے کہ مائیکل جیکسن کے دو بھائی پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہے۔جیکسن کے دونوں چھوٹے بھائی جیکسن کو اسلام کی خوبیاں ذہن نشین کراتے رہے،جیکسن نے دیکھا کہ اس کے دونوں بھائیوں کی زندگی میں جو سکون اور اطمینان پیدا ہوا ہے وہ اسلام کی ہی دین ہے۔جیکسن نے محسوس کرنا شروع کیا کہ زندگی میں عیش و عشرت ہی انسان کی منزل نہیں ہے بلکہ ذہنی سکون واطمینان نہایت ضروری ہے۔اگر دنیا کی ساری دولت میسر آ جائے اور ذہنی وقلبی سکون حاصل نہ ہو تو پھر سب کچھ بیکار ہے۔مائیکل جیکسن کے دونوں چھوٹے بھائیوں نے کہا ہے کہ جیکسن نے قلبی طور پر تو اسلام بہت پہلے قبول کرلیا تھا۔اس نے شراب نوشی چھوڑ دی تھی اور اس کے مزاج میں سنجیدگی نظر آنے لگی تھی جنسی زدہ جو گیت وہ پہلے گاتا تھا ان میں بھی کمی آ گئی تھی اور خواتین کے ساتھ اختلاط بھی اس نے کم کر دیا تھا اور اب ہوتے ہوتے نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس نے اپنے مشرف بہ اسلام ہونے کا اعلان میڈیا کے ذریعہ کر دیا ہے۔

مائیکل جیکسن کی زندگی مدو جزر کی ایک کہانی ہے۔پیدا ہونے کے بعد اسے عیسائی مذہب کی روایتی تعلیم دلائی گئی۔وہ چرچ میں دعائیہ گیت گایا کرتا تھا۔اس کے لہجے

میں ایک انفرادیت تھی ۔ چرچ کے بڑے پادری نے جیکسن کو دعائیہ گیت گانے والے لڑکوں کا سربراہ بنادیا تھا جس سے جیکسن کی شہرت بڑھتی گئی ۔ دوسرے بڑے پروگراموں میں بھی اس کو مدعو کیا جانے لگا۔

جیکسن کے والدین کی اقتصادی حالت بہتر نہ تھی لیکن جب جیکسن کو دعائیہ گیت گانے سے آمدنی ہونے لگی تو اس کے والدین کو خیال پیدا ہوا کہ جیکسن اگر موسیقی کو بطور پیشہ اختیار کرلے تو ان کی مشکلات دور ہوسکتی ہیں ۔ یہ قدرت کا عطیہ ہے کہ مائیکل جیکسن جیسے جیسے بڑا ہوتا گیا اس کی آواز میں نکھار پیدا ہوتا گیا اس کے والدین نے اسے موسیقی کی تعلیم دلانے کے لئے موسیقی کے ایک اسکول میں بھیج دیا۔ خوش قسمتی سے اسے ایسے موسیقار استاذ میسر آگئے جنہوں نے اس کی حوصلہ افزائی کی اور جیکسن نے بھی موسیقی کو سیکھنے میں کسی طرح کی کمی نہ کی اور ہمہ وقت وہ اسی جدوجہد میں لگا رہا کہ موسیقی کے فن کو اپنی ذات کا حصہ بنالے ۔ کچھ سالوں کے ریاض کے بعد جب اس نے امریکہ اور دوسرے مغربی ملکوں میں اپنے گیت سنانے شروع کئے تو سننے والوں کو اس کے لہجہ میں آفاقیت کا احساس ہونے لگا ۔ بڑے بڑے موسیقار اس کے قریب آنے لگے ۔ بڑی رقومات جیکسن کو پیش کی جانے لگیں۔

اخبارات میں اس کے نام کے تذکرے ہونے لگے اس کی تصاویر صف اول کے میگزین میں شائع ہونے لگیں ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پوری مغربی دنیا میں مائیکل جیکسن کا نام گونجنے لگا ۔ جیکسن کے لہجہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس پر نسوانیت کا گمان ہوتا ہے اور خواتین اس کے گیت سن کر حد درجہ مبہوت ہوجاتی ہیں ۔ مغرب کی متمول ترین لڑکیاں اس کو اپنی طرف مائل کرنے لگیں ۔ شب و روز لڑکیوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے مائیکل جیکسن میں لڑکیوں کے عادت و اطوار پیدا ہونے لگے اور وہ وقت آگیا جب جیکسن نے

خود کو بھی ایک لڑکی تصور کرنا شروع کر دیا اس نے اپنی زلفیں دراز کر لیں۔ اس پر طرح طرح کے الزامات لگنے شروع ہو گئے لیکن مائیکل جیکسن نے اپنا سفر جاری رکھا اور مغرب کا مقبول ترین سنگر بن گیا۔

لیکن اس کے بعد مائیکل جیکسن میں تبدیلی پیدا ہونی شروع ہوئی اس کے بھائیوں نے قبول اسلام کے بعد مائیکل جیکسن کو بتلایا کہ اس نے اب تک زندگی میں جو کچھ حاصل کیا ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ نہ عیسائیت کوئی زندہ مذہب ہے بلکہ اسلام ہی وہ واحد زندہ مذہب ہے جو کائنات کو تسخیر کرنے کی طاقت رکھتا ہے جیکسن کے دونوں بھائی اس سے اسلام کے بارے میں وقتاً فوقتاً گفتگو کرتے رہے اور اسلام کی تعلیمات سے متعلق کتابیں بھی فراہم کیں۔ جیکسن نے جب اسلامی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا تو فکر و نظر کے نئے چاند تارے اسے نظر آنے لگے۔ اسے ایک نیا افق نظر آیا جہاں اسلام کا سورج نئی آب و تاب کے ساتھ روشن تھا۔

مائیکل جیکسن نے اسلامی تعلیمات کا حصول شروع کر دیا ہے۔ اس نے میڈیا کے نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ قرآن مجید پڑھنا اس کی پہلی ترجیح ہے چونکہ وہ عربی نہیں جانتا ہے اس لیئے پہلے وہ قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ پڑھے گا اس کے بعد وہ عربی زبان میں اعراب کی مدد سے قرآن مجید کی تلاوت کریگا لیکن جیکسن نے یہ معمول بنا لیا ہے کہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کے کیسیٹس پابندی سے سنتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ”قرآن مجید کی تلاوت میں جو حلاوت ہے وہ دنیا کی کسی موسیقی میں نہیں ہے۔“

عیسائی حلقوں میں زیادہ گھبراہٹ اس وجہ سے ہے کہ مائیکل جیکسن نے کہہ دیا ہے وہ اب اپنا وقت اسلام کی تبلیغ میں صرف کرے گا۔ اس نے کہا کہ آئندہ اسے اس کے اسلامی نام میکائیل سے مخاطب کیا جائے۔ اب لاس انجلس سے میکائیل اپنی زندگی کا اسلامی سفر

شروع کرے گا اور ان خوبیوں کو اجاگر کرے گا جن سے متاثر ہو کر اس نے اسلام قبول کیا ہے(۱)۔(ماخوذ از ''نئی دنیا'' ۷ دسمبر ۲۰۰۸ء)

(۱) افسوس کہ اسلام قبول کرنے کے بعد مائیکل جیکسن زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکے ان کا انتقال فطری موت سے ہوا یا اسلام دشمن طاقتوں کی سازش کا نتیجہ ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ محمد روشن

اسلامی تعلیمات کو دیکھ کر اسلام قبول کیا

۷۳ کرکٹ کی دنیا کے معروف کھلاڑی

محمد یوسف ﴿یوسف یوحنا﴾ کا قبول اسلام

اقتباس

اگر مسلمان حضور پاک ﷺ کی سیرت پر عمل کرنا شروع کر دیں تو خدا کی قسم پاکستان سمیت دنیا بھر میں کوئی بھی غیر مسلم نہیں رہے گا۔ انھوں نے کہا کہ میں کہیں چھپا ہوا نہیں ہوں، کھلے عام پھرتا ہوں میرے اسلام قبول کرنے میں میرے دوستوں کرکٹرز کا بہت بڑا ہاتھ ہے جو مجھے اسلام کی تعلیمات دیتے رہے، آج الحمدللہ میں، اور میری اہلیہ پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ پوری دنیا کو ہدایت دے، کرکٹر محمد یوسف نے کہا کہ مجھ پر کسی قسم کا دباؤ نہیں اور نہ کسی کا ڈر وخوف ہے، میں نے سیدھا راستہ اپنایا ہے، اس پر مجھے فخر ہے، میں نے دو ماہ قبل عمرہ کی سعادت بھی حاصل کی ہے اور غیر ملکی دوروں کے دوران نمازیں بھی پڑھتا تھا، انھوں نے کہا کہ فی الحال میں قرآن پاک کا ترجمہ پڑھ رہا ہوں، جب کہ عربی پڑھنے کیلئے وہ حافظ قرآن کی رہنمائی لے رہے ہیں، ایک سوال کے جواب میں محمد یوسف نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ جب مجھے موت آئے تو مجھے کلمہ طیبہ نصیب ہو، میں نے اپنی اہلیہ اور بچوں کو بھی دینی تعلیم دلانا شروع کر دی ہے آخر میں انھوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے والدین کو بھی اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ وہ جس کو چاہے عطا فرمادے، کھیلوں کی دنیا میں باکسنگ کے عالمی چمپین امریکہ کے محمد علی دور حاضر میں شاید پہلے کھلاڑی تھے، جنھیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حقانیت سے روشناس کرایا، اور اب محمد یوسف (سابق یوسف یوحنا) کو کرکٹ کی دنیا میں سب سے پہلے یہ اعزاز بخشا کہ نہ صرف وہ خود ایمان کی نعمت سے سرفراز ہوئے بلکہ اپنی شریک حیات کو بھی اس دولت سے مالا مال کیا، وہ کافی عرصہ تک اپنے قبول اسلام کے اعلان کو محض اس لئے ٹالتے رہے کہ ان کی خواہش تھی کہ ان کے والدین بھی اس اعزاز میں ان کے شریک ہوں، مگر جب یہ ممکن نہ ہوسکا تو آخر یوسف یوحنا نے اپنے محمد یوسف اور اہلیہ تانیہ کے فاطمہ بننے کے راز کو بے نقاب کرنے کا مشکل فیصلہ بھی کر ہی ڈالا۔

یوسف ۲۸ راگست ۱۹۷۴ء کو لاہور میں پیدا ہوئے اور ریلوے ہیڈ کوارٹر گڑھی شاہو کے علاقہ میں اپنے بچپن کے دن گذارے، اسے اوائل عمری ہی سے تعلیم اور روزگار کے بجائے کرکٹ سے جنون کی حد تک دل چسپی تھی، علاقہ میں اسے 'کاکا' کے نام سے جانا جاتا تھا، اس کے والد اگرچہ نہایت غریب تھے مگر ان کی خواہش تھی کہ بیٹا پڑھ لکھ کر بڑا آدمی بنے، مگر بیٹے کے تیور کچھ اور ہی تھے، والد نے مار پیٹ کر دیکھ لیا، مگر کچھ اثر نہ ہوا، آخر تنگ آکر والد نے ٹیلرنگ کا کام سکھانے کے لئے ایک درزی کی دوکان پر شاگرد رکھوادیا مگر۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

یوسف یہاں سے بھی اکثر غائب ہو جاتا اور تلاش پر اس کا سراغ کرکٹ

گراؤنڈ میں ملتا، والد نے تنگ آکر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا اور پھر آخر ایک دن اس کا شوق، محنت اور لگن رنگ لائی، اور ترقی کی منزلیں طے کرتا ہوا ایک دن وہ قومی کرکٹ ٹیم میں اپنا مقام بنانے میں کامیاب ہوگیا اور 98-1997 میں ڈربن میں جنوبی افریقہ کے خلاف دوسرے ٹیسٹ میچ میں کھیلتے ہوئے ٹیسٹ کیپ حاصل کی، جس کے بعد سے وہ اب تک 59 ٹیسٹ میچ کھیل کر 4272 رن اسکور کر چکا ہے، جب کہ 195 ایک روزہ میچوں میں 8714 رن بنا کر اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا چکا ہے۔

گذشتہ دنوں اخبارات میں یوسف کے قبول اسلام کی خبر شائع ہوئی تو اس نے کہا کہ وہ اپنے قبول اسلام کا اعلان کھلے بندوں کرے گا چنانچہ ہفتہ کے دن ۷ار ستمبر کو قذافی اسٹیڈیم لاہور میں جاری کرکٹ ٹریننگ کیمپ کے دوران اس نے ٹیلیوزن کے سابق اداکار محمد نعیم بٹ کی امامت میں اپنے دیگر ساتھیوں کپتان انضمام الحق، شاہد آفریدی اور عبدالرزاق وغیرہ کے ہمراہ کھلے عام نماز مغرب باجماعت ادا کر کے اپنے قبول اسلام کے راز سے پردہ اٹھایا، محمد یوسف نے باقاعدہ دین حق کو قبول کرنے کا اعلان کرتے ہوئے صحافیوں کو بتایا کہ الحمدللہ میں مسلمان ہوں اور میں نے مسلمان ہو کر اپنے ذہن سے بہت بڑا بوجھ اتار دیا ہے، اگرچہ میں نے تین سال قبل اسلام قبول کر لیا تھا لیکن چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر اعلان نہیں کر سکا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ میرے والدین اور دوسرے گھر والے میرے ساتھ اسلام قبول کرنے کا اعلان کریں جن کو میں اعتماد میں لینے کی کوشش کرتا رہا لیکن وہ نہیں مانے، جب کہ میری اہلیہ مان گئی اور ہم نے بچوں کے ہمراہ اسلام قبول کر لیا مجھے اپنے گھر والوں کی فکر ضرور ہے لیکن اللہ پر بھی یقین ہے کہ وہ جو بھی کرے گا بہتر کرے گا، اگر مسلمان حضور پاک ﷺ کی سیرت پر عمل کرنا شروع کر دیں تو خدا کی قسم پاکستان سمیت دنیا بھر میں کوئی بھی غیر مسلم نہیں رہے گا۔ انھوں نے کہا کہ میں کہیں چھپا ہوا نہیں

ہوں، کھلے عام پھرتا ہوں میرے اسلام قبول کرنے میں میرے دوستوں کر کٹرز کا بہت بڑا ہاتھ ہے جو مجھے اسلام کی تعلیمات دیتے رہے، آج الحمدللہ میں اور میری اہلیہ پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ پوری دنیا کو ہدایت دے، کرکٹر محمد یوسف نے کہا کہ مجھ پر کسی قسم کا دباؤ نہیں اور نہ کسی کا ڈروخوف ہے، میں نے سیدھا راستہ اپنایا ہے ،اس پر مجھے فخر ہے، میں نے دو ماہ قبل عمرہ کی سعادت بھی حاصل کی ہے اور غیر ملکی دوروں کے دوران نمازیں بھی پڑھتا تھا، انھوں نے کہا کہ فی الحال میں قرآن پاک کا ترجمہ پڑھ رہا ہوں، جب کہ عربی پڑھنے کیلئے وہ حافظ قرآن کی رہنمائی لے رہے ہیں، ایک سوال کے جواب میں محمد یوسف نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ جب مجھے موت آئے تو مجھے کلمہ طیبہ نصیب ہو، میں نے اپنی اہلیہ اور بچوں کو بھی دینی تعلیم ولانا شروع کر دی ہے آخر میں انھوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میرے والدین کو بھی اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین

محمد یوسف کی اہلیہ فاطمہ بھی اپنے اور اپنے شوہر کے فیصلہ پر بہت فرحاں اور شاداں اور مطمئن ہیں، صحافیوں کے رابطے پر فاطمہ نے بتایا کہ ہم نے کسی دباؤ کے تحت اسلام قبول نہیں کیا بلکہ ہم جب سے مسلمان ہوئے ہیں دل کا بوجھ ختم ہو گیا ہے اور بے حد سکون محسوس کر رہے ہیں، ہماری زندگی میں ان تبدیلیوں سے کسی قسم کا خوف نہیں۔

فاطمہ نے مزید کہا کہ محمد یوسف عیسائی ہوتے ہوئے بھی آدھے مسلمان تھے، ان کے زیادہ تر تعلقات مسلمانوں کے ساتھ تھے ان کے دوست احباب بھی زیادہ تر مسلمان تھے اور ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا تھا اور وہ اپنے دوستوں کی بہت قدر کرتے تھے، اسلامی کتابیں اور قرآن پاک کی تفسیریں بھی وہ بہت شوق سے پڑھتے تھے، اب میں نے بھی اسلام قبول کرلیا ہے، اپنی زندگی کی ان تبدیلیوں سے ہمیں کسی قسم کا خوف نہیں ہے،

میں اپنے شوہر کے ساتھ ہوں اور کسی بھی مخالفت کا سامنا کرنے کو تیار ہوں ہماری زندگی میں سادگی اور قناعت آچکی ہے، میں بھی نماز پڑھتی ہوں اور قرآن پاک ترجمہ کے ساتھ پڑھنے اور سمجھنے کی پوری کوشش کررہی ہوں۔

محمد یوسف اور ان کی اہلیہ فاطمہ کے قبول اسلام کے بعد کے بیانات کا ایک بار پھر مطالعہ کریں تو احساس ہوگا کہ وہ دونوں کسی خوف اور ہر قسم کی مخالفت کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی بات کرتے ہیں، جس کی بظاہر کوئی وجہ نہیں مگر اس صورت حال پر لاہور کے آرچ بشپ لارنس جے سالڑ کا ردّ عمل پڑھیں تو اس خوف کی وجہ سمجھنے میں دیر نہیں لگتی وہ کہتے ہیں کہ یوسف کا اسلام قبول کرنا اس کا ذاتی فیصلہ تھا اور مذہب ہر شخص کا بنیادی حق ہے لیکن اگر اس پر پریشر ڈالا گیا ہے تو یہ افسوسناک ہے، ہمیں یوسف پر فخر تھا کہ وہ پاکستانی ٹیم میں اقلیتوں کی نمائندگی کرتا تھا، سب اس کی اچھی پرفارمنگ سے خوش تھے، لیکن اب اس لئے مایوسی کی بات ہے کہ ہمارا نمائندہ نہیں رہا، تاہم دعا کرتے ہیں کہ وہ زیادہ کامیاب ہو اور ہر میدان میں اچھا کردار ادا کرے محمد یوسف کی جان کو خطرہ کے حوالہ سے سوال کے جواب میں انھوں نے کہا کہ اس کے چاہنے والے بہت پریشان اور غصہ میں ہیں، اس لئے کچھ بھی ہوسکتا ہے، وہ نوجوانوں کا آئیڈیل تھا جو یوسف کے مسلمان ہونے پر جذباتی ہیں، اس لئے کچھ بھی ہوسکتا ہے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے، اقلیت میں ہونے کے باوجود آرچ بشپ نے جس طرح یوسف کے لئے کھلم کھلا دھمکی آمیز لہجہ اختیار کیا ہے اور قبول اسلام کے نتائج کچھ بھی ہوسکنے کا جو عندیہ انھوں نے دیا ہے، اسکے سلسلہ میں کیا اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت کی یہ ذمہ داری نہیں کہ وہ اس بیان کا نوٹس لے اور نومسلم محمد یوسف اور اس کے اہل خانہ کے جان و مال کے تحفظ کے لئے موثر و بروقت

اقدامات کرے، یوسف کا قبول اسلام اور اس کا اعلان جہاں اپنی جگہ ایک مسرت آگیں اقدام ہے وہیں اس کا یہ پہلو بھی خاصہ اطمینان بخش ہے کہ یوسف کے اعلانیہ نماز کی باجماعت ادائیگی کے بعد کرکٹر ساتھیوں، کرکٹ بورڈ کے ملازمین حتیٰ کہ صحافیوں نے بھی نماز باجماعت میں شرکت شروع کردی ہے، جب کہ اس سے پہلے ان میں اکثر نماز کے وقت ادھر ادھر گھومتے رہتے تھے، اس کے ساتھ ہی ایک فکر انگیز پہلو جس کی طرف یوسف نے صحافیوں کی موجودگی میں اشارہ کنایہ میں بات کی ہے اور اس کے قریبی دوستوں کے مطابق بھی محفلوں میں وہ اکثر اس کا تذکرہ کرتے ہیں، کہ اگر وہ مسلمانوں کے کردار کو دیکھتا تو اس کے پاس اسلام قبول کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا کیونکہ مسلمان اور غیر مسلموں کے کردار میں کوئی نمایاں فرق اس نے محسوس نہیں کیا، یہ تو اسلام کی تعلیمات ہیں جنھوں نے اسے حق تک پہنچنے اور اسے قبول کرنے میں اس کی رہنمائی کی، یوسف اور اس کے ساتھیوں کی بجا طور پر یہ تمنا ہے کہ کاش مسلمانوں کا کردار بھی اس قابل ہوسکے کہ غیر مسلم اس سے متأثر ہوکر اسلام کی جانب کشش محسوس کریں، بہر حال اللہ تعالیٰ کا شکر اس امر پر ضرور ادا کرنا چاہئے کہ اس نے بچپن سے لے کر کرکٹ کے میدان تک یوسف کو ایسے ساتھی میسر کئے جنھوں نے اسے اسلام اور قرآن کی تعلیمات کو سمجھنے اور انھیں اختیار کرنے کی جانب متوجہ کئے رکھا، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آخر کار یوسف کو قبول حق کی توفیق بخشی۔

کرکٹ کے شائقین اور مبصرین اس امر پر بھی اطمینان کا اظہار کرتے اور اس پر متعلقہ حلقوں کو متوجہ کرنے پر زور دیتے ہیں کہ جب سے پاکستان کی ٹیم کو دین سے محبت رکھنے والے کھلاڑی میسر آئے ہیں، ٹیم کی میچ فکسنگ اور بیرون ملک بے راہ روی کے چلن

کے الزامات سے جان چھوٹ گئی ہے اور بہت سی کامیابیوں نے قومی ٹیم کے قدم چومے ہیں، اس لئے کرکٹ اور دوسرے قومی کھیلوں کے ارباب بست وکشاد کو ٹیم کے سلیکشن کے وقت کھلاڑیوں کی فنی کارکردگی کے ساتھ ذاتی کردار کی پختگی کو بھی اہمیت دینی چاہئے، تاکہ بعد ازاں پیش آنے والی بہت پریشانیوں سے چھٹکارہ مل سکے۔

مستفاد از ماہ نامہ ارمغان اکتوبر ۲۰۰۵ء

۱۷۴ مہاجروکی مصیبت اسلام سے دوری

ایک نوجوان محمد ہاشم ﴿پرسادسنگھ﴾ سے ملاقات

اقتباس

میں نے جس وقت اسلام کے بارے میں مطالعہ شروع کیا تو اس وقت اسلام میرے سامنے ایک ''تھیوری'' کی شکل میں تھا، میرے سامنے صحابہ کا کردار تھا، ان کے ایمان افروز واقعات تھے، حق کے لئے مر مٹنے کا جذبہ تھا، جب میں مسلمان ہوا اور مسلمانوں کے درمیان رہنے لگا تو میں نے یہ طے کیا کہ مجھے اسلام سے اس کے اصولوں کی بنا پر محبت ہے، اگر میں مسلم قوم کو دیکھوں گا تو شاید میرا اسلام پر باقی رہنا مشکل ہو، مجھے شاید مرتد ہونا پڑے۔''

میں نے جس وقت اسلام کے بارے میں مطالعہ شروع کیا تو اس وقت اسلام میرے سامنے ایک ''تھیوری'' کی شکل میں تھا، میرے سامنے صحابہ کا کردار تھا، ان کے ایمان افروز واقعات تھے، حق کے لئے مر مٹنے کا جذبہ تھا، جب میں مسلمان ہوا اور مسلمانوں کے درمیان رہنے لگا تو میں نے یہ طے کیا کہ مجھے اسلام سے اس کے اصولوں کی بنا پر محبت ہے، اگر میں مسلم قوم کو دیکھوں گا تو شاید میرا اسلام پر باقی رہنا مشکل ہو، مجھے شاید مرتد ہونا پڑے۔''

یہ ایک نوجوان کے الفاظ ہیں جس سے چند ماہ قبل احقر نے ملاقات کی اور اس

کی قبول اسلام کی تفصیلی داستان سننا چاہی۔ محمد ہاشم سابق نام پرشاد سنگھ نے دو سال قبل اسلام قبول کیا۔ گفتگو کے دوران محمد ہاشم کے لب ولہجہ سے ایمانی حرارت جھلک رہی تھی۔ طویل القامت نہایت ہی وجیہ چہرہ رکھنے والے نوجوان کے دل ودماغ میں اسلام گھر کر چکا ہے، اس نوجوان کی داستان بڑی عبرت انگیز ہے اور اس میں ہم مسلمانوں کے لئے کئی ایک عبرت کے پہلو بھی مضمر ہیں۔ محمد ہاشم نے قبول اسلام کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ:

میں ایک جرائم پیشہ زندگی گذار رہا تھا، لوٹ کھسوٹ، ظلم وزیادتی، غنڈہ گردی میری زندگی کا معمول بن چکی تھی، اچانک میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں نے دنیا میں کچھ نہیں کیا، میرے دل میں ایک طرح کی بے چینی شروع ہوئی، کسی لمحہ مجھے چین نہ آتا تھا، اب مجھے سکون کی تلاش کی فکر دامن گیر ہوئی؛ چنانچہ یہی وہ لمحہ تھا جس نے مجھے مذہب اسلام کی طرف موڑ دیا، میں چودھری طبقہ سے تعلق رکھتا تھا، لیکن مجھے کبھی مذہبی معاملات سے دلچسپی نہ ہوئی زندگی میں یہ پہلا موقع تھا جب مجھے اپنا مذہب یاد آیا اور میں نے آتما کو شانتی پہنچانے کے لئے مندر کا رخ کیا لیکن وہاں مجھے کوئی سکون نہ ملا، بلکہ میری پریشانیوں میں اضافہ ہی ہوا، اس لئے کہ مورتی تو ایک کاریگر بناتا ہے، وہ میرا کیا بھلا کر سکے گی، مندروں سے جب میں مایوس ہوا تو اب گردواروں کا رخ کیا۔ گردواروں میں حسین اور خوبصورت عورتوں کی بھیڑ نے میرے ذہن کو اور بھی پریشان کیا، وہاں بھی میرے درد کا درماں نہ مل سکا، اخیر میں میں نے عیسائیوں کے چرچوں سے رجوع ہونے کا فیصلہ کیا، جب میں چرچ جانے لگا تو عیسائی حضرات سے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہی، چرچ کے پادریوں نے بتایا کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے ہیں میرے دل میں سوال پیدا ہوا کہ صرف ایک ہی بیٹا کیوں؟ جب ہم انسانوں کو دیکھتے ہیں

وہ کئی اولاد جنم دینے پر قدرت رکھتے ہیں، پھر یہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے بیٹے ہیں تو خدا عیسیٰؑ کے مشابہ ہوں گے اور خدا نے اپنے بہت سے اختیارات اپنے بیٹے کو دے رکھے ہوں گے غرض یہ کہ عیسائیت کے سلسلہ میں طرح طرح کی الجھنوں نے گھیر لیا، آخر کار مجھے عیسائیت سے بھی مایوس ہونا پڑا، اب مسئلہ صرف مسلمانوں کے مذہب کا تھا، چنانچہ میں اپنے ایک مسلمان دوست کے ساتھ درگاہوں پر حاضری دینے لگا، میں اپنے مسلمان دوست کی صحبت کی بناء پر مسلمانوں کے سلسلہ میں صرف اتنا جانتا تھا کہ ان کے پاس درگاہوں میں حاضری اہم ہے، چنانچہ میرے دوست جن کا نام ظفر تھا، نہایت اہتمام سے اس پر عمل کرتے تھے، ہم دونوں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی درگاہ جایا کرتے تھے، ایک دن حضرت نظام الدین سے واپسی کے دوران میری نظر قریب ہی کی ایک مسجد پر پڑی، جہاں بڑی تعداد میں لوگ جمع تھے اور کوئی صاحب تقریر کر رہے تھے، میں نے اپنے دوست سے کہا: چلو دیکھیں وہاں کیا ہو رہا ہے؟ دوست نے کہا یہاں یہ سب پاگل ہیں، ان کے ساتھ بیٹھو گے تو تم بھی راستے سے ہٹ جاؤ گے، اس نے مجھے روکنے کی ہزار کوشش کی لیکن میرے دل نے کہا کہ اب مجھے وہاں جانا ہی ہے چنانچہ میں اس جگہ پہنچ گیا اور بادل ناخواستہ میرے دوست ظفر بھی میرے ساتھ آ ہی گئے، وہ کسی طرح مجھے اس اجتماع سے روکنا چاہتے تھے اور مسلمانوں کے اس طبقہ کو گمراہ باور کرا رہے تھے، ہم دونوں اس اجتماع میں شریک ہوئے، تقریر کے دوران کہا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو معاف کرتے ہیں بشرطیکہ بندے گناہوں سے باز آ جائیں اور خدا کی طرف رجوع ہوں، میں نے دل ہی دل میں کہا کہ کیا مسلمانوں کا خدا مجھے بھی معاف کرے گا؟ میں نے اپنے دائیں جانب بیٹھے ایک مسلمان سے پوچھا، انہوں نے میری صورت حال سمجھ لی اور کہا کیوں نہیں اللہ تمہیں بھی معاف کرے گا، اگر تم شرک سے توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو

جاؤ گے تو پھر تمہارے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے ،اس کے بعد انہوں نے مجھے اسلام کے بارے میں ہندی کی کچھ بنیادی کتابیں دیں ،اب میں نے طے کیا کہ مجھے اسلام قبول کرنا ہے، مجھے جس سکون کی تلاش ہے وہ اس میں رکھا ہے، یہ میری زندگی کا نہایت اہم موڑ تھا جہاں مجھے انقلاب کا سامنا کرنا تھا، باقاعدہ اسلام قبول کرنے سے قبل میں نے اسلام کے بارے میں خوب مطالعہ کیا ،اسلام کے سلسلہ میں جیسے جیسے میری معلومات میں اضافہ ہونے لگا میرے قلب ودماغ ایک عجیب طرح کا سکون محسوس کرنے لگے ،آخر کار دہلی کے ایک مشہور امام عالم دین کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوا تو مجھے اس وقت دھکا لگا ،جب انہوں نے کہا کہ پہلے ہم آپ کا نام تصویر کے ساتھ اخبارات میں شائع کروادیں گے پھر ضابطہ کی کاروائی کریں گے اخبارات میں میرے اسلام کی اطلاع ایک بڑے فتنہ کو دعوت دینا تھا، میں نے کہا یہ تو ہو ہی نہیں سکتا، قبول اسلام کی فکر مجھے حیدرآباد کھینچ لائی اور میں نے یہاں کی ایک معروف تنظیم کے زیر سرپرستی اسلام قبول کیا اور ضابطہ کی کاروائی کی گئی۔

میں نے جب اپنے قبول اسلام کا تذکرہ اپنی اہلیہ سے کیا تو اس نے بھی اس پر آمادگی ظاہر کی اور وہ بھی مسلمان ہوگئی، میری اہلیہ نے کسی طرح کی تعلیم نہ پائی تھی، میرے ساتھ سب سے اہم مسئلہ اہلیہ کی دینی تربیت اور دین کی بنیادی معلومات کا تھا، اس غرض سے میں نے اپنی اہلیہ کو ایک مسلمان دوست کے گھر میں ٹہرایا، ہم دونوں باہم کام پر جاتے تھے اور میری اہلیہ میرے دوست کے گھر رہتی تھی، ایک مرتبہ جب ہم دونوں گھر سے باہر تھے، عجیب واقعہ پیش آیا، میری اہلیہ گوشت سے سخت نفرت کرتی تھی، مزاج ہی کچھ ایسا بن گیا تھا، کہ اس کے سامنے گوشت کا تذکرہ گراں گذرتا تھا، دوست کے گھر قیام کرنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ میری اہلیہ کو دینی علم حاصل ہو جائے میرے دوست کی اہلیہ میری بیوی

سے کہا کرتی تھی کہ جب تک گوشت نہ کھاؤ گی تم مسلمان نہیں ہو سکتی، ایک دن جب ہم دونوں گھر سے باہر تھے، دوست کی بیوی نے گوشت کی ایک بوٹی زبردستی میری اہلیہ کے منھ میں ٹھونسی، جس کی وجہ سے میری اہلیہ نے ایک طمانچہ رسید کیا، جس سے وہ بے ہوش ہو گئیں فون پر اطلاع دی گئی تو ہم دونوں نے گھر پر عجیب ماجرا دیکھا۔"

یہ ایک نومسلم نوجوان کی داستان ہے، اس میں ہم مسلمانوں کے لئے بحیثیت امت دعوت کئی چیزیں قابل غور ہیں؛ دعوتِ دین کی ذمہ داری سے لاپرواہی، مسلمان دوست کی اہلیہ سے یہ حرکت ہوئی گویا وہ اپنے ناقص فہم سے یہ باور کرانا چاہتی تھی کہ اسلام گوشت خوری کا نام ہے، یہ ایک جزوی واقعہ نہیں بلکہ عام مسلمانوں کی اجتماعی صورت حال کی عکاسی ہے، دین کے مزاج سے ناواقفیت کے نتیجہ میں مسلمان غیروں کے سامنے اسلام کی غلط تصویر پیش کر رہے ہیں، ورنہ روزمرہ کی زندگی میں اسلام کی دعوت کے بے شمار مواقع ہاتھ آتے ہیں اور ان مواقع سے استفادہ کیا جائے تو دعوت دین کا کام بخوبی انجام دیا جا سکتا ہے، حکمت وبصیرت ایک داعی کے لئے انتہائی ضروری ہے، جلد بازی یا غیر دانش مندی میں کیا گیا اقدام بسا اوقات دعوت کے کاز کو زبردست نقصان پہنچاتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دعوت دین کے سلسلہ میں ہمیں مسلکی تشدد سے احتراز کرنا ہوگا، ورنہ یہ چیز غیروں کے لئے تشویش کا باعث بنے گی، اس نوجوان کے مسلم دوست نے جس مسلکی تشدد کا مظاہرہ کیا، ظاہر ہے کہ اس سے نوجوان پر کچھ اچھا اثر نہیں پڑا، مسلکی تشدد اسلام کے پھیلاؤ میں رکاوٹ بن سکتا ہے، ایک غیر مسلم جن مذہبی جھمیلوں سے چھٹکارا پا کر اسلام میں پناہ لیتا ہے، مسلمانوں میں بھی اس کو یہی صورت حال نظر آئے تو اس کو بڑی مایوسی ہوتی ہے، اس نومسلم نوجوان کے واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اسلامی اصولوں پر کاربند رہنا چاہئے، نوجوان کے یہ الفاظ "مجھے اسلام سے

اس کے اصولوں کی بنا پر محبت ہے، اگر میں مسلم قوم کو دیکھوں تو شاید میرا اسلام پر باقی رہنا مشکل ہو، مجھے مرتد ہونا پڑے" بڑے چونکا دینے والے ہیں، اس نوجوان کو اس بات کا یقین ہے کہ مسلمانوں نے اسلام پر عمل کرنا ترک کر دیا ہے، اگر انہیں معیار بنایا جائے تو ہمارا اسلام پر رہنا مشکل ہو۔

مستفاد از ماہ نامہ ارمغان، ستمبر ۲۰۰۴ء

۷۵ وہ مسلمان جن کو دیکھ کر ’’سارہ‘‘ مسلمان ہوگئی

ایک امریکی مہاجرہ بچی ﴿سارہ﴾ سے انٹرویو

اقتباس

میں نے دراصل تین سال قبل اسلام کے بارے میں سنا تھا، میرے والدین کو اس کا علم ہوگیا کہ اس کا مطالعہ کر رہی ہوں تو انہوں نے مجھے آئندہ اس سے منع کیا۔ آخرکار جب میں نے ہائی اسکول کے لئے ایک نئے اسکول میں داخلہ لیا تو وہاں پر بہت سارے مسلم طلباء تھے، جب میں نے پہلے وہاں جانا شروع کیا تو جو میں پڑھ چکی تھی وہ سب کچھ مجھے یاد تھا اور میں اس تجسس میں تھی کہ یہ لوگ کرتے کیا ہیں؟ میرے والدین نے مجھ سے کہا تھا کہ مسلمان خوف ناک جنگ جو اور بدکاری کرنے والے لوگ ہوتے ہیں تو میں یہ سوچتی تھی کہ وہ اسی طرح ہی ہوں گے، لیکن ایسا نہیں تھا، میں نے وہاں سب سے پہلے طلباء سے ہی دوستانہ تعلقات بڑھائے۔ وہ لوگ بہت اچھے ہمدرد اور دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے والے تھے، مجھے یاد ہے کہ وہ خدا کے بارے میں گفتگو کرتے تھے اور میں حیرت زدہ تھی کہ اسلام سے ان کو کتنا پیار ہے میں بہت جلد ہی انکا احترام اور ان کے ساتھ عقائد کے متعلق دلچسپی لینے لگی ایک دن میرے ایک دوست نے ان سے اسلام کے متعلق پوچھا تو بہت دیر تک اللہ، اسلام اور روزانہ کی زندگی کے متعلق گفتگو کرتے رہے مجھے ان پر بہت تعجب ہوا میں نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا اور انٹرنیٹ سے اسلام کے متعلق بہت ساری معلومات حاصل کیں اور اس کے بعد جلد ہی میں نے کلمہ شہادت کا اقرار کیا اور اس طرح میں نے اسلام کو قبول کیا۔

سب سے پہلے میں آپ کو قبولیت اسلام پر مبارک باد دیتا ہوں۔

سارہ: وعلیکم السلام بہت بہت شکریہ۔

میرا نام سارہ ہے، میری عمر ۱۴ رسال ہے ہائی اسکول کی طالبہ ہوں اور امریکہ میں رہتی ہوں

سوال: خوش آمدید سارہ! میں یہ دیکھ کر واقعی حیرت زدہ ہوں کہ اس کم عمری میں بھی کوئی حق کی تلاش کرے، کیا آپ ہمیں بتا سکتی ہیں کہ اسلام کے بارے میں پہلی مرتبہ کہاں سنا؟

جواب: جی ہاں! پہلی بار میں نے اسلام کے بارے میں تین سال پہلے سنا، مجھے خدا اور مذہب کے بارے میں بہت دلچسپی تھی اور میں یہ جاننا چاہتی تھی کہ دوسرے لوگ کن چیزوں پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ میں نے مختلف مذاہب کا مطالعہ شروع کیا اور اسی طرح میں نے اسلام کا بھی مطالعہ کیا۔

سوال: کیا یہ عجیب بات نہیں کہ مذاہب کے بارے میں آپ اسٹڈی کریں جب کہ آپ کی عمر صرف ۱۱ رسال کی تھی؟ کیا کوئی غیر معمولی چیز ایسی ہے جو آپ کو آپ کے اطراف واکناف کے بچوں کو ممتاز کرتی ہے؟

جواب: (مسکراتے ہوئے) میں بھی یہ عجیب سمجھتی ہوں کہ گیارہ سال کی عمر میں کوئی مذہب کے بارے میں غور وفکر کرے، میری بہت سی سہیلیاں بھی نہیں جان سکیں کہ خدا کو جاننے کے لئے میرے اندر اتنی دلچسپی کیسے پیدا ہوئی؟ بات یہ ہے کہ میرا تعلق عیسائی گھرانے سے ہے، میری پرورش بھی یہیں ہوئی تو صرف مجھے ہی یہ بات فطری لگتی ہے کہ میں مذہب کا زیادہ گہرائی کے ساتھ مطالعہ کروں اور میں یہ فیصلہ کروں کہ حق کیا ہے؟

سوال: کیا آپ نے اس وقت قرآن کا مطالعہ کیا؟

جواب: نہیں اس وقت نہیں۔

سوال: ''مسلمان عورت مظلوم ومغلوب ہے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ مغربی

عورتوں کی طرح اس کو بھی آزاد کیا جائے'' کیا اس جملہ پر آپ کو کوئی اعتراض ہے؟

جواب: مجھے یہ بات غمزدہ کرتی ہے اس دنیا میں بہت سارے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ مسلمان عورت مظلوم و مغلوب ہے، میرا ماننا یہ ہے کہ ہم اس کرہ ارض پر سب سے زیادہ آزاد ہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کے لئے، اس نے ہمیں سب سے زیادہ آزادی بخشی ہے۔

سوال: اچھا آپ مغرب میں عورت کو کس نہج سے دیکھتی ہیں، کیا وہاں عورت آزاد ہے؟

جواب: نہیں! مغرب کی بہت ساری عورتیں مظلوم ہیں، ہم کو جنسی کھلونہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے بہت ساری عورتیں ایسے کپڑے پہنتی ہیں جو مشکل سے ان کے جسم کو ڈھانپ سکتے ہیں۔ وہ اپنے جسم کو دوسروں کی نگاہ میں پرکشش بنانے کے لئے استعمال کرتی ہیں، ہم کو یہ سمجھایا جاتا ہے کہ میڈیا کے معیار کے مطابق بڑا ہی موزوں اور مناسب جسم ہمارے پاس ہے اور ہم سے یہی امید کی جاتی ہے کہ میڈیا جس چیز کا ہم سے مطالبہ کرے ہم اس کو انجام دیں اور یہ چیز ہماری اور اللہ کے حکم کی توہین ہے۔

سوال: تو کیا آپ حجاب (پردہ) پہنتی ہیں؟

جواب: نہیں میں نہیں پہن رہی ہوں۔ مجھے اس کی بہت خواہش ہے۔ لیکن میرے گھر والے اس بات سے آگاہ نہیں ہیں کہ میں اسلام لے آئی ہوں، میں ان کو اس کے متعلق باخبر کرنے کے بعد حجاب پہنوں گی۔

سوال: کیا آپ اس بارے میں گھر والوں کے آگاہ ہوجانے کے بعد کوئی اندیشہ محسوس کرتی ہیں؟

جواب: میں کچھ نہیں کہہ سکتی اور یہی ڈر مجھے ان کو بتانے سے باز رکھے ہوئے ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ سے دعاء کیجئے کہ آپ کو اس کی طاقت اور یہ قدم اٹھانے کے لئے آپ

کو استقامت عطا فرمائے۔ میں یہ امید کرتا ہوں کہ جو مسلمان بھی اس انٹرویو کو پڑھے گا آپ کی پریشانی کو آسان کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء کرے گا۔ انشاء اللہ، مسلم امت میں وہ کیا چیز ہے جسے آپ سب سے زیادہ پسند کرتی ہیں؟

جواب: مسلمانوں کے اندر اسلام کے لئے سب کچھ وقف کرنے کا جو جذبہ ہے وہ واقعی قابل تعریف ہے۔

سوال: آج کل بہت سارے مسلمان عملی مسلمان نہیں ہیں پہلے یہ بتایئے کہ آپ ان کے متعلق کیا محسوس کرتی ہیں، اور کیا یہی وجہ ہے کہ اسلام تیزی سے نہیں پھیل رہا ہے اور بے عمل مسلمانوں کے لئے آپ کا کیا پیغام ہے؟

جواب: (۱) میں پورے یقین کے ساتھ آپ کی اس بات کو غلط قرار دیتی ہوں کہ آج کل بہت سارے مسلمان عملی مسلمان نہیں ہیں، میں نہیں مانتی کہ کوئی عملی مسلمان بنے بغیر مسلمان بھی سچا مسلمان بن سکتا ہے، اسلام صرف ایک مذہب کا نام نہیں ہے بلکہ زندگی گذارنے کا ایک طریقہ ہے اور بہت ساری چیزوں میں یہ بھی ایک چیز ہے جسے میں پسند کرتی ہوں۔

(۲) اسلام آج اس دنیا میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب ہے اور میں یہ سمجھتی ہوں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس میں حق کو پاتے ہیں اور جب وہ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی عبادت کریں گے تو ان کو حیرت انگیز خوشی اور لطف نصیب ہوتا ہے۔

(۳) اللہ پر توکل کیجئے۔ پوری طرح اس کی عبادت کیجئے وہی آپ کو ایک عملی مسلمان بننے کے لئے امن خوشی اور لطف نصیب کرے گا۔

سوال: مستقبل میں آپ کے کیا ارادے ہیں؟ آپ کیا خواب دیکھتی ہیں؟

جواب: میں ہمیشہ یہ خواب دیکھتی ہوں کہ میں دنیا کی قائد بنوں اور پھر ایک بار مختلف

لوگوں کے درمیان امن، شانتی اور اچھے تعلقات قائم کرنے میں معاون بنوں۔

سوال: عربی سیکھنے کا کیا آپ کا کوئی منصوبہ ہے؟

جواب: جی ہاں زبانوں سے مجھے محبت ہے اور میں اس کا لطف اٹھاتی ہوں میرے والدین بھی مجھے عربی سیکھنے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ میں پوری امید کے ساتھ اس زبان کے کورس کا آغاز کروں گی۔ میرے والد بہت سالوں تک ایک عرب ملک میں رہ چکے ہیں تو وہ بھی میری مدد کریں گے۔

سوال: ہاں تو یہ بتایئے کس ملک میں؟

جواب: سوڈان میں۔

سوال: کیا آپ ہمیں پوری تفصیل کے ساتھ بتا سکتی ہیں کہ آپ نے اسلام کیسے قبول کیا؟

جواب: میں نے دراصل تین سال قبل اسلام کے بارے میں سنا تھا، میرے والدین کو اس کا علم ہو گیا کہ اس کا مطالعہ کر رہی ہوں تو انہوں نے مجھے آئندہ اس سے منع کیا۔ آخر کار جب میں نے ہائی اسکول کے لئے ایک نئے اسکول میں داخلہ لیا تو وہاں پر بہت سارے مسلم طلباء تھے، جب میں نے پہلے وہاں جانا شروع کیا تو جو میں پڑھ چکی تھی وہ سب کچھ مجھے یاد تھا اور میں اس تجسس میں تھی کہ یہ لوگ کرتے کیا ہیں؟ میرے والدین نے مجھ سے کہا تھا کہ مسلمان خوف ناک، جنگ جو اور بدکلامی کرنے والے لوگ ہوتے ہیں تو میں یہ سوچتی تھی کہ وہ اسی طرح ہی ہوں گے، لیکن ایسا نہیں تھا، میں نے وہاں سب سے پہلے مسلمان طلباء سے ہی دوستانہ تعلقات بڑھائے۔ وہ لوگ بہت اچھے، ہمدرد اور دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے والے تھے، مجھے یاد ہے کہ وہ خدا کے بارے میں گفتگو کرتے تھے اور میں حیرت زدہ تھی کہ اسلام سے ان کو کتنا پیار ہے میں بہت جلد ہی ان کا احترام اور ان کے ساتھ عقائد کے متعلق دل چسپی لینے لگی ایک دن میرے ایک دوست نے ان سے

اسلام کے متعلق پوچھا تو بہت دیر تک اللہ، اسلام اور روزانہ کی زندگی کے متعلق گفتگو کرتے رہے مجھے ان پر بہت تعجب ہوا، میں نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا اور انٹرنیٹ سے اسلام کے متعلق بہت ساری معلومات حاصل کیں اور اس کے بعد جلد ہی میں نے کلمہ شہادت کا اقرار کیا اور اس طرح میں نے اسلام کو قبول کیا۔

اب تک میں حیران ہوں کہ میری زندگی کتنی خوش گوار اور پیاری ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے روز مرہ کی زندگی میں اور زیادہ قوت دی ہے۔ انشاء اللہ میرے والدین اس کو دیکھیں گے۔

سوال: انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہترین اجر عطا فرمائے اور صراط مستقیم پر آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ (آمین)

جواب: وعلیکم السلام، آپ کا بہت بہت شکریہ۔

مستفاد از ماہ نامہ ارمغان جنوری ۲۰۰۵ء

عیسائیت اور اسلام میں فرق (مہاجر پادری کی زبانی)

ڈیڑھ لاکھ افراد کو مسلمان کرنے والے مہاجر ﴿کولن چیک﴾

۷ سے ایک گفتگو

اقتباس

جب میں نے اسلام قبول کرلیا تو مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر انتہائی رنج والم میں مبتلا ہوگیا کہ مسلمانوں کے قول وفعل میں تضاد ہے اور مسلمان اسلام کو اپنے اوپر لاگو نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذاتی و اجتماعی زندگی کے لئے دو رہنما اصول قرآن کریم اور حدیث نبوی مقرر کردے ہیں لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ مسلمان عملی طور پر دونوں رہنما ذرائع سے فیصلے نہیں کرپاتے جب کہ اسلامی ممالک کے حکمراں اسلامی منہج کو اہمیت نہیں دیتے گویا مسلمانوں کی کمزوری کے دو بنیادی سبب ہیں، ذاتی طور پر اپنے دین سے دوری اور حکومتی سطح پر دین کے ساتھ بے رغبتی۔ اگر اسلامی ممالک کے عوام اپنے دین کی تعلیمات پر عمل کریں اور عملی طور پر اسے اہمیت دیں اور حکمراں اپنی سیاست اور تمام شعبوں میں اسلام کو رہنما بنالیں تو مسلمانوں کو ماضی کی کھوئی عظمت اور شان وشوکت واپس مل سکتی ہے۔

انٹرنیشنل چرچ کے جنرل سکریٹری کا عالم اسلام کے خلاف امریکہ ویورپ کی

خوف ناک سازشوں کا انکشاف

سوال: افریقی ممالک میں خصوصاً اور اسلامی ممالک میں عموماً یورپی این جی اوز کا کیا کردار ہے؟

جواب: وہ سب این جی اوز حقیقت میں چرچ کے زیرِ انتظام چلتی ہیں اور چرچ کے مفاد میں انسانی خدمت کے موٹو سے کام کرتی ہیں اور ان کا اصل مقصد مسلمانوں کو عیسائی بنانا یا کم از کم ان کو دین سے دور کرنا ہوتا ہے اور ان مذموم مقاصد کے حصول کے لئے ان کے پاس لامحدود وسائل اور متعدد ذرائع ہوتے ہیں۔

انٹرنیشنل چرچ کی این جی اوز کا شمار کسی فردِ واحد کے بس کی بات نہیں لیکن میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ عالمی سطح پر عیسائیت کے مفاد کے لئے کام کرنے والی ہزاروں این جی اوز ہیں، صرف سوڈان میں پانچ سو سے زائد ایسی این جی اوز فعال ہیں جو مسلمانوں کو مرتد بنانے میں سرگرم ہیں۔

سوال: مذکورہ عیسائی این جی اوز اپنے مقاصد کیسے حاصل کرتی ہیں؟

جواب: چرچ کے لئے کام کرنے والی یا عیسائیت کے نام پر مسلمانوں کو مرتد بنانے اور ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے والی یورپی این جی اوز بلا سوچے سمجھے اور بغیر منصوبہ بندی کے کوئی کام نہیں کرتیں، بلکہ وہ انتہائی باریک بینی سے پایۂ تکمیل تک پہونچی ہوئی سروے اور تحقیقی رپورٹوں کی روشنی میں پوری پلاننگ سے کام کرتی ہیں وہ جس ملک میں کام کرنا چاہتی ہیں اس کے متعلق ساری معلومات حاصل کرتی ہیں اس ملک کے اندرونی اور بیرونی نقشہ جات اور سیاسی، اقتصادی، مذہبی اور دیگر اہم جماعتوں کے بارے میں مکمل معلومات اور ان کی کمزوریوں اور دکھتی رگوں پر ماہر نبض شناس کی طرح ان کے ہاتھ ہوتے ہیں، وہ جب جہاں اور جیسے چاہیں، اپنے مقاصد حاصل کرتے ہیں انہیں یہ معلومات بھی دی جاتی ہیں کہ ہدف ملک کو اموال، اغذیہ، تعلیم اور صحت وکھیل وغیرہ میں کن اشیاء اور کتنی مقدار کی ضرورت ہے۔

ہر شخص کو مرتد بنانے کا طریقہ مختلف ہوسکتا ہے مثلاً ایک لادینی شخص کو عیسائیت کے نام پر حلقہ ارتداد میں انتہائی آسانی کے ساتھ داخل کیا جاتا ہے اس کی ترغیبات کے مطابق اسے شراب، شباب اور اموال مہیا کردیئے جاتے ہیں جس سے وہ ان کے شکنجہ میں آتا جاتا ہے، بالآخر وہ اپنا شکنجۂ اسیری خوب کس دیتے ہیں، البتہ ایک دیندار شخص کے لئے عیسائی مبلغین کے سامنے دو آپشن ہوتے ہیں، وہ مرتد ہوجائے یا اس کا ایمان کمزور ہوجائے اور وہ زیادہ گناہوں میں مبتلا ہوجائے، نیز مسلمانوں کو گمراہ یا مرتد کرنے کے لئے عیسائی مبلغین بتدریج ترغیب وتحریص سے کام لیتے ہیں۔

سوال: ایک مسلمان شخص کو آپ اس کے دین سے کیسے دور کرتے تھے؟

جواب: اگر ہمارا ٹارگیٹ ایک دیندار شخص ہوتا تو ہم اس کی خواہشات کی طرف دیکھتے، مثلاً شہرت، تعلیمی منصب، جنف نازک وغیرہ تو ہم میں سے کوئی ایک مبلغ اس سے اچانک ملاقات کرتا ہے اور دوران گفتگو اس کے میلان کی طرف توجہ کرتا ہے، پھر اس کی حسب خواہش مطلوبہ اشیاء وافر مقدار میں فراہم کرتا ہے بلکہ ہمارا مبلغ اس پر حاوی ہوجاتا ہے اور وہ اس پر بھروسہ کرنے لگتا ہے پھر بتدریج اسے عیسائیت کی طرف مائل کرلیتا ہے یا اسلام سے اسے دور کردیتا ہے۔

سوال: اگر آپ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوتے تھے تو پھر کیا کرتے تھے؟

جواب: جب ہمیں کسی ملک میں اپنے مقاصد کے حصول میں ناکامی ہوتی ہے تو ہم اپنے طریقے تبدیل کرلیتے ہیں مثلاً ہم وہاں کی حکومتوں پر اپنی حکومتوں کے ذریعہ دباؤ ڈلواتے ہیں کیونکہ ممالک یورپ اور چرچ کی تعلیمات کو رواج نہ دیتے تھے، یا ہم وہاں کی عوام کے لئے پیش کردہ خدمات سے ہاتھ کھینچ لیتے، چونکہ بیشتر مسلمان حکمراں ہماری امداد اور خدمات کے بغیر جینا محال سمجھتے ہیں، اس لئے یہ آخری طریقہ آزمایا جاتا ہے کہ مذکورہ ممالک پر سیاسی واقتصادی پابندی عائد کرواتے ہیں، اور وہاں داخلی طور پر فتنہ وفساد اور

تخریبی کاروائیاں شروع کر دیتے ہیں۔

سوال: کیا آپ چرچ کے ذرائع آمدنی کے متعلق کچھ تفاصیل نذر قارئین کریں گے؟

جواب: یورپی ممالک میں ایک عام قانون ہے کہ ہر ملازم کی تنخواہ سے 5% فیصد چرچ فنڈ کے نام پر لازمی طور پر کاٹ لیا جائے گا۔ نیز اکثر اسلامی اور افریقی ممالک میں یورپی سرمایہ کاری دراصل چرچ کی طرف سے ہوتی ہے اور ان سب کا منافع چرچ کے مقاصد پر ہی خرچ ہوتا ہے۔ اسی کے بل بوتے پر چرچ عیسائیت کی تبلیغ سرانجام دیتا ہے، مثلاً مصری چرچ دس ہزار سے زائد جنوبی سوڈانی طلبہ کو اسکالرشپ دیتا ہے اور ان کی تعلیم و تربیت کی بھرپور نگہداشت کی جاتی ہے تا کہ وہ تعلیم سے فارغ ہو کر عیسائیت کے مبلغ اور بائبل کے علماء و فقہاء بن سکیں۔

سوال: آپ چرچ کی طرف سے متعدد اہم عہدوں پر فائز رہے تو آپ ان عہدوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے تھے؟

جواب: یورپی چرچ کی تنظیمیں ان پر اموال کی بارش کرتیں اور بے حد و حساب اموال مہیا کرتیں بلکہ ہمارے عیش و آرام کا یہاں تک خیال رکھا جاتا کہ قیمتی گاڑیاں، خوبصورت عورتیں اور شراب وغیرہ بھی فراہم کی جاتی تا کہ ہم خود بھی مستفید ہوں اور ان لوگوں کو ان کے ذریعہ ان کے دین سے برگشتہ بھی کریں ہمیں عمدہ اور مہنگی رہائشیں ملتیں اور تمام ممالک میں سفر کی سہولت مہیا کی جاتی تاہم ان سب اشیاء نے مجھے کبھی بھی ذہنی سکون نہ پہونچایا، میں محسوس کرتا کہ ہمارے کرتوت، میری فطرت اور مزاج کے بالکل خلاف ہیں جس کے نتیجہ میں میں نہایت رنج و الم محسوس کرتا۔

سوال: آپ نے عیش و عشرت کے سامان کیسے ترک کرنا گوارا کئے اور اسلام کیوں کر قبول کیا اور کیا آپ اس سے مطمئن ہیں؟

جواب: الحمد للہ میں چرچ سے ملنے والی تمام مراعات چھوڑ چکا ہوں، میں ایسا محسوس کرتا ہوں گویا میں نئے سرے سے پیدا ہوا ہوں نفسیاتی طور پر میں نہایت پرسکون ہوں ۲۰۰۲ء

میں میں نے اسلام قبول کیا، اگرچہ میں اب تنگ دستی کا شکار ہوں، میں نے ایم اے کے مرحلہ تعلیم میں تقابل ادیان کی تحقیق کر کے اسلام قبول کیا اور درج ذیل نتائج حاصل کئے:

۱) قرآن کے شروع میں مؤلف کا نام نہیں ہے، جیسا کہ اناجیل اربعہ کا حال ہے دلیل یہ ہے کہ قرآن انسانی کاوش نہیں بلکہ الہامی کتاب ہے۔

۲) قرآن اللہ کا کلام اس لئے بھی ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر محمد ﷺ تک متعدد انبیائے کرام کی سیرت وکردار کو اس میں بیان کر دیا گیا ہے۔

۳) سیرت محمد ﷺ سے تاکیداً یہ ثابت ہوتا ہے اسلام ہی دین واحد اور عنداللہ مقبول ہے۔

۴) اسلامی تعلیمات کے عین مطابق تمام انبیاء کرام کی دعوت فقط اسلام تھی، ہر نبی اور رسول کی نبوت ورسالت محدود مدت اور محدود اقوام کے لئے ہوتی تھی جب کہ محمد ﷺ کی دعوت ورسالت قیامت تک آنے والے سب انسانوں اور جنوں کے لئے ہے۔

۵) سابقہ الہامی کتب میں کلام اللہ اور کلام الناس کے درمیان کوئی حد فاصل نہیں، مثلاً اناجیل میں ہم سب یہی پڑھ سکتے ہیں کہ یوحنا نے یوں کہا اور پطرس نے یوں کہا، یا فلاں نے یوں کہا وغیرہ وغیرہ۔

۶) اسلام میں کلام اللہ نہایت واضح ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال سنن بھی واضح ہیں، بلکہ (قرآن میں) سیرت محمد ﷺ محدود مقدار میں ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔

۷) اسلام عدل وانصاف اور سب لوگوں کے لئے مساوات کا دین ہے اور اس میں اپنے پیروکاروں کے لئے تمام عقائد ونظریات نہایت واضح طور پر پیش کئے گئے ہیں۔

۸) اسلام کے برعکس عیسائیت میں ایسی متعدد اشیاء ہیں میں جن کی وجہ سے وقتاً فوقتاً خجالت محسوس کرتا تھا کیوں کہ ان میں تعصب اور نسل پرستی نمایاں ہے چوں کہ میں سیاہ فام

ہوں اس لئے مجھے اکثر شرمندہ ہونا پڑتا تھا، کالے عیسائیوں کی علیحدہ عبادت ہوتی ہے اور گورے عیسائی الگ عبادت کرتے ہیں، امریکی چرچوں میں کسی کالے عیسائی کو جرأت نہیں ہوسکتی کہ وہ گوروں کے چرچ میں پاؤں بھی دھر سکے مثلاً امریکی وزیر خارجہ کولن پاول بھی ہرگز ہرگز یہ جرأت نہیں کرسکتا کہ وہ گوروں کے چرچ میں داخل ہو اور ان سے ہم کلام ہو۔

لیکن اسلام میں اس طرح کا کوئی امتیاز نہیں جب کوئی بھی مسلمان نماز کے لئے پہلی صف میں پہونچ جائے وہ وہیں نماز پڑھ سکتا ہے اور شاہ وگدا سب کے سب اللہ کے روبرو ہوتے ہیں اسلام میں یہ بھی عین ممکن ہے کہ سیاہ فام امام ہو اور گورے اس کے مقتدی ہوں یا گورا امام ہو اور دیگر سب لوگ اس کے مقتدی ہوں اس میں قطعاً کوئی فرق نہیں۔

سوال: آپ کے قبول اسلام کی خبر چرچ نے کیسے ہضم کی؟

جواب: چرچ میں بھونچال آگیا انہوں نے مجھے مرتد کرنے کے لئے تمام ہتھکنڈے استعمال کئے میرے پاس کئی قسم کے وفود آئے اور سوڈان کے اندر اور باہر سے کبار مسیحی پادری میرے پاس آتے رہے اور ترغیب وتحریص سے لے کر مکمل بائیکاٹ کی دھمکیاں بھی مجھے دی جاتی رہیں اور بیحد وحساب لالچ، مکروفریب دے کر آزمایا جاتا رہا، تاہم اسلام کو میں نے پوری تحقیق کے بعد گلے لگایا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جس کے لئے میرا سینہ منور کیا تھا میں اس اسلام پر مزید طاقت ور اور مضبوط ہوتا گیا اور مسیحی زعماء کی کوشش مجھے راہِ حق سے ہٹانے میں ناکام ہوگئی۔ جب چرچ مجھ سے بالکل مایوس ہوگیا تو مجھے جسمانی طور پر نقصان پہونچانے سے ڈرایا گیا اور اپنے بعض ایجنٹوں کے ذریعہ مجھے اغوا کے بعد قتل کرنے کی کوشش کی گئی اگرچہ وہ کامیاب نہیں ہوئی تاہم میں اپنے ساتھیوں کے بغیر یورپی ممالک کا سفر نہیں کرتا علاوہ ازیں میرا چوں کہ ایک مقام ہے اس وجہ سے بھی میرے مخالفین اپنے ناپاک ارادوں میں ناکام رہتے ہیں ایک بار مجھ پر قاتلانہ حملہ ہوا لیکن میں

اللہ کے فضل سے محفوظ رہا تب بھی قبیلہ والوں نے میرا دفاع کیا۔

جب سے میں نے اسلام قبول کیا میرا یقین ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوں، نیز مجھے اسلام لانے کے بعد یقین ہوگیا کہ موت عین حق ہے لہٰذا اس سے ڈرنے کی قطعاً ضرورت نہیں، نیز مجھے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو اسلام کا دفاع کرتے ہوئے مرجاتے ہیں وہ شہید کہلاتے ہیں اور اللہ کے یہاں ان کے لئے اجر عظیم ہے، اس کے برعکس یہودی اور عیسائی جینے کے شدید آرزومند ہیں۔

سوال: اسلام لانے کے بعد آپ نے اپنے مستقبل کے بارے میں کیا لائحہ عمل تیار کیا ہے؟

جواب: میں نے کچھ کتابیں لکھی ہیں، مثلاً میں کیوں مسلمان ہوا؟ (۲) اسلام کی وسعت (۳) موجودہ عیسائی خرافات، میں نے اپنے آپ کو غیر مسلموں تک اسلام کی دعوت پہونچانے کے لئے وقف کردیا اور سوڈان میں جس تنظیم کا سربراہ ہوں یعنی سوڈان کی تعمیر وترقی کے لئے اسلامی سرمایہ کاری کی تنظیم، اس میں پوری تندہی وفعال کارکن کی حیثیت سے مگن ہوں۔

سوال: آپ کی تصنیف 'میں کیوں مسلمان ہوا' کا مرکزی تصور کیا ہے؟

جواب: میں نے اس میں اسلام اور دیگر مذاہب کا موازنہ پیش کیا ہے اور اسلام کے علاوہ دیگر ادیان میں موجود نقائص وعیوب واضح کئے ہیں اور اسلام کے مضبوط ثبوت جمع کردیئے ہیں درحقیقت اسلام میں تقسیم میراث کے سسٹم نے مجھے مبہوت کردیا ہے چونکہ یہودیت میں بھی میراث کا تذکرہ ہے لیکن لوگ اس پر راضی نہیں کیونکہ یہ طریقہ عادلانہ نہیں بلکہ ظالمانہ ہے جبکہ عیسائیت میں نظام میراث کا وجود سرے سے ہی نہیں۔

اسلام نے نظام میراث کو باریک بینی اور عدالت پر مبنی بنایا ہے جس کی کوئی پہلے نظیر نہیں ملتی حتی کہ میں نے اپنے قبیلہ ''دنکا'' میں اسلام کا نظام میراث نافذ کیا تو بیشتر جھگڑے خود بخود ختم ہوگئے، حالانکہ بنیادی طور پر یہ قبیلہ مسیحی ہے۔

نیز میں نے اپنی اس کتاب میں زندگی کے تمام پہلوؤں پر اسلام کی مکمل رہنمائی کو بھی شامل کیا ہے۔ میں نے یہ واضح کیا ہے کہ جو شخص اسلام قبول کر لیتا ہے اور قولاً وفعلاً وہ اسلام پر کاربند ہو جاتا ہے تو اسلام اسے کس قدر نفسیاتی اور روحانی بلندی عطا فرماتا ہے وہ اپنے اسلام پر فخر محسوس کرتا ہے۔ لیکن دیگر ادیان کی تعلیمات رسوم ورواج میں تضادات بے شمار ہیں، یہ ادیان اس شخص کی ثقافت کو تبدیل نہیں کرتے جو انہیں قبول کر لیتا ہے پھر وہ یہ ادیان قبول کر کے بھی اپنی ہوس گیری کو اسی طرح پورا کرتا ہے۔ جس طرح وہ چاہتا ہے ان لوگوں کے کسی شخص کے کردار میں ناموں کے علاوہ ادیان کا کوئی کردار نہیں۔

سوال: آپ کے اسلام لانے کے بعد آپ کے ہاتھ پر کتنے لوگ مسلمان ہو چکے ہیں؟

جواب: اللہ کے فضل سے اب تک میرے ہاتھ ڈیڑھ لاکھ افراد مسلمان ہو چکے ہیں اور الحمدللہ جنوبی سوڈان کے چرچوں کے ڈھائی ہزار اہم عہدہ دار بھی نومسلموں میں شامل ہیں یہ لوگ کوہ نوبہ اور صوبہ انجمنا سے تعلق رکھتے ہیں۔

سوال: اتنی بڑی تعداد کو آپ نے اسلام کی طرف کیسے مائل کیا؟

جواب: کسی غیر مسلم کو اسلام کا قائل کرنا نہایت آسان ہے کیونکہ یہ لوگ خالی الذہن ہوتے ہیں اسی حقیقت کو سامنے رکھ کر میں نے سب کے لئے واضح کر دیا کہ اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شرک نہیں اور اللہ کا پسندیدہ دین یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”بیشک اللہ کے یہاں دین صرف اسلام ہے“ (سورہ آل عمران:۱۹)

اسلام سب انسانیت سے مخاطب ہوتا ہے یہی ایک ایسا دین ہے جو زندگی کے تمام شعبہ جات کی ہر مشکل دور کرتا ہے میں نے ہر بڑے نومسلم مسیحی کی طرف خط بھی لکھا ہے اس میں خاص طور پر یہ واضح کیا ہے کہ: (۱) بے شک اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تین کا ایک یا ایک میں تین نہیں۔ (۲) عیسیٰ ابن مریم دیگر انسانوں کی طرح

انسان ہیں اور اللہ کے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا وہ نہ تو الہ ہیں اور نہ ہی اللہ کے بیٹے ہیں اور بے شک عیسیٰ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے اور آپ کی رسالت عام نہیں، اور عیسیٰ کو اللہ نے لوگوں کے کفارہ کے لئے نہیں بھیجا اور پھر عیسیٰ کو اس لئے اللہ نے نہیں بلایا کہ وہ اپنے باپ کے دائیں طرف بٹھائے۔

سوال: کیا آپ کو مسلمانوں کی موجودہ حالتِ زار نے اسلام لانے سے روکا نہیں؟

جواب: جب میں نے اسلام قبول کر لیا تو مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر انتہائی رنج والم میں مبتلا ہو گیا کہ مسلمانوں کے قبول وفعل میں تضاد ہے اور مسلمان اسلام کو اپنے اوپر لاگو نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذاتی واجتماعی زندگی کے لئے دو رہنما اصول قرآن کریم اور حدیث نبوی مقرر کر دیئے ہیں لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ مسلمان عملی طور پر دونوں رہنما ذرائع سے فیصلے نہیں کر پاتے جب کہ اسلامی ممالک کے حکمراں اسلامی نہج کو اہمیت نہیں دیتے، گویا مسلمانوں کی کمزوری کے دو بنیادی سبب ہیں، ذاتی طور پر اپنے دین سے دوری اور حکومتی سطح پر دین کے ساتھ بے رغبتی۔ اگر اسلامی ممالک کے عوام اپنے دین کی تعلیمات پر عمل کریں اور عملی طور پر اسے اہمیت دیں اور حکمراں اپنی سیاست اور تمام شعبوں میں اسلام کو رہنما بنالیں تو مسلمانوں کو ماضی کی کھوئی عظمت اور شان و شوکت واپس مل سکتی ہے۔

۷۷ عیسائی پادری کا اسلام اور اس کی ماں کا اسلام

محمد داؤد (فادر مارکس ڈیوڈ) کٹک اڑیسہ سے انٹرویو

اقتباس

دنیا میں یا تو داعی بن کر جئیں، ورنہ مدعو بن کر رہیں گے، اگر داعی بن کر زندگی گزاریں گے تو اگر آپ کے پاس کوئی داعی بھی دعوت لے کر آئے گا تو اسلام کی حقانیت کا شکار ہو کر رہے گا دعوت سے بہتر دلوں کو فتح کرنے کا کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ یہ ہتھیار کبھی فیل نہیں ہوتا ہم دروانہ دعوت کے ساتھ حق نہ بھی ہو تو بھی کامیابی ملتی ہے، جیسا کہ عیسائیت کی دعوت کے سلسلے میں میں نے کارگزاری سنائی اور اگر دعوت حق کی ہو تو پھر اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی دعوت کے ہتھیار کے سامنے بڑی سے بڑی طاقت کو ہتھیار ڈالنے پڑتے ہیں۔

میری پیدائش اڑیسہ کے مرکزی شہر کٹک پادری گھرانے میں ہوئی۔ میری والدہ بھی ایک کیتھولک چرچ کے پادری کی بیوی تھیں۔ انہوں نے میری پیدائش سے قبل نذر مانی تھی کہ میری جو بڑی اولاد ہوگی، اس کو یسوع کے نام نذر کروں گی۔ میں پیدا ہوا۔ وہ دو ہفتوں کے بعد مجھے لے کر چرچ گئیں اور وہاں چرچ کے ذمے داروں کے سامنے نذر کی رسم پوری کی۔ میری ابتدائی تعلیم مشن اسکول میں ہوئی، بعد میں مجھے کالج میں داخل کیا گیا۔ بی اے آنرس کے بعد تھیالوجی سے میں نے ایم اے کیا اور مقصد مشن کی

تبلیغ تھی۔ایم اے کرنے کے بعد مجھے مشن نے بہار میں گیا زون میں مشن کی تبلیغ کے لئے بھیج دیا۔میری بہترین کارکردگی کے بعد مجھے گیا کے مشہور چرچ کا ذمہ دار پادری بنا دیا گیا، اور لوگ مجھے فادر مارکس ڈیوڈ کہنے لگے۔میری تربیت مشن کو ذہن میں رکھ کر کی گئی تھی، اس لئے میں نے بھی خدا کو راضی کرنے کے لئے اپنے بال بال کو عیسائیت کی تبلیغ کے لئے وقف کردیا۔

میں نے تمام مذہب کے لوگوں پر کام کیا۔میرا یقین تھا کہ عیسائیت ہی مدارِ نجات ہے۔گیا میں بودھوں پر میں نے بہت کام کیا۔سیکڑوں بودھوں کو عیسائی بنا دیا۔ مسلمانوں پر بھی میں نے کام کیا۔۱۷ مسلمانوں کے نام میرے رجسٹر میں درج ہیں، جن کو میں نے عیسائی مذہب اختیار کرایا، اس کے علاوہ ہندوؤں خصوصاً دلت ہندوؤں کی بڑی تعداد میری دعوت پر عیسائی ہوئی۔اپنے مشن میں جیسے جیسے مجھے کامیابی ملتی گئی، میرا حوصلہ بڑھتا گیا۔ایک یہودی خاندان پر میں نے کام شروع کیا۔تقریباً ایک سال کی کوشش کے بعد میری ہم دردی اور سچی محبت سے وہ متاثر ہوئے اور انہوں نے یہ کہہ کر عیسائیت اختیار کی، کہ اگرچہ ہماری عقل میں ابھی تک عیسائیت نہیں آئی مگر آپ کی اس قدر درد مندی اور دلی ہم دردی کے بعد ہمارا ضمیر مجبور کر رہا ہے کہ ہم عیسائی بن جائیں۔

سچائی اپنے کو منوا لیتی ہے اور ہر مخلص کو اللہ راستہ دکھاتے ہیں۔قدرت کے یہ دو ضابطے میرے لئے ہدایتِ اسلام کا ذریعہ بنے۔اصل میں عیسائیت کی تبلیغ کو میں اللہ کے لئے انسانیت کی سچی خدمت اور ہمدردی سمجھتا تھا، میں دعوت میں تو مخلص تھا، مگر میں جس دعوت میں اپنے کو لگائے ہوئے تھا، وہ سچائی پر مبنی نہیں تھی۔اس دعوت کو میں انسانی خدمت، مالی معاونت اور مریضوں اور ضرورت مندوں کی خدمت کے سہارے اور بیساکھی پر چلا رہا تھا۔مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا کہ میں حق پر نہیں ہوں۔ہاں کبھی کبھی جب

عیسائیت کی مختلف کتابوں کی تشریحات پڑھتا تھا،تو میرا ذہن الجھ جاتا تھا اور سوچتا تھا کہ نہ جانے ہم لوگ کیا کہنا چاہتے ہیں؟مشن کی تبلیغ کی کامیابی کی وجہ سے مجھے اپنے مشن پر اعتماد پیدا ہوگیا تھا اگر میں حق پر نہ ہوتا تو خدا کامیابی نہ دیتا۔بس مجھ پر دھن سوار تھی۔میں اس دھن میں کچھ لٹریچر لے کر ایک روز اسلام کے ایک چراغ کی روشنی تک جا پہنچا۔اس چراغ کا نام تھا ڈاکٹر صغیر احمد جو گیا کے ایک اچھے فزیشین اور دین دار مسلمان ہیں۔وہ ایک زمانے سے تبلیغی جماعت سے وابستہ تھے،انھیں ایک صاحب نے ایک کتاب''اگر اب بھی نہ جاگے تو؟'' پڑھنے کو دی،جس کو پڑھ کر ان میں ہندوؤں میں دعوت دینے کا شوق پیدا ہوا۔اس کے بعد انھوں نے دہلی میں مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب کی کتاب''ارمغان دعوت'' پڑھی،اس کتاب کو پڑھ کر ان پر دعوت کا جنون سوار ہوگیا۔وہ رمضان میں پھلت گئے اور تین روز مولانا کلیم صدیقی صاحب کے ساتھ لگائے اور ان سے بیعت ہوئے،ڈاکٹر صاحب بتایا کرتے ہیں کہ بڑی تعداد میں نومسلموں خصوصاً ارتداد سے توبہ کرنے والوں کی تعداد مولانا صاحب کے ساتھ مسجد میں اعتکاف میں تھی،جن کے لئے رمضان میں صبح کا ناشتہ اور دوپہر کا کھانا بھی ابتدا میں بنایا گیا،مگر الحمدللہ بعد میں وہ روزے رکھنے لگے۔مولانا صاحب نے وہاں پر ساتھ میں اعتکاف کرنے والوں سے دوستی کی فیس دینے کو کہا اور اعلان کیا کہ لوگوں کو ہم سے تعلق رکھنا ہے اور دوستی،محبت اور بیعت کے تعلق کو نبھانا ہے،ان کے لئے کم سے کم فیس یہ ہے کہ ایک ماہ میں ایک آدمی کو کفر وشرک سے نکال کر مسلمان ہونے کی خوش خبری دیں اور اچھے دوست کے لئے روزانہ ایک آدمی کی خوش خبری فیس ہے۔

وہاں ان کو معلوم ہوا کہ روز ایک آدمی کے نصاب پر بھی مولانا صاحب کے بعض رفقا ہیں،جو یہ کام کر رہے ہیں۔جس روز ایک آدمی کو بھی ابوجہل اور ابولہب کے کیمپ سے نکال کر اسلام کے سایۂ رحمت میں نہ لا سکیں گے،اس روز سوئیں گے نہیں،روئیں گے

اللہ ان لوگوں کی نیتوں کی لاج رکھ رہے ہیں میں ڈاکٹر صاحب کے یہاں پہنچا، آداب و سلام کے بعد میں نے دومنٹ لے کر کتابیں پیش کیں اور وقت دینے کے لئے کہا۔ ڈاکٹر صاحب نے میری ہمدردی کا شکریہ ادا کیا، اور کہا کہ کلینک پر مریضوں کی بھیڑ ہوتی ہے، یہاں بات اطمینان سے سننا بھی مشکل ہے، اور یہ وقت جب کہ میں کلینک میں ہوتا ہوں، مریضوں کا حق ہے، اس وقت کسی دوسرے موضوع پر بات کرنا میں مریض کی حق تلفی سمجھتا ہوں، بہتر یہ ہے کہ آپ رات میں سات بجے کے بعد میرے گھر تشریف لائیں، وہاں اطمینان سے باتیں ہوں گی۔ اس تجویز کو میں نے خوشی سے قبول کرلیا۔ فون اور پتہ لے کر میں چلا آیا، اور رات کو سات بجے ڈاکٹر صغیر صاحب کے گھر پہنچا۔ ڈاکٹر صاحب نے پُرتکلف چائے پلائی اور مجھ سے کہا کہ فادر صاحب! آپ جو مجھے عیسائیت کی دعوت دینے آئے ہیں، کیا واقعی آپ میری ہمدردی میں عیسائیت کی دعوت دے رہے ہیں اور آپ خود عیسائیت کو مدارِ نجات سمجھتے ہیں یا آپ کی کوئی سیاسی غرض ہے، یا اپنے مشن سے وفاداری میں آپ اس کو پھیلانا فرض سمجھتے ہیں؟ میں آپ کو یسوع کی قسم دے کر پوچھتا ہوں؟ میں نے یسوع کی قسم کھا کر کہا: میں صرف عیسائیت کو مدارِ نجات سمجھتا ہوں اور صرف آپ کی ہمدردی میں آپ سے ملنے آیا ہوں۔ یہ سن کر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آپ عیسائی ہیں اور عیسائیت کو مدارِ نجات سمجھتے ہیں اور میں مسلمان ہوں، میں صرف اسلام کو مدارِ نجات مانتا ہوں بلکہ یسوع علیہ السلام کو بھی اللہ کا رسول اور پیغمبر مانتا ہوں، بلکہ میرا اس پر ایمان ہے کہ عیسیٰؑ اللہ کے سچے رسول اور اسلام کے پیغمبر اور سچے مسلمان تھے۔ اب ہم دونوں ایک معاہدہ کرتے ہیں۔ آپ مجھے عیسائیت کے بارے میں بتائیں۔ روزانہ ایک گھنٹہ فارغ ہوکر میں آپ کی بات سنوں گا۔ آپ ایک سال تک مجھے بتاتے رہیں گے اور یہ سمجھیں گے کہ بات پوری نہیں ہوئی تو ایک سال تک سنوں گا اور اس کے بعد میری باری آئے گی

میں روزانہ اسلام کے بارے میں بتاؤں گا، مجھے زیادہ سے زیادہ تین دن درکار ہوں گے اور دونوں کی بات مکمل ہو جائے گی۔ اب آپ یسوع کی قسم کھا کر یہ عہد کریں اور میں اللہ کی قسم کھا کر عہد کرتا ہوں کہ اگر میں عیسائیت کو مذہب حق اور مدارِ نجات سمجھوں گا تو بغیر جھجک کے اسی وقت عیسائی ہو جاؤں گا اور اگر آپ نے اسلام کو مدارِ حق سمجھا تو آپ بھی بغیر جھجک مسلمان ہو جائیں گے۔ بات بہت سچی اور انصاف کی تھی، ہم دونوں معاہدے پر متفق ہو گئے، یہ معاملہ کر کے میں چلا آیا۔ میں نے رات میں بہت پرارتھنا یعنی دعا کی کہ اے یسوع! عیسائیت کی فتح ہو اور مجھے ہارنا نہ پڑے۔ پوری تیاری کے ساتھ میں اگلے روز ڈاکٹر صاحب کے یہاں گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے بات سننے سے پہلے دو منٹ لئے اور معلوم کیا کہ آپ نے رات میں دعا مانگی ہوگی۔ میں نے کہا: ہاں۔ تب انھوں نے کہا: سچ بتایئے کیا مانگا؟ حیرت ہوئی کہ یہ سوال وہ کیوں کر رہے ہیں؟ کیا وہ دعا کے وقت وہاں موجود تھے۔ میں نے کہا: میں نے دعا مانگی کہ خدایا، عیسائیت کی فتح ہو اور میری اور میرے مذہب کی ہار نہ ہو۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا: یہ دعا آپ کے عہد میں شک پیدا کرتی ہے، آپ کو اور ہم کو یہ دعا کرنی چاہئے کہ ہم میں جو حق پر ہے، خدایا! ہمیں اس پر جما دے، واقعی یہ بات انصاف کی تھی، میں نے وعدہ کیا کہ اب میں ہمیشہ یہی دعا کیا کروں گا۔ میں نے بات شروع کی۔ ایک گھنٹہ تک میں دلائل سے بات کرتا رہا۔ بہت دیر تک سننے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے بہت ہمدردی میں جیسے وہ کوئی نا سمجھ ہے، یہ کہہ کر ''اگر آپ برا نہ مانیں، اعتراض نہیں کر رہا ہوں'' اپنی معلومات کے لئے اور صفائی کے لئے دو تین سوالات کئے۔ سوالات کچھ ایسے تھے کہ میں خود احساسِ کم تری میں مبتلا ہو گیا، پہلے روز چلا آیا۔ دوسرے روز میں نے دعا کی کہ خدایا! جو حق ہو، اس کی راہ مجھے دکھا دے۔ دوسرے روز میں پھر ڈاکٹر صاحب کے یہاں گیا، تو ڈاکٹر صاحب نے پھر دعا کے بارے میں سوال

کیا۔میں نے کہا:میں نے دعا کی ہے:خدایا جو حق ہو،اس کی راہ مجھے دکھادے۔ڈاکٹر صاحب نے کہا:اب بھی دعا عہد کے خلاف ہے۔آپ کو یہ دعا کرنی چاہئے کہ خدایا:جو حق ہو،اس پر ہم دونوں کو جمادے،بلکہ سچ یہ ہے کہ سارے انسانوں کو جمادے۔یہ بات میرے دل کو لگ گئی کیوں کہ سچی اور انصاف کی بات یہی ہے۔اس کے بعد بات شروع ہوئی وہ پہلے روز کی طرح کچھ سوال کرتے رہے اور یسوع کا نام لیتے تو عیسیٰؑ مریمؑ بہت ادب کے ساتھ لیتے تھے۔یہ شریفانہ انداز مجھے بہت اچھا لگا،غرض ایک کے بعد ایک دن ایک ہفتے تک میں ان کو کتابیں بھی لا کر دیتا رہا اور وہ ان کو پڑھتے بھی رہے۔ایک ہفتے کے بعد میرے یہاں کچھ نہیں رہا۔ڈاکٹر صاحب کی اخلاقی برتری بہت عقل میں آنے والے سوالات سے بجائے اس کے کہ میرا اعتماد عیسائیت پر بحال ہوتا،میں خود اپنے آپ کو متزلزل محسوس کرنے لگا۔آٹھویں روز میں نے جا کر ڈاکٹر صاحب سے کہا:میں اپنی بات مکمل کر چکا آج آپ کی باری ہے حالاں کہ مجھے ایک روز پہلے ان سے کہہ دینا چاہئے تھا تا کہ وہ تیاری کرتے،مگر بروقت کہنے کے باوجود ڈاکٹر صاحب نے کوئی شکایت نہیں کی اور انھوں نے کہنا شروع کیا،کہ آپ کا اور ہمارا دل سب جانتے ہیں کہ صرف اسلام ہی برحق ہے اور آدھا گھنٹہ اسلام اور محمد ﷺ کا تعارف کرایا،عیسیٰؑ اور مریمؑ کے بارے میں قرآن حکیم نے جو کہا ہے وہ بتایا۔شاید چالیس منٹ نہیں ہوئے تھے کہ حق نے اپنا اثر دکھا دیا۔اللہ کی رضا کے لئے زندگی گزارنے کی نیت کرنے والے مجھ بے چارے پر اللہ کے رحم اور ہدایت کی بارش ہوئی اور میں نے پہلی نشست میں حسب وعدہ بغیر کسی چوں چرا کے ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔انھوں نے میرا نام داؤد رکھ دیا۔ڈاکٹر صاحب اور میں دونوں بہت خوش ہوئے،شاید میں ان سے زیادہ اور وہ مجھ سے زیادہ،یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ اس ہدایت سے کس کو زیادہ خوشی ہوئی۔

ایک رات میں سونے کے لئے لیٹا تو مجھے خیال ہو کہ میں نے ایک زمانے تک عیسائیت کی تبلیغ کی۔ بودھوں، ہندوؤں اور یہودیوں کے عیسائی بن جانے کا ایسا جرم نہیں، مگرے ار مسلمانوں کو جہنمی بنا دینے کا جرم تو بہت بڑا ہے۔ ایک آدمی کی ہدایت کا ذریعہ بن جانے پر نجات کا وعدہ ہے تو ے ار آدمیوں کی گم راہی کا ذریعہ بننے کا جرم بھی کتنا بڑا ہوگا، میں بہت گھبرایا، بستر سے اٹھا اور دیر تک اللہ سے معافی اور استغفار کرتا رہا۔ صبح کو مجھے فکر ہوئی کہ ان لوگوں کو دو بارہ سمجھا کر اسلام میں لانا چاہیے۔ میں جا کر ایک ایک سے ملتا رہا۔ لوگوں کو اسلام کی طرف لانے کے لئے بس ایک چیز کافی ہوئی کہ خود میں نے عیسائیت کو چھوڑ دیا ہے، اور الحمدللہ وہ دوبارہ عیسائیت سے توبہ کر کے مسلمان ہو گئے۔ تین لوگ ایسے تھے، جنھیں مشن نے بڑی مالی امداد کی تھی اور عیسائی لڑکیوں سے ان کی شادی بھی ہو گئی تھی۔ ان لوگوں کو سمجھانا بہت مشکل پڑا۔ میں راتوں کو اپنے اللہ کے سامنے روتا تھا اور دن میں ان کی خوشامد کرتا تھا۔ کئی ماہ کی لگاتار کوشش کے بعد اللہ نے ان کے دل پھیرے اور الحمدللہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ مسلمان ہو گئے، تین لوگوں کا آج تک پتا نہیں چل سکا ان میں سے ایک ڈرائیونگ کے لئے آئے تھے۔ آسام کے رہنے والے تھے اور دو مزدوری کے لئے یہاں آئے تھے۔ ان تینوں لوگوں کی حق سے گم راہی کا ذریعہ بن جانے کا جب بھی مجھے خیال آتا ہے میری نیند اڑ جاتی ہے۔ اگر خدانہ خواستہ اس حال میں وہ مر گئے تو دوزخ کا ایندھن بنیں گے، اور میں اس کے ساتھ کس طرح اپنے اللہ کو منہ دکھاؤں گا۔ کاش میرے اللہ مجھے ان تینوں بھائیوں سے ملا دے، اگر چہ ڈاکٹر صاحب نے مجھے سمجھایا کہ اسلام سے پہلے کے گناہ اسلام قبول کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں، گو اللہ کے نبی ﷺ کے فرمان پر ہمارا ایمان ہے مگر ایک بات نفسیاتی طور پر انسان پر سوار ہو جاتی ہے۔

میں گیا کے اجتماع سے چار ماہ کی جماعت میں چلا گیا۔ الحمدللہ مجھے بہت فائدہ

ہوا۔ چار ماہ میں میں نے قرآن شریف ناظرہ پڑھ لیا اور انگریزی ترجمہ کئی بار پڑھا۔ بہت سی کتابیں پڑھیں۔ ہمارا آدھا وقت دہلی میں لگا۔ الحمدللہ مجھے کتابیں ملتی رہیں۔ جماعت سے آکر میں کٹک گیا، مجھے اپنی والدہ کی بڑی فکر تھی۔ میں جماعت میں بھی ان کی ہدایت کے لئے دعا کرتا رہا۔ میرے گھر جانے سے دس روز پہلے ان کا انتقال ہوگیا اور انھیں عیسائیوں کے قبرستان میں دفن کردیا گیا۔ میں گھر گیا تو ماں کے انتقال اور اس سے زیادہ ایمان سے محروم موت کا بے حد مجھے صدمہ تھا۔ کئی روز تک میں گھر سے نہ نکلا اور دروازہ بند کرکے مسجد میں روتا رہا۔ اپنے اللہ سے شکایت کرتا تھا: میرے اللہ! میں آپ کے راستے میں اپنی ماں کے لئے آپ سے دعا کرتا رہا، لیکن میری ماں ایمان کے بغیر اس دنیا سے چلی گئی۔ میں والدہ کی قبر پر جاتا اور گھنٹوں روتا تھا۔ ایک روز مجھے ماں کی قبر پر روتے روتے نیند سی آگئی۔ میں نے اپنی ماں کو اچھی حالت میں دیکھا۔ وہ بولی: بیٹا اپنی انٹی (خالہ) سے نہیں ملا، ان کے پاس ضرور جانا مجھے اپنی والدہ کی یاد ستا رہی تھی۔ اس خواب کے بعد مجھے خیال ہوا کہ بھونیشور جاکر خالہ سے ملنا چاہیے۔ کم از کم وہ تو ایمان سے محروم نہ رہیں۔ میں نے بھونیشور کا سفر کیا اور اپنی خالہ سے ملا اور ان کو دیکھا کہ ان کا حال بدل گیا ہے انھوں نے مجھے بہت گلے لگایا اور کہا کہ میں تو تجھے بہت یاد کررہی تھی۔ تیری ماں بیمار تھی۔ تو میں دیکھنے گئی اور بیماری کی وجہ سے ان کی خدمت کرنے کی غرض سے ان کے پاس رہی، انتقال سے ایک ہفتہ پہلے فرائڈے (جمعہ) کی صبح کو وہ بہت خوش تھی، اور مجھے بلایا اور کہا: آج میں نے خواب میں یسوع کو دیکھا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا: تمہارا بیٹا داؤد اللہ نے قبول کر لیا ہے۔ وہ مذہب اسلام کو قبول کرچکا ہے۔ مجھے سولی نہیں دی گئی، مجھے آسمان پر اٹھایا گیا ہے تاکہ آکر لوگوں کو بتاؤں کہ سچا مذہب اسلام ہے اور اب میں تمہیں اسلام کا کلمہ پڑھوانے کے لئے آیا ہوں۔ انھوں نے بتایا کہ یسوع نے مجھے یہ کلمہ پڑھوایا، تین چار بار

پڑھوایا، مجھے یاد ہو گیا مجھ سے کہا کہ تم اس کلمے پر مرنا، تو تمہارے لئے نجات ہے اور مرنے کے بعد جنت ملے گی۔ اس خواب کے آٹھ روز بعد ان کا انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت وہ کلمہ پڑھ رہی تھیں۔ میں نے ان کے مرنے کے دو روز بعد ایک مولانا صاحب کو بتایا۔ وہ دو ساتھیوں کو لے کر آئے اور ان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ میں اس لئے تمہیں یاد کر رہی تھی کہ اگر تم آ گئے اور تم مسلمان ہو چکے ہو تو پھر مجھے بھی مسلمان ہونا چاہیے۔ میں خوشی سے ان سے چمٹ گیا اور اپنے مسلمان ہونے کا پورا قصہ سنایا اور جلدی سے کلمہ پڑھنے کے لئے کہا۔ مجھے اپنی والدہ کے مسلمان ہونے کی کتنی خوشی ہے، میں بیان نہیں کر سکتا۔ الحمدللہ اس نعمت کے شکرانے کے طور پر ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھتا ہوں اور ۲۰ رکعت نفل نماز اپنی والدہ کے مسلمان ہونے کی خوشی میں بلا ناغہ پڑھتا ہوں۔

ڈاکٹر صغیر صاحب نے مجھے پھلت بھیجا۔ میں نے مولانا کلیم صاحب سے ملاقات کی مولانا صاحب کے یہاں بنگالی موسیٰ بھائی آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے پہاڑوں پر انتہائی پس ماندہ آبادی میں اپنے کام کی کارگزاری سنائی اور بتایا کہ آسام اور منی پور وغیرہ میں پہاڑوں پر ایسی پس ماندہ آبادی بسی ہوئی ہے جو بالکل ننگی جانوروں کی طرح زندگی گزارتی ہے۔ میں نے مولانا صاحب سے اس علاقے میں کام کرنے کی خواہش ظاہر کی مولانا صاحب نے خوشی سے اجازت دے دی۔ میں آج کل وہیں کام کر رہا ہوں الحمدللہ ہزاروں لوگوں نے کپڑے پہننا شروع کر دیے ہیں۔ میں نے کافی حد تک ان کی زبان سیکھ لی ہے اور وہیں پر ایک بے سہارا خاتون سے شادی کر لی ہے جس کو میری ہی دعوت پر اللہ نے ہدایت نصیب فرمائی تھی۔ وہاں پر کام کا بڑا میدان ہے۔

میرے ساتھ اب ایک جماعت تیار ہو گئی ہے۔ اللہ نے چاہا تو ہمیں اس علاقے میں حیرت ناک کامیابی ملے گی ان شاء اللہ۔

ہمارے مولانا کلیم صاحب کہتے ہیں کہ دنیا میں یا تو داعی بن کر جئیں، ورنہ مدعو بن کر رہیں گے۔ اگر داعی بن کر زندگی گزاریں گے تو اگر آپ کے پاس کوئی داعی بھی دعوت لے کر آئے گا تو اسلام کی حقانیت کا شکار ہو کر رہے گا دعوت سے بہتر دلوں کو فتح کرنے کا کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ یہ ہتھیار کبھی فیل نہیں ہوتا۔ ہم وردانہ دعوت کے ساتھ حق نہ بھی ہو تو بھی کامیابی ملتی ہے، جیسا کہ عیسائیت کی دعوت کے سلسلے میں میں نے کارگزاری سنائی اور اگر دعوت حق کی ہو تو پھر اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔ دعوت کے ہتھیار کے سامنے بڑی سے بڑی طاقت کو ہتھیار ڈالنے پڑتے ہیں، دعوت کی اس قوت کو پہچانیں اور میرے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ مجھے دعوتی مقاصد میں کامیاب کرے۔ آمین

مستفاد از ماہنامہ ارمغان اکتوبر ۲۰۰۵ء

۷۸ عورت کی محبت سے خدا کی محبت ملی

جناب اقبال احمد سے ایک ملاقات

اقتباس

دنیا کے سارے نقشے دھوکے کے ہیں، دل لگانے کے لائق بس ایک ذات وہ ہے جو سارے حسینوں کے حسن کی خالق ہے اور جس سے دل لگانے کے بعد ہر بے چینی چین میں بدل جاتی ہے، یہ میرا خود اپنے لئے، سارے انسانوں کے لئے پیغام ہے۔

احمد اواہ : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اقبال احمد : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سوال: ابی نے مجھے بھیجا ہے، کہ بٹلہ ہاؤس مسجد میں اقبال صاحب بیٹھے ہیں ان سے ارمغان کے لئے انٹرویو لے لو، آپ کے علم میں ہوگا کہ ہمارے یہاں پھلت سے ایک ماہنامہ ارمغان اردو میگزین نکلتا ہے، اس میں اللہ کے فضل خاص سے ہدایت یاب لوگوں کے حالات زندگی اور آپ بیتیاں شائع ہوتی ہیں، اس کا مقصد دعوت کا کام کرنے والوں کے لئے حوصلہ افزائی اور تجربات حاصل کرنا ہے، اس کے لئے آپ کو بھی زحمت دینی ہے؟

جواب: جی! حضرت صاحب ابھی مجھے فرما گئے تھے کہ احمد آرہے ہیں وہ آپ سے ارمغان کے لئے کچھ باتیں کریں گے، میں بھی ارمغان پڑھوا کر سنتا ہوں، دو مہینے سے صرف ارمغان پڑھنے کے لئے میں نے اردو پڑھنی شروع کی ہے کہ دوسرے کا محتاج کب

تک رہوں گا، ایک سال تو انتظار کرتے گذر گیا شاید اللہ تعالیٰ کو مجھے اردو پڑھوانی تھی اس لئے ارمغان ہندی کے چھپنے میں دیر ہو رہی ہے۔

سوال: واقعی اللہ کی رحمت سے ہر فیصلہ ہوتا ہے ورنہ ارمغان ہندی کب سے شروع ہوجانا چاہئے تھا، خدا کرے جلد اس کی تکمیل بنے، بہت تقاضا اس کا ہو رہا ہے، اب مسلمانوں میں بھی اردو کا رواج بہت کم ہوگیا ہے؟

جواب: احمد بھائی! میرا خیال یہ ہے کہ اب ہندوؤں میں اردو پڑھنے کا شوق بڑھ رہا ہے ہمارے علاقہ میں دسیوں ہندو بڑے شوق سے شاعری کر رہے ہیں، حضرت فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اسلام کے لئے راستے ہموار کر رہے ہیں۔

سوال: بلاشبہ ایسا ہی ہے آپ اپنا خاندانی تعارف کرائیے؟

جواب: میں ہریانہ کے ایک یادو خاندان میں ۲۵؍ مارچ ۱۹۷۵ء میں پیدا ہوا، ہائی اسکول کرنے کے بعد کرکٹ کا ذوق بڑھا، ضلع کی ٹیم میں پھر اسٹیٹ کی ٹیم میں سلیکشن ہوا، نیشنل ٹورنامنٹ کھیلے رنجی ٹرافی میں ہریانہ کی طرف سے ریکارڈ رن بنائے۔ بارہویں کلاس کرتے ہی کام لگ گیا، کھیل کی وجہ سے مجھے ریلوے میں ملازمت مل گئی، ابھی بھی ریلوے میں ملازمت کرتا ہوں اور ریلوے ٹیم کی طرف سے کھیلتا ہوں، کئی مرتبہ نیشنل ٹیم میں سلیکشن ہونا طے ہوا، مگر سیاسی اٹھا پٹخ کا شکار ہوگیا، میرے والد سرکاری اسکول میں پرنسپل ہیں، میرا ایک چھوٹا بھائی ہے جو ڈاکٹر ہے خاندان کے لوگ پہلے سے زمیندار ہیں۔

سوال: آپ کرکٹ میں بالر ہیں یا بیٹسمین؟

جواب: میں یوں تو آل راؤنڈر ہوں، میں نے رنوں کے رکارڈس بنائے ہیں، رنجی ٹرافی کے ایک ٹورنامنٹ میں سب سے زیادہ کیچ لینے کا رکارڈ میرے نام ابھی تک ہے، میں اچھی بالنگ بھی کرلیتا ہوں مگر اصلاً میرا شوق بیٹنگ ہے۔

سوال: اپنے قبول اسلام کی کہانی سنائیں؟

جواب: اردو کا ایک شعر ہے ؎

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں اور پیمبری مل جائے

میرے ساتھ اللہ کی طرف سے ہدایت کا بس یہی معاملہ ہے، ہوا یہ کہ ۲۰۰۴ء میں ہم چندی گڑھ میں ایک ٹورنامنٹ کھیلنے کے لئے گئے تھے، میرے ساتھ ریلوے ٹیم میں ایک گرمیت سنگھ بھی کھیلتے تھے، ان کے والد پرم جیت سنگھ جی ریلوے میں افسر تھے گرمیت سنگھ سے میری دوستی تھی، اس کی خواہش پر میرا قیام اس کے گھر رہا، دو ہفتے ان کے یہاں گھر کی طرح رہا، پرم جیت کی ایک چھوٹی بہن ہے، بے پردہ ساتھ رہنے کی خرابی رنگ لائی، پندرہ دن میں ہم دونوں ایک دوسرے کے اس قدر قریب آئے کہ ایک دوسرے کے لئے بالکل پاگل سے ہوگئے، اس ٹورنامنٹ میں میری کارکردگی بھی بالکل صفر رہی، میرا دل کہیں لگتا ہی نہیں تھا، ہم دونوں نے شادی کا پروگرام بنایا اور دونوں نے ایک دوسرے سے عہد کیا کہ اگر ہمارے گھر والے ہماری شادی نہیں کریں گے تو ہم خودکشی کرلیں گے، نہ آشا کور کے گھر والے اور نہ میرے گھر والے اس کے لئے تیار ہونے والے تھے، دونوں کا گھر پرانی روایات کا حامل تھا، آشا سے زیادہ میرے گھر والے تو بہت ہی روایات کے ماننے والے تھے، چندی گڑھ سے واپسی کے بعد بھی مجھے آشا کے علاوہ کچھ سوجھتا نہ تھا، بالکل مجنوں سا ہوگیا تھا، میرے گھر والے اور آشا کے گھر والے ہم دونوں سے پریشان تھے، بہت سے سیانوں کے پاس توڑ کرانے دونوں گھر والے گئے کچھ تعویذ کرنے والے مولویوں کے پاس بھی گئے، میرے چچا کاندھلہ حضرت جی سے بھی تعویذ لائے مجھے اور آشا کو معلوم ہوا تو ہم بہت فکرمند ہوئے، کہیں تعویذوں سے ہمارا دل ہٹا نہ

دیا جائے،اس کے لئے آشا کے مشورہ سے میں نے بھی سیانوں اور جیوتشوں سے رابطہ کیا، کئی لوگوں نے مشورہ دیا کہ مولویوں سے ملنا چاہئے،سائیں عبداللہ ایک پہاڑوں میں رہتے ہیں ان کے پاس بھی گئے،بوڑیہ کے پیر جی کے پاس بھی گیا،سہارن پور بھی پیر صاحب کے پاس گیا،کسی نے مجھے پھلت کا پتہ بتایا،پھلت میں ایک حضرت جی اس کے لئے مشہور ہیں وہاں گیا انھوں نے مجھے تعویذ دے دیئے ایک صاحب جو مجھے پھلت لے کر گئے تھے،انھوں نے مجھے بتایا کہ یہاں پر ایک اور حضرت ہیں،وہ تعویذ وغیرہ نہیں کرتے مگر دعا کرتے ہیں چلوان سے بھی مل لو،وہاں گئے معلوم ہوا،حضرت صاحب سفر پر گئے ہیں،وہاں ایک جوان مولوی صاحب ملے،دبلے پتلے،مولوی عمران کا نام ہے،حضرت صاحب ان کے نانا لگتے ہیں،انھوں نے مجھے بتایا کہ حضرت صاحب تو ابھی ایک ہفتہ کے بعد آئیں گے،ہمارے حضرت ہر آنے والے کو خود مالک سے مانگنے کا طریقہ بتاتے ہیں اس کے لئے ایک جاپ بھی بتاتے ہیں،صبح سویرے نہانے کے بعد یہ سوچ کر کہ اپنے مالک کو یاد کر رہا ہوں سو بار یا ہادی اور سو بار یا رحیم پڑھ لیا کریں،رحیم اور ہادی کا ترجمہ بھی مجھے ہندی میں بتایا،انھوں نے کہا اس کے بعد سیدھے اپنے مالک سے اپنی پریشانی کہیے،ساتھ میں حضرت صاحب کی ایک کتاب بھی دی جس کا نام ''آپ کی امانت،آپ کی سیوا میں'' ہے میں نے کتاب گاڑی میں رکھ دی،صبح سویرے اٹھ کر اشنان کیا اور سو بار یا ہادی اور سو بار یا رحیم پڑھا،مجھے بہت ہی شانتی (سکون) ملی،میں نے شام کو بھی پڑھا،جو بے چینی اور جنون بلکہ بالکل پاگل سا ہو رہا تھا اس کا اثر کم ہوا،ایک ہفتہ کے بعد مجھے مالک سے عجیب سا تعلق ہونے لگا،مجھے خیال ہوا کہ جب ان کے بتائے ہوئے جاپ سے ایسی شانتی مل رہی ہے تو حضرت صاحب کی کتاب پڑھنی چاہئے،شاید اس میں اور بھی جاپ لکھا ہو،میں نے آپ کی امانت پڑھی،ایک دفعہ پڑھ کر دوبارہ پڑھی،چھوٹی سی

اس کتاب نے میری سوچ اسلام کے بارے میں بدل دی، اب مجھے مکتی اور شانتی کے لئے اسلام میں ایک راہ دکھائی دیتی تھی، مولانا عمر صاحب کو فون کیا، مجھے اسلام پر اور کتابیں بتایئے، انھوں نے ''اسلام کیا ہے؟'' اور ''مرنے کے بعد کیا ہوگا؟'' بتائی، میں نے دہلی سے وہ کتاب منگوائی اس کے بعد میں نے قرآن مجید پڑھنا ضروری سمجھا اور قرآن مجید پڑھنے لگا، اس دوران ایک ٹورنامنٹ کھیلنے جے پور گیا، ایک روز ہم لوگ جے پور دیکھنے نکلے، بازار سے شاپنگ کرنی تھی ایک تبلیغی جماعت ایک مسجد سے دوسری مسجد کی طرف جارہی تھی، میرا دل چاہا ان سے ملوں، میں نے گاڑی روکی، اور جیسے ہی مسجد کے اندر وہ داخل ہوئے میں بھی ساتھیوں سے ذرا دیر ٹھہرنے کو کہہ کر مسجد میں داخل ہوگیا، میں نے ان لوگوں سے کہا میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں، انھوں نے مجھے امیر صاحب سے ملوایا، امیر صاحب نے مجھ سے معلوم کیا کہ آپ نماز کیوں پڑھنا چاہتے ہیں، میں نے کہا میں نے اسلام کو پڑھا ہے، اور میں اسلام کو مکتی اور شانتی کا واحد راستہ سمجھتا ہوں، اس لئے چاہتا ہوں کہ آہستہ آہستہ اسلام کو فالو کروں، انھوں نے اپنے بیگ سے ''آپ کی امانت'' نکالی اور مجھے دینی چاہی میں نے کہا، میں نے یہ کتاب تین بار پڑھی ہے اور اس کے لکھنے والے حضرت صاحب کے گاؤں میں بھی گیا ہوں ضلع مظفر نگر میں پھلت ایک جگہ ہے، امیر صاحب نے مجھ سے کہا آپ مولانا صاحب سے نہیں ملے، میں نے کہا وہ وہاں نہیں تھے، انھوں نے پوچھا آپ نے کلمہ پڑھ لیا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں ابھی میں نے کلمہ نہیں پڑھا ہے، پھلت میں مولانا عمر صاحب نے مجھے کلمہ پڑھنے کو کہا تھا مگر میں نے کتاب پڑھ کر بعد میں پڑھنے کو کہہ دیا تھا، میں نے امیر صاحب سے کہا، آپ مولانا کلیم کو جانتے ہیں انھوں نے کہا میں مولانا کا مرید ہوں، میوات کا رہنے والا ہوں اور ہماری جماعت میں چار ابھی چند روز پہلے مسلمان ہونے والے لوگ ہیں جن میں ایک مندر کے بڑے

پجاری بھی ہیں، جنھوں نے چند روز پہلے اپنے بال وغیرہ کٹائے ہیں، ان چاروں سے امیر صاحب نے مجھے ملوایا، پھر مجھ سے کلمہ پڑھنے کے لئے کہا تھوڑی دیر سوچنے کے بعد میں تیار ہو گیا، انھوں نے مجھے کلمہ پڑھوایا اور فون پر حضرت صاحب سے میری بات کروائی، اللہ کا شکر ہے فون پر بات ہو گئی، امیر صاحب نے حضرت سے کہہ کر مجھے کلمہ دوبارہ پڑھوایا اور مجھے جماعت میں وقت لگانے کا مشورہ دیا ٹورنامنٹ ختم ہو گیا تھا، میں نے وہیں سے ڈاک سے چھٹی کی درخواست لگائی اور اسی جماعت کے ساتھ ۳۵؍ روز لگائے، پانچ دن ان کے ہو گئے تھے، امیر صاحب نے اپنے ساتھیوں کی تشکیل کی کہ بھائی اقبال کے پانچ دن کم رہ گئے ہیں ہم لوگ ان کا چلہ پورا کروادیں اور پانچ پانچ دن اور بڑھادیں، تین لوگوں کو ضروری کام تھا، وہ چلے گئے باقی لوگوں نے میرا چلہ پورا ہونے تک میرے ساتھ وقت لگایا۔

سوال: جماعت سے آکر آپ نے گھر والوں سے یہ سب بتا دیا؟

جواب: گھر آکر میں نے گھر والوں سے بتا دیا، گھر میں وبال آنا طے تھا، گھر والے بہت برہم ہوئے اور سب کو خیال ہوا کہ یہ سب آشا سے شادی کرنے کا ڈھونگ ہے، گھر والے میرے ساتھ بہت برا سلوک کرنے لگے، مجھے گھر چھوڑنا پڑا، گھر چھوڑ کر میں پھلت پہنچا، حضرت صاحب سے پھلت میں پہنچنے کے چوتھے روز ملاقات ہوئی، حضرت صاحب نے مجھے گھر جا کر رہنے کا مشورہ دیا اور خاموشی سے گھر والوں پر کام کرنے کو کہا، میرے چھوٹے بھائی جو ڈاکٹر ہیں، کافی کوشش کے بعد پھلت حضرت سے ملنے کے لئے تیار ہو گئے، میں ان کو لے کر پھلت گیا، حضرت نے مولوی عمر صاحب کو بلا کر ہم سے ملنے اور بات کرنے کے لئے کہا، الحمد للہ انھوں نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا، میرے کہنے پر حضرت نے دوبارہ کلمہ پڑھوایا اور ان کا نام محمد افضل رکھا۔

بھائی کے مسلمان ہو جانے کے بعد میرے لئے گھر کا ماحول کافی سازگار ہو گیا، جب حضرت نے مجھے گھر جانے کے لئے کہا تھا تو مجھے عجیب سا لگ رہا تھا، بلکہ مجھے یہ لگ رہا تھا کہ یہ لوگ مجھے قبول نہ کر کے بوجھ سمجھ کر واپس کر رہے ہیں، اندر دل میں عجیب غلط سا گمان ہو رہا تھا، مگر بھائی کے مسلمان ہونے کے بعد مجھے لگا کہ انھوں نے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے، یہ اللہ کا کرم تھا کہ میں نے ناگوار ہوتے ہوئے بھی فیصلہ مان کر گھر جانا گوارہ کیا، حالانکہ میں گھر سے کہہ کر آیا تھا کہ میں گھر والوں کو صورت نہ دکھاؤں گا، میرے بھائی ڈاکٹر نے مجھے بہت طعنہ بھی دیا تھا کہ آشا نے اور مسلمانوں نے ٹھکانے لگا دیا، سمجھ میں آ گیا کہ گھر والے گھر والے ہی ہوتے ہیں، میں نے جھینپ مٹانے کے لئے کہا کہ گھر والوں کی یاد نے رہنے نہیں دیا خاص طور پر بھیا تیرے بغیر تو میرے لئے رہنا بہت کٹھن (مشکل) ہے۔

سوال: اس کے بعد کیا ہوا؟ باقی گھر والوں کا کیا حال ہے؟

جواب: میرے بھائی ڈاکٹر افضل نے بھی چلہ لگا لیا ہے، الحمدللہ ہماری کوشش سے ماں بھی مسلمان ہو گئی ہیں، ابھی میں نے سرکاری طور پر ملازمت میں نام وغیرہ نہیں بدلا ہے، ہاں اکثر لوگوں کو معلوم ہے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں، ڈیوٹی پر ہوتا ہوں تو بھی نماز پڑھتا ہوں۔

سوال: آشا کور کا کیا ہوا؟

جواب: میں جیسے جیسے اسلام کو پڑھتا گیا میرا عشق ٹھنڈا ہوتا گیا، اس نے بھی چند دنوں تک تو فون کیا مگر بعد میں اس نے بھی رابطہ ختم کر دیا، دو مہینے پہلے معلوم ہوا ہے کہ اس کی شادی ہو گئی ہے۔

سوال: آپ کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ جس کی وجہ سے آپ مسلمان ہوئے اس کے ایمان

کی آپ کو فکر کرنی چاہئے؟

جواب: شروع شروع میں مجھے خیال آتا تھا، مگر حضرت نے اس کا پتہ لے کر کہا، آپ اس کی فکر چھوڑ دیجئے، ہمارے ساتھی چندی گڑھ میں ہیں جو خود اس کو دعوت دینے کی فکر کریں گے، میں نے حضرت کے حکم کے بعد اس کی فکر چھوڑ دی۔

سوال: ارمغان کے قارئین کے لئے آپ کچھ پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب: دنیا کے سارے نقشے دھوکے کے ہیں، دل لگانے کے لائق بس ایک ذات وہ ہے جو سارے حسینوں کے حسن کی خالق ہے اور جس سے دل لگانے کے بعد ہر بے چینی چین میں بدل جاتی ہے، یہ میرا خود اپنے لئے ہمارے انسانوں کے لئے پیغام ہے۔

سوال: بہت بہت شکریہ، السلام علیکم رحمۃ اللہ

جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کا بہت بہت شکریہ۔

۷۹

اسلام سے دور ہوا لیکن پھر نبی ﷺ کی دعوت پر پھر اسلام لایا

مہاجر بھائی عبید اللہ (ونود کمار گوئل) سے ملاقات

اقتباس

ہر چیز پر جمنے کے لئے استقامت کی ضرورت ہے، ساری کائنات اور کل مخلوق کی نفی کر کے اس اکیلے کا بن جانے کا مزہ اس دنیا کی بلکہ اگر میں کہوں کائنات کی سب سے بڑی نعمت اور مزہ کی چیز ہے، تو بالکل بجا ہے، انسان کمزور ہے، بس اللہ تعالیٰ ذرا ارادہ اور نیت دیکھتے ہیں اور اپنے کو یکسو (حنیف) بنالے پھر وہ ہمت بھی دیتے ہیں، اور توفیق بھی، قربان اس کی رحمت کہ مزہ بھی اور لذت بھی دیتے ہیں، اور اس پر نور علی نور آخرت میں اجر عظیم بھی، ایسے دینے والے کریم ورحیم رب کے علاوہ کون ہے دل لگانے کے لائق؟ اور قربان ہونے کے لائق اور روتے ہوئے..... مگر اس کا ہو جانے کے لئے سب کی نفی ضروری ہے، لا الہ الا اللہ میں پہلے نفی بعد میں اثبات ہے سب کو ٹھکرائے اور سب سے ٹکرانے کے عزم کے بنا اس کا بننا چاہے تو بس دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔

احمد اواہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عبید اللہ: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سوال: عبید اللہ بھائی بڑی خوشی ہوئی آپ تشریف لے آئے آج ابی مجھ سے فرما رہے تھے کہ کل تمہیں نوئیڈا جا کر عبید اللہ صاحب سے ارمغان کے لئے انٹرویو لینا ہے، اچانک پتہ لگا کہ آپ خود یہاں آ گئے ہیں۔

جواب: مجھے حضرت سے کچھ ضروری مشورہ کرنا تھا کہ ان کا فون آیا کہ احمد ارمغان کے لئے باتیں کرنے آئیں گے، میں نے حضرت سے درخواست کی کہ اگر آپ کے پاس کوئی وقت ہو تو میں خود اوکھلا حاضر ہو جاؤں حضرت نے اجازت دے دی، الحمد للہ ملاقات ہو گئی ملاقات و مشورہ کے بعد الحمد للہ بڑی تسلی ہو گئی، آپ فرمائیں ہمارے لئے کیا حکم ہے؟

سوال: جیسا کہ ابی نے آپ کو بتا دیا ہوگا کہ پھلت سے نکلنے والے دعوتی میگزین کے لئے آپ سے باتیں کرنی ہیں؟

جواب: جی، جی اسی کے لئے معلوم کر رہا ہوں۔

سوال: آپ اپنا خاندانی تعارف کرائیے؟

جواب: میری پیدائش ۶ ردسمبر ۱۹۷۸ء میں جلال پور گاؤں جواب نوئیڈا (گوتم بدھ نگر) میں ایک گوئل خاندان میں ہوئی، پتا جی بجلی بورڈ میں ملازم تھے، میرا نام انہوں نے نام ونود کمار گوئل رکھا تھا، پرائمری تک گاؤں کے اسکول میں پڑھا اس کے بعد دلی پبلک اسکول سے بارہویں کلاس کی، اور کمپیوٹر سائنس سے سافٹ ویر انجینیر نگ کی، بعد میں ایک امریکی کمپنی میں نوئیڈا ہی میں ملازمت لگ گئی، ابھی بھی وہیں پر کام کر رہا ہوں میرے ایک چھوٹا بھائی ہے پرمود کمار اس کا نام ہے، اور ایک بہن ہے، میرے پتا جی اب ریٹائرڈ ہو گئے ہیں وہ پروپرٹی ڈیلنگ کا کام کرتے ہیں اس کاروبار میں اللہ نے ان کو بہت ترقی دی ہے۔

سوال: اپنے قبول اسلام کا حال سنائیے؟

جواب: مولانا احمد صاحب اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو ان کے چاہے بغیر گردن پکڑ کر جنت میں لے جاتے ہیں اور وہ خود بار بار دوزخ کی طرف بھاگتے ہیں میں شاید ان میں سے ایک نالائق خوش قسمت ہوں۔

سوال: آپ نے خوب بات کہی، نالائق خوش قسمت ہیں، وہ نالائقی اور خوش قسمتی ذرا بتائیے۔

جواب: چار سال پہلے میں نے اس کمپنی میں ملازمت شروع کی میرے ساتھیوں میں ایک لڑکا کان پور کا برہمن فیملی سے تعلق رکھتا تھا، اس نے اسلام قبول کر کے محمد یوسف اپنا نام رکھ لیا تھا، اور بہت مذہبی مسلمان ہو گیا تھا، اس نے داڑھی رکھ لی تھی اور پینٹ شرٹ چھوڑ کر کرتا پائجامہ اور شیروانی پہننے لگا تھا، مجھے اس کے مذہب بدلنے پر حیرت تھی، میں اس سے اس کے فیصلے پر بہت بحث کرتا تھا اور اس کو واپس ہندو بننے کے لئے کہتا تھا، گھنٹوں اس سے بات ہوتی رہتی تھی، وہ بحث میں اکثر مجھ سے کہتا تھا تو خود بھائی میں اپنے اللہ سے دعا کر رہا ہوں آپ مجھے ہندو بننے کو کہہ رہے ہیں آپ کو خود مسلمان ہونا پڑے گا، بحث کرتے جتنی مرتبہ بھی وہ یہ بات کہتا میرا دل اندر سے ڈر جاتا تھا کہ کہیں میرے بھاگیہ میں مسلمان ہونا نہ ہو میں ڈر کر بحث بند کر دیتا تھا، تقریباً چار مہینے تک دیر دیر تک مذہب پر ہماری باتیں ہوتی رہیں ایک روز صبح صبح یوسف آفس آئے اور مجھ سے کہا کہ آج ہم دونوں کمپنی سے چھٹی لے کر کسی پارک میں چلتے ہیں اور بیٹھ کر کچھ باتیں کریں گے، میں نے پہلے تو منع کیا کہ باتیں کرنے کے لئے چھٹی لینے کی کیا ضرورت ہے، مگر یوسف نے بہت ضد کی اور میں نے بھی چھٹی لے لی اور ہم پارک میں گئے، بہت محبت سے وہ مجھے اسلام قبول کرنے اور کلمہ پڑھنے کو کہتا رہا، اور مجھے اس درد سے سمجھایا کہ مجھے ماننا پڑا، اور میں نے کلمہ پڑھ لیا، اس نے کہا کہ رات خواب میں مجھے تمہارا نام عبید اللہ بتایا

گیا ہے، میں تمہارا نام عبید اللہ رکھنا چاہتا ہوں ہم لوگ چائے وغیرہ پی کر گھر چلے گئے، اگلے روز وہ کچھ کتابیں لے کر آیا اور مجھے دیں کہ ان کو پڑھنا ہمارے آفس میں ایک جاوید نام کا لڑکا بستی کا اور کام کرتا تھا، میری یوسف نے اس سے ملاقات کرائی اور قبول اسلام اور نئے نام سے تعارف کرایا، ایک ہفتہ کے بعد ایک روز آفس آیا اور مجھے بتایا کہ کچھ گھریلو حالات کی وجہ سے اب نوکری چھوڑ کر جانا ہوگا، میں نے دوبئی میں نوکری تلاش کر لی ہے اور پرسوں میری فلائٹ ہے، مجھ سے کہا کہ آپ کو ایمان پر جمنا ہے، ایمان اس کائنات کی سب سے قیمتی چیز ہے آدمی تانبہ خریدتا ہے تو کچھ قیمت دینی پڑتی ہے، چاندی خریدے تو اور قیمت دینی پڑتی ہے، سونے کے لئے اور بھی زیادہ قیمت دینی پڑتی ہے، ایمان تو بہت قیمتی چیز ہے اس کے لئے بڑی قیمت دینی پڑے گی تو دیکھو ہر قیمت پر اس کی حفاظت کرنا، اس کے بعد وہ دوبئی چلے گئے، جاوید بہت مذہبی مسلمان نہیں تھا، وہ مجھے میرے چاہنے کے باوجود وقت نہیں دے سکا، میں نے ایک مولانا صاحب سے جا کر نماز وغیرہ سیکھنا شروع کی، ہمارے گھر میں گھر کا ایک چھوٹا سا مندر تھا جس میں بہت سی مورتیاں رکھی ہوئی تھیں، میں نے ایک روز ایک مورتی گنیش جی کی اس میں سے اٹھائی اور نہر میں ڈال دی مورتی کو نہر میں ڈالنا تھا کہ شیطانوں کو طیش آ گیا، ہمارے گھر پر مصیبت آنا شروع ہوگئی، میری موٹر سائیکل اچانک پیڑ سے ٹکرا گئی، میرا پیر ٹوٹ گیا، پلاسٹر چڑھا یا ہڈی نہیں جڑ سکی آپریشن کرانا پڑا، میں ابھی ٹھیک نہیں ہوا تھا کہ چھوٹے بھائی پر موو زینے پر سے پھسل گیا، اس کے بہت چوٹ آئی، پتاجی (والد صاحب) بیمار ہوئے، بہنوئی اسپتال میں، کبھی کوئی حادثہ ہوتا تھا، میرے پتاجی نے بہت سے جیوتشیوں سے رائے لی، سیانوں کو دکھایا سب لوگ یہی کہتے تھے کہ کسی بات کی وجہ سے کوئی دیوتا ناراض ہیں، مگر علاج کسی سے نہ ہو پایا، دادری میں ایک پیر جی صاحب رہتے تھے، لوگ ان کو بہت صاحب کمال سمجھتے تھے،

بڑی دیر میں ان کے یہاں نمبر آتا تھا، پریشان ہو کر ہمارے پتا جی ان کے یہاں گئے ،میں بھی ان کے ساتھ تھا، انہوں نے بتایا کہ آپ کے بچوں میں سے کسی نے اپنا دھرم چھوڑ کر دوسرے دھرم کو اپنایا ہے اسی وجہ سے پریشانی ہے، اچانک یہ بات سن کر میں ان کا بہت معتقد ہو گیا، میں نے ان کو صاف صاف بتا دیا، انہوں نے مجھ کو بتایا کہ جب تک تم اسلام سے توبہ کر کے اپنے آبائی ہندو دھرم میں نہ آؤ گے اسی طرح گھر میں پریشانی ہوتی رہے گی۔

سوال: پیر جی نے یہ بات کہی؟

جواب: جی ہاں، بڑی لمبی داڑھی اور بہت سارے ان کے چیلے انہوں نے یہ بات کہی، میں نے بھی انکے سامنے اقرار کیا کہ میں نے تین مہینے پہلے اسلام قبول کرلیا ہے، میرے پتا جی نے مجھے سمجھایا اور میں بھی اچانک پیر جی کے بتانے سے ان کا بہت معتقد ہو گیا تھا، روز روز کی پریشانی سے میں بھی عاجز آ گیا تھا، اس لئے گھر والوں اور پیر جی کے زور دینے پر میں مرتد ہونے پر تیار ہو گیا، میرے پتا جی مجھے لے کر ایک پنڈت جی کے یہاں گئے ،اور پنڈت جی نے ہنومان مندر میں مجھے نہلا کر شدھی کی، میرے مرتد ہو کر ہندو بن جانے سے گھر کی پریشانیوں پر جیسے آگ پر پانی ڈال دیا جاتا ہے والا معاملہ ہو گیا، گھر میں سکون وچین ہو گیا، مگر اندر سے مجھے بڑی بے چینی ہوتی تھی، کئی بار سوتے سوتے جیسے یوسف کی آواز میرے کانوں میں آتی تھی اس ایمان کی ہر قیمت پر حفاظت کرنا، تانبہ خریدنے کے لئے قیمت دینی پڑتی ہے، چاندی خریدنے کے لئے اور بھی زیادہ اور سونے کے لئے اور بہت زیادہ قیمت دینی پڑتی ہے، ایمان کائنات کی سب سے قیمتی چیز ہے اس کی ہر قیمت پر حفاظت کرنا اور میری آنکھ کھل جاتی، اور مجھے کئی کئی روز بے تابی سی رہتی، کسی مسلمان کو دیکھتا میں بے چین سا ہو جاتا، کسی مسجد کے مینار دیکھتا تو عجیب سی بے چینی کی

کیفیت مجھ پر طاری ہوجاتی۔

سوال: اس دوران آپ پوجا وغیرہ کرنے لگے؟

جواب: ہاں میں پریشانیوں سے بچنے کے لئے پوجا وغیرہ کرتا تھا، مگر میری پوجا عقیدت سے نہیں بلکہ شر سے بچنے کے لئے ڈر کی وجہ سے تھی، جیسے کوئی بدمعاشوں یا پولیس سے ڈر کر کوئی کام کرے یا بیان دے۔

سوال: اس کے بعد پھر اسلام کی طرف دوبارہ کس طرح آنا نصیب ہوا؟

جواب: میں نے کیا؟ میرے اللہ نے میرے چاہے بغیر مجھے ایمان و اسلام کا سایہ عطا کیا، ہوا یہ کہ ایک روز میں آفس سے آیا تو ہمارے گاؤں میں ایک جماعت آئی ہوئی تھی، جماعت والے گشت کر رہے تھے، میں گھر جا رہا تھا راستے میں میں نے جماعت کو دیکھا، میرے دل میں بے چینی ہوئی کہ مجھے ان کے ساتھ مسجد میں جانا چاہئے اور نماز پڑھنا چاہئے، مگر مجھے بہت ڈر لگا کہ اگر میں نے نماز پڑھی تو گھر میں کوئی حادثہ نہ ہوجائے رات تک عجیب بے چینی کی کیفیت رہی، رات میں سویا تو میں نے خواب دیکھا کہ کچھ جماعت والے مجھے بلانے آئے کہ مسجد میں ہمارے حضور ﷺ تشریف رکھتے ہیں، آپ کو بلاتے ہیں، میں خوشی سے بولا، مجھے؟ مجھ گندے کو ہمارے نبی نے بلایا ہے، انہوں نے کہا ہاں، آپ کو ہی بلایا ہے، میں نے کہا کہہ کر بلایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ عبید اللہ کو بلا کر لاؤ، میں بہت خوش ہوا، اور مسجد میں گیا تو بہت ہی خوبصورت نورانی شکل میں ہمارے نبی ﷺ ممبر پر تشریف رکھتے ہیں، میں نے سلام کیا آپ نے کھڑے ہو کر مجھے گلے لگایا اور فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے ہی تمہارا نام عبید اللہ رکھا ہے، تمہیں معلوم ہے عبید اللہ کا مطلب ہے صرف اللہ کا بندہ اور تم شیطانوں سے ڈر گئے یہ دنیا تو مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے جب تم یہاں کی مشکل سے ڈر گئے اور برداشت

نہ کر سکے تو آخرت میں جہنم کی سزا کس طرح برداشت کر سکتے ہو، میری آنکھ کھل گئی، صبح کے ساڑھے چار بجے تھے، سردی کا زمانہ تھا، میں بے چین ہو گیا، میں نے غسل کیا اور مسجد پہونچ گیا، جماعت کے کچھ لوگ اٹھ گئے تھے میں نے ان سے معلوم کیا کہ امیر صاحب جاگ گئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، وہ نماز پڑھ رہے ہیں، میں ان کے پاس گیا اور ان سے خوشامد کر کے وقت لیا اور پھر اپنا خواب اور اپنا حال بتایا، وہ میوات کے رہنے والے عالم تھے، ایک مدرسہ میں پڑھاتے تھے، انہوں نے مجھے دوبارہ کلمہ پڑھا کر ایمان کی تجدید کے لئے کہا، میں نے کلمہ پڑھا اور پھر تہجد اور فجر کی نماز پڑھی، امیر صاحب نے مجھے اوکھلا جا کر آپ کے والد صاحب مولانا محمد کلیم صاحب سے ملنے کا مشورہ دیا، اور بار بار زور دے کر آج ہی جا کر ملنے کے لئے مجھ سے وعدہ لیا، اور پتہ اور فون نمبر ان کے پاس تھا دیا، میں گھر گیا، صبح آفس گیا، فون پر رابطہ تو نہیں ہو سکا، دن میں دو پہر پہلی بار یوسف کا دوبئی سے فون آیا، میرا حال معلوم کیا میں نے ان سے کہا کہ مجھے لمبی بات کرنی ہے، فون کاٹ دیا، آفس سے نکل کر باہر میں نے یوسف کو فون ملایا اور پوری داستان، رات کا خواب اور ایمان کی تجدید کی بات بتائی، یوسف نے بتایا کہ آپ کا نام میں نے خواب میں اللہ کے رسول ﷺ کے بتانے پر رکھا تھا، مجھے خواب دکھائی دیا تھا کہ تم چلے جاؤ گے تو اسے کون دعوت دے گا، جاؤ اس کو کلمہ پڑھواؤ اور اس کا نام عبیداللہ رکھو۔

یوسف نے بھی مجھے حضرت صاحب سے ملنے پر زور دیا اور بتایا کہ میں نے ان ہی کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا تھا، میں اپنے اسلام کے لئے کئی مہینے بھٹکتا رہا، پھر کسی نے مولانا صاحب کا پتہ بتایا تھا، انہوں نے مجھے فوراً کلمہ پڑھوایا اور میرا نام محمد یوسف رکھا اور قانونی کاروائی پوری کرائی، میں شام کو آفس سے ذرا جلدی اجازت لے کر اوکھلا گیا، بٹلہ ہاؤس جامع مسجد پہونچا، امام صاحب نے بتایا کہ ابھی مغرب کی نماز حضرت نے یہاں ہی

پڑھی ہے، شاید ابھی ابھی نکلے ہیں، انہوں نے کسی کو دوڑایا اور حضرت کو اطلاع دی، حضرت مولانا باہر نکلے ہی تھے واپس آئے مسجد میں بیٹھ کر ملاقات ہوئی، میری پوری داستان بہت غور سے سنی، اٹھ کر مجھے گلے لگایا، بہت مبارک باد دی، کئی بار میری پیشانی کو بوسہ دیا، آپ کیسے خوش قسمت ہیں شان ہدایت نے خود آپ کو قبول کیا ہے اور کس شان سے قبول کیا ہے، مگر اب دوبارہ چانس نہیں ملے گا، اب ہر قیمت پر ایمان کی حفاظت کرنا ہے، مولانا صاحب نے کہا کہ یوسف میاں کو مجھ سے رابطہ کرا کے جانا چاہئے تھا، شاید ایک بار وہ آفس کے کسی انجینئر کے اسلام پر بحث کا ذکر کر رہے تھے، وہ شاید آپ کا ہی ذکر کر رہے تھے، میں نے کہا ہاں، مہینوں سے میری ہی بحث ان سے ہوتی رہی، حضرت صاحب نے مجھ سے بتایا کہ شیطان، جنات اصل میں انسان کو ہدایت سے ہٹانے کی کوشش کرتے تھے اگر آپ جمے رہتے تو اللہ تعالیٰ بادل چھانٹ دیتے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے تھا۔

سوال: اس کے بعد آپ نے گھر والوں کو بتا یا دیا؟

جواب: مولانا احمد صاحب، اب میرا اسلام پہلے اسلام سے بالکل مختلف تھا، میرے اللہ نے میری مدد فرمائی اور مجھے ہمت دی اور پوری دنیا بلکہ اگر کہوں کہ پوری کائنات سے مخالفت مول لے کر میں نے اللہ کا صرف اللہ کا ہونے کا عزم کیا تھا، میں نے رات کو جا کر گھر والوں کو جمع کیا تھا اور کہا جس چیز کو میرا دل، میرا دماغ، میرا ضمیر حق جان اور مان چکا ہے میں ان جھوٹے دیوتاؤں کے ڈر سے اسے نہیں چھوڑ سکتا، اب آپ پر آفت آئے یا کچھ ہو، میں نے اسلام قبول کیا ہے اسے چھوڑ نہیں سکتا، میرے گھر والوں نے مجھے پچھلی مصیبتیں یاد دلائیں، میں نے کہا اس سے ہزار گنا آفتیں آئیں تو آئیں، میں حق سے نہیں ہٹ سکتا، اب اگر میرا اسلام تمہیں پسند نہیں ہے تو میں آپ اور آپ کے گھر کو چھوڑ سکتا

ہوں، میرے گھر والوں نے مجھے پیار سے سمجھایا، اور جب میں نے سخت رخ اختیار کیا تو میرا چھوٹا بھائی پر موڈ غصہ میں آ گیا، میرے والد نے بھی اس کا ساتھ دیا، میں رات کو گھر چھوڑ کر جانے لگا، میری ماں مجھے ایک کمرے میں لے گئی، دیر تک روتی رہی، میری پیدائش اور پھر پرورش کی مصیبتیں رو رو کر یاد دلاتی رہی، میں بھی روتا رہا اور بار بار ماں کو سمجھاتا رہا، میری ماں آپ نے پال کر مجھ پر احسان کیا ہے، اس کے بدلے میں آپ سے کہتا ہوں یہ دنیا دھوکے کا گھر ہے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیے اور مرنے کے بعد کے جیون کو بنا لیجئے، بعد میں وہ بھی غصہ ہو گئی، اور رات کے ایک بجے میں گھر سے نکل آیا، سردی کی رات تھی، کچھ دور پارک میں جا کر ایک شیڈ کے نیچے بیٹھ گیا، میں نے سامنے ایک ٹنکی سے وضو کیا اور گھانس میں اللہ کے حضور نماز کی نیت باندھی، نماز پڑھ کر اللہ کے حضور گریہ وزاری شروع کی، اللہ کے حضور میں گھنٹوں فریاد کی، میرے اللہ میرا نام آپ نے اپنے نبی سے عبید اللہ رکھوایا، میرے اللہ میں صرف آپ کا بندہ ہوں نا، میرے اللہ جب آپ نے مجھے صرف اپنا صرف اپنا بندہ بنایا ہے تو پھر آپ کے کرم سے میں نے اپنے محبت کرنے والے بھائی، بہنوں، اپنے گھر بار کو شفقت سے پالنے والے باپ کو اور بلکتی اور سسکتی ماں کو صرف آپ کے لئے چھوڑ آیا ہوں، میرے اللہ بس آپ اپنا ہی بندہ بنا لیجئے، میرے اللہ اب پھر مجھے دوبارہ گمراہ ہونے سے بچا لیجئے، مجھے یاد آیا حضرت مولانا نے ایک دعا مجھے لکھ کر دی تھی، اور اس کو روزانہ ذکر کرنے کے لئے کہا تھا،

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آل عمران:۷)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار تو ہمارے دلوں کو کج نہ کیجئے بعد اس کے کہ آپ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت (خاص) عطا فرمائیے، بلاشبہ آپ بڑے عطا

فرمانے والے ہیں۔

بار بار اس کا ہندی ترجمہ پڑھتا رہا۔ مولوی احمد اس رات کی دعا اور اللہ کے حضور فریاد کی لذت اور مزہ میں بتا نہیں سکتا، ایسا لگتا تھا اللہ کی رحمت میری بلائیں لے رہی ہے، اور مجھے سب کچھ چھوڑ کر اندھیری سردی کی رات میں اس میدان میں آسمان کی چھت کے نیچے اللہ کا بندہ بن جانے میں ایسا مزہ آیا اور پھر اچانک مجھے خیال آیا کہ جب یہاں اس کے بننے کی آرزو میں ایسا مزہ ہے، جنت میں جمعہ کے دن اللہ کا دیدار کرنے میں کتنا مزہ ہوگا، ایک عجیب سا نشہ اور مزہ نہ جانے سردی کی لمبی رات جیسے پلوں میں ختم ہوگئی ہو۔

سوال: اس کے بعد کیا ہوا؟

جواب: میں صبح کو او کھلا آیا مولانا صاحب کو تلاش کیا کہ مشورہ کروں مگر مولانا صاحب فجر کے بعد سفر پر جا چکے تھے، مجھے کسی نے مرکز نظام الدین جانے کا مشورہ دیا، وہاں پر لوگوں نے پھر مولانا صاحب سے ملنے کا مشورہ دیا، اگلے روز مولانا صاحب سے ملاقات ہوئی، مولانا صاحب نے مجھے اپنے ایک دوست کے یہاں چند روز کے لئے بھیج دیا، دو روز تک مشورہ ہوتا رہا میں بار بار اسلام پڑھ کر ایک عالم اور داعی بننے کی خواہش کرتا رہا۔ مولانا نے میرے کاغذات بنوائے اور پہلے جماعت میں وقت لگانے کا مشورہ دیا چالیس روز کے لئے میں جماعت میں چلا گیا، واپس آیا تو مولانا کے مشورہ سے کرناٹک کے ایک مدرسہ میں اپنی جماعت کے امیر صاحب کے ساتھ جا کر داخلہ لے لیا، دو سال پہلے مولانا صاحب سے ملنے آیا تو انہوں نے گھر والوں سے دعوتی سلسلہ میں رابطہ کے لئے کہا، میں نے کہا کہ میں نے اللہ کے لئے چھوڑ دیا تو چھوڑ دیا، پھر کہیں ان کی وجہ سے نہ بھٹک جاؤں مولانا نے کہا جس طرح اللہ کے لئے چھوڑنے میں مزہ ہے اسی طرح اللہ کے لئے ملنے اور

اللہ سے ان کو ملانے میں اس سے زیادہ اللہ کا قرب ملے گا، میں نے گھر فون کیا ممی نے فون اٹھایا اور بلک بلک کر رونے لگیں، میرا پتہ معلوم کیا، میں نے ہمایوں کا مقبرہ کا پتہ بتایا، وہ ملنے آئیں اور گھر میں جو حالات آئے بڑے درد کے ساتھ بتاتی رہیں، میں نے کہا یہ ہمایوں کا مقبرہ ہے، کیسے کیسے بڑے چھوٹے سب مر گئے، ممی ہمیں بھی مرنا ہے، میری ماں میں آپ کا بیٹا ہوں آپ سے سچی محبت کرتا ہوں، آپ کلمہ پڑھ لیجئے، میری ماں میری محبت میں بالکل سوکھ گئی تھیں، میرے اللہ کا کرم گھنٹوں کی خوشامد کے بعد وہ تیار ہو گئیں اور میں نے ان کو حضرت مولانا سے ملوایا حضرت نے ان کو دوبارہ کلمہ پڑھوایا اور ان کا نام سلمہ رکھا، میری چھوٹی بہن بھی ساتھ تھیں مولانا نے ان کو سمجھایا وہ بھی تیار ہو گئیں حضرت نے ان کا نام اسماء رکھا۔

سوال: اس کے بعد آپ کی تعلیم کا کیا ہوا؟

جواب: والدہ نے گھر جانے کا اصرار کیا، حضرت صاحب کی خوشامد کرتی رہی، حضرت نے مجھے حکم دیا کہ ماں کی بات مان لو، اور والد سے ایمان پر جمنے کی نصیحت کی اور وعدہ کیا کہ میں نوئیڈا میں ایک استاذ کا نظم کر دوں گا جو آپ کو عالمیت کرا دے گا، میں گھر چلا گیا شروع میں والد صاحب نے بہت مخالفت کی مگر اللہ نے میرا ساتھ دیا، میرے رب کا کرم ہے، میرے والد اور میرے بھائی الحمدللہ مسلمان ہیں۔

سوال: خاندان والوں اور سماج کی طرف سے کچھ مخالفت نہیں ہوئی۔

جواب: بہت ہوئی، اسکی لمبی داستان ہے، یہ دو سال ان کی مخالفتوں کے ساتھ ایک لمبی زندگی ہے حضرت کے مشورہ سے ہم نے وہاں سے ہجرت کر لی، اور دہلی میں رہنے لگے ہیں، ان مخالفتوں میں کیونکہ اللہ نے ایمان عطا فرما دیا تھا عجیب مزہ تھا۔

سوال: کچھ بتایئے؟

جواب: وہ ایک لمبی کہانی ہے، کسی وقت پھر فرصت سے سن لیجئے گا۔

سوال: اچھا ارمغان کے قارئین کے لئے کچھ پیغام آپ دیجئے۔

جواب: ہر چیز پر جمنے کے لئے استقامت کی ضرورت ہے، ساری کائنات اور کل مخلوق کی نفی کر کے اس اکیلے کا بن جانے کا مزہ اس دنیا کی بلکہ اگر میں کہوں کائنات کی سب سے بڑی نعمت اور مزہ کی چیز ہے، تو بالکل بجا ہے، انسان کمزور ہے، بس اللہ تعالیٰ ذرا ارادہ اور نیت دیکھتے ہیں اور اپنے کو یکسو (حنیف) بنالے پھر وہ ہمت بھی دیتے ہیں، اور توفیق بھی، قربان اس کی رحمت کہ مزہ بھی اور لذت بھی دیتے ہیں، اور اس پر نور علی نور آخرت میں اجر عظیم بھی، ایسے دینے والے کریم و رحیم رب کے علاوہ کون ہے دل لگانے کے لائق؟ اور قربان ہونے کے لائق اور روتے ہوئے..... مگر اس کا ہو جانے کے لئے سب کی نفی ضروری ہے، لا الہ الا اللہ میں پہلے نفی بعد میں اثبات ہے سب کو ٹھکرائے اور سب سے ٹکرانے کے عزم کے بنا اس کا بننا چاہے تو بس دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔

سوال: بہت شکریہ عبید اللہ بھائی اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس نفی و اثبات کا مزہ چکھا دے۔

جواب: آپ شرمندہ کر رہے ہیں۔

سوال: نہیں نہیں بلکہ سچ ہے کہ آپ کو اس کا حق الیقین اللہ نے عطا کیا ہے، آپ کے کہنے سے میرے رونگٹے کھڑے ہو رہے ہیں۔

جواب: مولوی احمد، اللہ آپ کی زبان مبارک کرے۔

مستفاد از ماہ نامہ ''ارمغان'' جنوری ۲۰۱۰ء

۸۰ عورت پر فدا ہوا، پھر اسلام ملا

محمد اقبال ایڈوکیٹ (راجندر ملک) سے ایک ملاقات

اقتباس

میں نے ارادہ کیا ہے کہ قرآن مجید اور قرآن کے پیغام کو ساری دنیا میں پھیلاؤں گا میں دیکھتا ہوں کہ لوگ کس طرح اندھیرے کو پھیلا رہے ہیں چوراہوں پر بڑے بورڈ لگا کر ایکسپائر دواؤں کو بیچ رہے ہیں اور جو سچائی ہے سچا پیغام ہے اس کی لوگوں کو خبر بھی نہیں، سچی بات یہ ہے کہ میں خود قرآن مجید کے بارے میں یہ جانتا تھا کہ قرآن ایسی کتاب ہے جس میں کافروں کو قتل کرنے کی باتیں ہیں اور فتوے ہیں لیکن اب دعا کریں کہ مالک موت تک ایمان پر جمائے رکھے، اور قرآن کو دنیا کے کونے کونے میں رہنے والوں تک پہنچانے کے لئے میری مراد کو پورا کرادیں۔

احمد اواہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

محمد اقبال ایڈوکیٹ: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سوال: وکیل صاحب پھلت سے نکلنے والے اردو میگزین ارمغان کے دستر خوان پر ہم

آپ کا قارئین ارمغان اور کارکنان ارمغان کی طرف سے پرخلوص استقبال کرتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ آپ پہلے قارئین ارمغان سے اپنا خاندانی تعارف کرائیں؟

جواب: میں ہریانہ کے کرنل ضلع کے ایک جاٹ پریوار (خاندان) کا ایک معمولی آدمی ہوں، میرے پتاجی (والد صاحب) نے میرا نام راجندر ملک رکھا تھا، میرا جنم ۲۲رفروری ۱۹۷۳ء کو ہوا گاؤں کے اسکول میں پڑھائی ہوئی پھر ہریانہ بورڈ سے بارویں کلاس پاس کیا اور روہتک یونیورسٹی سے میں نے L.L.B کیا پانی پت کورٹ میں وکالت شروع کی اور بعد میں یونیورسٹی سے ہی L.L.M بھی کیا۔ میری شادی کیتھل ضلع کے زمین دار خاندان میں اب سے دس سال پہلے ہوئی، میری بیوی بھی B.A اور L.L.B ہے دو بچے مجھے میرے مالک نے دیئے ہیں۔

سوال: اپنے قبول اسلام کے بارے میں بتائیے؟

جواب: ہمارے گاؤں میں میرا ایک بچپن کا دوست نریش آریہ تھا، گریجویشن تک وہ اور ہم ایک کلاس میں پڑھتے رہے، بعد میں وہ MBA کرنے لگا میں نے L.L.B میں داخلہ لے لیا، مگر دوستی بہت پکی تھی، اس کے پانی پت کے ایک پنڈت خاندان کی لڑکی سے تعلقات ہو گئے، دونوں ایک دوسرے کے دیوانے ہو گئے گھر والے شادی کے لئے تیار نہیں ہوئے کسی مسلم وکیل سے ان کی دہلی میں ملاقات ہوئی اس نے ان کو دھرم بدل کر شادی کر لینے کا مشورہ دیا، کچھ روز پہلے چاند اور فضا کے معاملہ کا خوب چرچہ تھا، ان دونوں نے مسلمان ہو کر شادی کرنے کا ارادہ کر لیا مگر کوئی ان کو اس طرح مسلمان کر کے شادی کرانے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا، نریش کا حال خراب ہوا جارہا تھا مجھے ڈر ہوا کہیں پاگل نہ ہو جائے اس لئے میں اور میرے ساتھ دو وکیل اور تھے ان کو لے کر جامع مسجد دہلی گئے، امام صاحب سے ملاقات ہوئی انھوں نے کہا مسلمان تو ہم ان کو بنالیں گے مگر شرط یہ ہے کہ

علاقہ کے دو ذمہ دار مسلمان کو جوان دونوں کو جانتے ہوں لے کر آئیں ہم نے کہا ہم دو کے بدلے میں تین وکیل گواہی دیتے ہیں انھوں نے کہا مسلمان کو لے کر آؤ ہم لوگ واپس پانی پت گئے کئی روز کی کوشش کے بعد دو لوگوں کو لیکر دہلی گئے، امام صاحب نے ان کو کلمہ پڑھوایا اور لڑکے کا نام نریش عبداللہ اور لڑکی کا نام مریم فاطمہ رکھا، ہم نے نکاح کے لئے کہا تو انھوں نے منع کیا کہ نکاح قاضی سے پڑھوایئے، ہمارا مقصد صرف شادی ہی تھا ہم اس سے مایوس واپس آ گئے دہلی میں شام تک قاضی تلاش کیا مگر کوئی قاضی نہیں ملا، پانی پت آ کر بھی کئی مسجدوں میں گئے کہ کوئی ان کا نکاح پڑھا دے مگر کوئی تیار نہیں ہوا، کیرانہ کے ایک صاحب ملے، ان سے میں نے نریش کی بات رکھی، انھوں نے کہا، آپ ان کو لے کر کیرانہ آ جائیں، ہمارے یہاں کے امام صاحب ان کا نکاح پڑھا دیں گے، ۱۵ ر جنوری کو ہم تینوں وکیل ساتھی کیرانہ پہنچے، امام صاحب سے ملے انھوں نے کہا کہ آپ کا یہ کام پھلت میں ہو جائے گا، آپ پھلت چلیں، ہم نے ان سے کہا ہم بہت دھکے کھا چکے ہیں آپ ساتھ چلیں تو ہم پھلت کیا کلکتہ بھی جا سکتے ہیں، وہ ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئے پھلت پہنچے سخت سردی ہو رہی تھی، پھلت پہنچ کر مولانا کلیم صاحب (آپ کے والد صاحب) کے گھر پہنچے، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ مولانا صاحب پھلت میں ہیں، امام صاحب نے بتایا کہ آپ کی قسمت ہے کہ حضرت مل گئے ورنہ سفر میں رہتے ہیں، بہت لوگ ملنے والے آئے ہوئے تھے، بڑی بھیڑ لگی تھی، بڑی مشکل سے وقت ملا الگ کمرے میں بات ہوئی، امام صاحب نے بتایا کہ یہ دونوں مسلمان ہونا چاہتے ہیں اور مسلمان ہو کر پھر شادی بھی کرنا چاہتے ہیں، حضرت صاحب نے کہا: جہاں تک مسلمان ہونے اور ایمان لانے کا سوال ہے تو ہر ایک کو جلد از جلد مسلمان ہونے کی، اور ہر مسلمان کو اپنے ہر بھائی بہن تک، جن سے ہمارا خون کا رشتہ ہے ہمیشہ کی نرک اور دوزخ سے بچانے کے لئے

مسلمان بنانے اور کفر وشرک سے توبہ کرانے کی کوشش کرنی چاہئے، اس لئے آپ کو کیرانہ میں ہی کلمہ پڑھوا دینا چاہئے تھا، جہاں تک شادی کا تعلق ہے تو یہ کام تو وکیلوں کے ذریعہ ہوسکتا ہے، اچھا تو یہ ہے کہ اپنے گھر جا کر ماں باپ کو تیار کرنا چاہئے ماں باپ اولاد سے بہت محبت کرتے ہیں، اگر ان سے بغاوت کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے ان کی خوشامد کی جائے تو وہ سماج کے خلاف بھی اپنی اولاد کی خوشی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، میرا مشورہ ہے کہ آپ لوگ گھر جائیں بلکہ زور دے کر آپ سے درخواست ہے کہ ان کو ان کے گھر لے جا کر ان کے ماتا پتا کو راضی کر کے شادی کریں، جب ہی وہ شادی ہوگی، میں نے کہا گھر والے تیار نہیں ہوئے بہت کوشش کر لی، وہ کسی طرح تیار ہونے والے نہیں، حضرت نے کہا تو شادی تو عدالت میں ہی ہونا ضروری ہے، ہم لوگ اس طرح کے چکر میں نہیں پڑتے اور ناجائز ساتھ رہنے والوں کو اللہ کے قانون میں ساتھ رہنے کا قانونی حق دلانے اور گناہ سے بچانے کے لئے اگر ہم لوگ نکاح پڑھوا بھی دیتے ہیں تو ہمارے پاس نکاح نامہ کاغذات وغیرہ نہیں ہوتے، یہ چیزیں جو لوگ نکاح پڑھاتے ہیں وہ دیتے ہیں ہم نے کہا آپ ان کو مسلمان تو کر لیں اور نکاح کر دیں جب یہ مسلمان ہو جائیں گے تو آپ کو ہی یہ کام کرنا ہوگا، اگر یہ ہندو رہتے تو مندر میں پھیرے ہوتے، حضرت صاحب نے کہا بہت یہ ہے کہ کلمہ تو میں پڑھوا دیتا ہوں، اور آپ میرٹھ چلے جائیں وہاں پر وکیل ہیں وہ کسی سے نکاح بھی پڑھوا دیں گے اور قانونی کاروائی بھی کروا دیں گے۔

ہم نے کہا آپ مسلمان کر کے نکاح پڑھا دیں قانونی کاروائی ہم خود کروالیں گے ہم تینوں وکیل ہیں مولانا صاحب نے کہا اصل میں نکاح نامہ تو آپ کو بھی چاہئے ہوگا، ایسا کرتے ہیں کہ کلمہ میں پڑھواتا ہوں اور ہمارے یہاں حافظ عبداللہ صاحب ہیں وہ گاؤں میں نکاح پڑھواتے ہیں، آپ جا کر وہاں نکاح پڑھوا لیں وہ نکاح

نامہ بھی بنوادیں گے، آپ اس کو عدالت میں رجسٹر ڈکروا لیجئے، میں نے کہا ٹھیک ہے آپ مسلمان تو بنالیں۔

سوال: مسلمان تو وہ جامع مسجد دہلی میں بن گئے تھے آپ نے بتایا نہیں؟

جواب: مولوی احمد صاحب مجھے ڈر ہوا کہ یہ سمجھیں گے کہ امام صاحب نے نکاح نہیں پڑھایا تو کوئی دال میں بڑا کالا ہے، اس لئے میں نے نہیں بتایا۔

سوال: اس کے بعد کیا ہوا، بتائیے؟

جواب: مولانا صاحب کو جلدی تھی، جلدی میں مولانا صاحب نے ان دونوں کو سامنے بٹھا کر بتایا اور ہم تینوں سے بھی کہا کہ آپ بھی سنیں، جس دیش میں آدمی رہتا ہو وہ اس کے حاکم مالک کو نہ مانے تو باغی اور غدار ہے، کسی باغی اور غدار کو دیش کی شہریت (نیشنلٹی) نہیں ہوتی، اس کو دیش کی چیزوں سے فائدہ اٹھانے کا حق حاصل نہیں ہوتا وہ جب پکڑا جائے گا تو ہمیشہ کی جیل یا پھانسی کی سزا پائے گا، یہ پوری سرشٹی (کائنات) کا مالک اور حاکم اکیلا اللہ ہے، اس کا فائنل اور اپ ٹو ڈیٹ موجودہ دستور کانسٹی ٹیوشن قرآن مجید ہے وید بھی ہیں مالک کی طرف سے بھیجا گیا قانون تھا وہ دستور کا قدیم ایڈیشن (آدی گرنتھ) تھے، فائنل اور مکمل شکل کا ایڈیشن قرآن ہے، اب جو آدمی اللہ کو نہ مانے اور اس کو اکیلا نہ مانے اور اس کے فائنل قانون قرآن کو نہ مانے وہ غدار اور باغی ہے اسے اللہ کی زمین میں رہنے، یہاں کا پانی پینے اور ہوا تک استعمال کرنے کا حق نہیں ہے، اس لئے کسی ملک کا حق شہریت حاصل کرنے یا کوئی عہدہ قبول کرنے کے لئے سنودھان (دستور) کی شپتھ (قسم) اس کو دلائی جاتی ہے، اللہ کی کائنات میں رہنے کا حق حاصل کرنے کے لئے بغاوت اور غداری سے توبہ کر کے اس کا سچا وفادار رہنے کا عہد اور اس کے فائنل دستور قرآن کے پرتی وچن بدھتا (اس کے مطابق زندگی گزارنے) کی شپتھ (قسم) لینا ضروری ہے، اسی کو کلمہ پڑھنا کہتے ہیں اور اسی کو ایمان لانا کہتے ہیں، ورنہ موت کے چیک پوسٹ پر امیگریشن

اسٹاف اللہ کے فرشتے چیکنگ کریں گے اور ایمان نہ ہونے پر ہمیشہ کی جیل، نرک میں ڈال دیں گے، اس لئے سچے دل سے مالک کو حاضر ناظر جان کر دو لائن پہلے عربی میں کہہ لیں کہ مسلمان ہونے کے لئے میں حلف لے رہا ہوں اور عہد کر رہا ہوں کہ جیون قرآن کے مطابق گزاروں گا، حضرت نے کہا کہ ہم بھی پڑھ لیں ہم تینوں سے کہا کہ وکیل صاحب آپ تو قانون کے آدمی ہیں، آپ کے لئے ان سے زیادہ ضروری ہے کہ آپ ضرور شپتھ (قسم) لیں۔

مولانا صاحب نے ہم سب کو عربی میں کلمہ پڑھوایا اور پھر ہندی میں ذرا کھول کر مطلب کہلوایا، مولانا صاحب نے کہا اب آپ حافظ عبداللہ کے یہاں جائیں اور ان سے نکاح پڑھوالیں البتہ یہ یاد رہے کہ یوں تو جو آدمی ایمان نہ لائے وہ کتے سے بھی گیا گزرا ہے کہ کتا بھی بھوکا پیاسا اپنے مالک کے در پر پڑا رہتا ہے در نہیں چھوڑتا، پھر جو در در بھٹکتا پھرے وہ کتے سے بھی گیا گذرا ہے، مگر اصل میں ایمان کی ضرورت موت کے وقت پڑے گی، اس لئے اس حلف پر موت تک جمنا ہے اور ایمان وہ معتبر ہے جو اس دلوں کے بھید جاننے والے کو قبول ہو جائے اس لئے بھی آتما سچے دل سے حلف لینے والا اس مالک کے یہاں ایمان لاتا ہے، حضرت صاحب نے ہم پانچوں کو اپنی کتاب ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' منگا کر دی، ماسٹر اکرم صاحب کو بلایا اور ہم سبھی لوگوں کو گرم اور اچھی چائے اور ناشتہ کرانے کو کہا اور ہمیں حافظ عبداللہ صاحب کے پاس ایک صاحب کے ذریعہ بھیج دیا بعد میں اپنے نواسے مولانا محمد عمر صاحب کو ہمارے پاس بھیجا انھوں نے ہمیں اسلام اور ایمان کے بارے میں بتایا، ناشتے اور چائے سے فارغ ہو کر ہم لوگ حافظ عبداللہ صاحب کے پاس گئے، انھوں نے نکاح پڑھانے سے منع کر دیا کہ پہلے آپ قبول اسلام کا ایفی ڈیویٹ (حلف نامہ) بنوائیں اس کی ایک کاپی ہمارے پاس ہونا چاہئے، میں نے کہا کہ ہمارے پاس امام بخاری کا سرٹیفکٹ ہے، حافظ صاحب نے حضرت کو فون کیا حضرت صاحب نے کہا اس سرٹیفکٹ کی ایک کاپی لے کر نکاح پڑھواؤ۔ نکاح پڑھوا کر ہم لوگ رات کو

لوٹ گئے اور گھر پہنچ گئے۔

سوال: کیا آپ نے بھی آتما سے ان سب کے ساتھ کلمہ پڑھا تھا؟

جواب: نہیں بلکہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ کہہ رہے ہیں تو پڑھ لوں کہیں یہ نکاح کو منع نہ کر دیں، البتہ جو بات مولانا صاحب نے بتائی وہ دماغ میں جم گئی دل بھی کہتا تھا کہ بات تو بالکل سولہ آنہ ٹھیک ہے، حضرت نے یہ بھی کہا تھا کہ قرآن کے بارے میں یہ جانا اور سمجھا جاتا ہے کہ قرآن مسلمانوں کا دھارمک گرنتھ ہے حالانکہ قرآن مجید مالک کی طرف سے بھیجا ہوا پورے سنسار کے لئے مکمل اور آخری سنودھان ہے اس کا جاننا اور ماننا جس طرح عبداللہ اور محمد عمر کے لئے ضروری ہے اسی طرح نریش اور راجیندر کے لئے بھی ضروری ہے۔

سوال: ان کو آپ نے اپنے نام بتا دیئے تھے؟

جواب: نہیں بس وہ تو ایسی ہی مثال کے طور پر نام لے رہے تھے اور ایسا لگ رہا تھا کہ وہ صرف ہمیں کہہ رہے ہیں، حضرت صاحب نے یہ بھی بتایا کہ یہ تو ٹھیک ہے، مسلمانوں کی ذمہ داری تھی کہ وہ اس کو اپنے خونی رشتہ کے غیر مسلم بھائیوں تک پہنچائیں اور اس کے نہ پہنچانے کے جرم میں وہ میدان محشر (نیائے دوس) میں پھنسیں گے، مگر آپ بھی اس پر بچ نہیں سکتے کہ ہمیں پہنچایا نہیں گیا تھا، اس لئے کہ ساری دنیا کے قانون کے مطابق قانون کا نہ جاننا سب سے بڑا قانونی جرم ہے مجھے لگا کہ بات بالکل ٹھیک ہے اور میں نے قرآن پڑھنے کا ارادہ وہیں کر لیا رات کو آ کر سو گیا اگلے روز اپنے ایک مسلمان ساتھی وکیل سے میں نے قرآن مجید مانگا اس نے کہا منگوا دوں گا، اس نے کئی روز کے تقاضے کے بعد چھوٹے قرآن مجید کا ہندی ترجمہ لا کر دیا، میں نے پڑھنا شروع کیا، مولوی احمد جیسے میں نے پڑھنا شروع کیا، میرے پاس شبد (الفاظ) نہیں کہ میں اپنی حالت بیان کر سکوں، جیسے جیسے قرآن مجید پڑھتا گیا مجھے لگا کہ تو نے کچھ بھی نہیں پڑھا اور سارا جیون برباد کر لیا لگتا تھا پڑھتا رہا دو روز تک کچہری بھی نہیں گیا غشی

سے کہہ دیا تاریخیں لگادے، حالانکہ بڑے مقدموں کی بحث کی تاریخ بھی تھی، قرآن مجید ختم کر کے دوبارہ پڑھنا شروع کیا، ''آپ کی امانت'' بھی تلاش کی مالک کا کرم مل گئی اس کو پڑھا تو اندازہ ہوا کہ بالکل موٹے ذہن کو سامنے رکھ کر حضرت صاحب نے محبت کے شہد میں قرآن مجید کے نسخہ کا خلاصہ پڑھنے والے کو پلایا ہے، حضرت صاحب سے پھر ملنے اور اب سچے دل سے ایمان قبول کرنے کی خواہش ہوئی، کیرانہ امام صاحب کے پاس گیا، امام صاحب نے حضرت کا فون لگایا کئی بار فون کی گھنٹی بجی فون کٹتا رہا، امام صاحب نے کہا حضرت سفر میں ہوں گے، پھلت کسی صاحب کو فون کیا تو معلوم ہوا حضرت راجستھان کے سفر پر ہیں، بہت مایوسی اور بے چینی میں اچانک امام صاحب کے فون کی گھنٹی بجی، حضرت صاحب نے فون کیا تھا، امام صاحب نے یہ کہہ کر کہ وہ وکیل صاحب جو پانی پت سے ہمارے ساتھ آئے تھے آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں مجھے فون دے دیا، حضرت صاحب نے کہا کہ میں مصروف تھا بار بار فون کاٹنے کے باوجود کئے جا رہے ہیں تو بہت ناگوار ہو رہا تھا، پھر اچانک خیال آیا کوئی پریشان حال دکھیارا نہ ہو کہ اس کو تسلی کی ضرورت ہو اس کو میرے کہنے سے تسلی ہو جائے اور میرا مالک مجھے معاف کر دے اس وجہ سے میں نے دل نہ چاہتے ہوئے بھی فون کیا، میں نے کہا حضرت صاحب میں واقعی بہت دکھیارا اور تسلی کا محتاج ہوں L.L.M میں نے کیا L.D کرنا چاہتا تھا، مگر آپ نے جو سنودھان پڑھوایا اس نے میری نیند اڑا دی، کتنے بڑے مقدمہ میں کتنی بڑی عدلت میں ہمیں جانا ہے حضرت صاحب آپ نے مجھے بیمار تو کر دیا اب علاج کون کرے گا، حضرت نے کہا کہ وکیل صاحب آپ نے صرف وکیل کی حیثیت سے قرآن پڑھا ہے میں نے کہا نہیں حضرت میں نے ملزم کی حیثیت سے پڑھا ہے اور پڑھ کر خود طے کر لیا کہ میں ملزم نہیں مجرم ہوں اور میرے لئے نرک کی سزا طے ہے اور اگر یہ ہو گا تو ججمنٹ بالکل صحیح ہو گا بس بچنے کی شکل مجھے بتائیے حضرت صاحب نے کہا اصل میں آپ نے وکیل ہو کر وکیل یا ملزم کی

حیثیت سے قرآن مجید پڑھا ہے، ایک بار آپ قرآن مجید اس طرح پڑھئے کہ ایک ماں سے ستر گنا ممتا رکھنے والے سارے حسینوں کو اپنے جمال سے حسن و جمال دینے والے محبوب مالک کا محبت نامہ پڑھ رہے ہیں میں نے کہا میں ضرور پڑھوں گا، ہزاروں بار قرآن مجید پڑھوں گا بلکہ جنم کے آخری سانس تک پڑھتا ہی رہوں گا مگر بغاوت کے جرم سے تو مجھے نکالئے حضرت نے کہا آپ نے بچی آتما سے کلمہ نہیں پڑھا تھا، میں نے کہا میں نے نریش کا نکاح پڑھوانے کے لئے کلمہ پڑھا تھا، اب سچے دل سے ایمان لانا چاہتا ہوں، حضرت صاحب نے فون پر کلمہ پڑھنے کے لئے کہا حضرت صاحب نے مجھے فون پر دوبارہ کلمہ پڑھوایا، اور میرا نام محمد اقبال رکھا پھر مجھ سے معلوم کیا ان دونوں کا کیا ہوا، میں نے کہا چندی گڑھ ہائی کورٹ میں کاروائی کروانے کے لئے گئے ہیں، حضرت نے کہا ان کو بھی سچا مسلمان بنانے کی فکر کریں، اور ان کو اس بات پر مجبور کریں کہ وہ گھر والوں پر کام کریں اور اپنے اپنے گھر والوں کو اسلام کی دعوت دیں اور مجھے یہ بھی بتایا کہ اپنے دونوں ساتھی وکیلوں کو بھی قرآن مجید پڑھوائیں میں نے کہا، میں نے ان کو اپنے ساتھ ہی قرآن مجید کے دوران رکھا ہے۔

سوال: یہ کب کی بات ہے؟

جواب: یہ کل کی بات ہے، مجھے بہت بے چینی ہوئی کہ حضرت صاحب سے ملاقات ہو دہلی کا پتہ معلوم نہیں تھا، پھلت فون کیا اطمینان نہ ہوا، یہ تو معلوم ہو گیا کہ راجستھان سے پھلت آ رہے ہیں، میں رک نہیں سکا آج پھلت آیا وہاں اکرام بھائی نے بتایا کہ اگر دہلی میں آج ہوں گے تو خلیل اللہ مسجد میں نماز پڑھیں گے، آپ کوشش کر لیجئے الحمدللہ ظہر کی نماز کے وقت تھوڑی دیر پہلے پہنچا اور فوراً میرے اللہ نے ملاقات کرا دی، حضرت صاحب نے ہمارے دونوں ساتھیوں کو بھی دوبارہ کلمہ پڑھوایا ہم تینوں جنم مرن کے دوست ہیں مالک کا شکر ہے کہ یہ دوستی ہمارے بڑے کام آئی حضرت صاحب نے کہا یہ دوستی ایمان کے بعد اب

مرنے کے بعد کے لئے پکی اور رجسٹرڈ ہوگئی ہے، حضرت صاحب نے کہا کہ آپ ارمغان کے لئے ایک انٹرویو دیں دے، میں نے کہا بھی کہ میں ایک دن کا بھی ابھی مسلمان نہیں ہوں، میں کیا بتاؤں گا، مگر حضرت صاحب کو اپنا پیر مانا تو بات ماننا ہے اس لئے میں نے اپنی داستان آپ کو بتایا۔

سوال: اب آئندہ آپ کا کیا ارادہ ہے؟

جواب: میں نے ارادہ کیا ہے کہ قرآن مجید اور قرآن کے پیغام کو ساری دنیا میں پھیلاؤں گا میں دیکھتا ہوں کہ لوگ کس طرح اندھیرے کو پھیلا رہے ہیں چوراہوں پر بڑے بورڈ لگا کر ایکسپائر دواؤں کو بیچ رہے ہیں اور جو سچائی ہے سچا پیغام ہے اس کی لوگوں کو خبر بھی نہیں، سچی بات یہ ہے کہ میں خود قرآن مجید کے بارے میں یہ جانتا تھا کہ قرآن ایسی کتاب ہے جس میں کافروں کو قتل کرنے کی باتیں ہیں اور فتوے ہیں۔

سوال: آپ اسلام قبول کر کے کیا محسوس کرتے ہیں؟

جواب: مولانا صاحب بالکل ایسا جیسے ایک مجرم کو کال کوٹھری میں بند کر دیا جائے اور اس کے گلے میں پھانسی کا پھندہ لگا دیا گیا ہو، اور اچانک پھندا اس کے گلے سے نکال کر بری کر کے آزاد کر دیا جائے، ایمان سچے دل سے قبول کرنے کے بعد کل سے میں ایسا محسوس کر رہا ہوں۔

سوال: ماشاء اللہ، اردو کا ایک شعر ہے ؎

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں اور پیمبری مل جائے

اللہ کے ایک نبی حضرت موسیٰؑ کوطور ایک پہاڑ پر آگ کی تلاش کرنے گئے تھے اور اللہ نے ان کو اپنا نبی بنا لیا تھا، آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔

جواب: آپ نے بالکل ٹھیک کہا، اصل میں کسی انسان کے ساتھ بھلائی مالک کے یہاں ضرور

قبول ہوتی ہے، اصل میں مجھے نزلیش کے حال پر ترس آیا، مجھے خیال آیا اگر ایسے ہی یہ پاگل ہو گیا یا سوسائڈ (خودکشی) کر کے مرجائے تو اس سے تو اچھا ہے کہ اس کی شادی ہو جائے۔ ادھرم ہو جائے جان تو بچ جائے، میں نے ترس اور ہمدردی میں اس کا ساتھ دیا، مارا مارا پھرا، میرے مالک کو رحم آگیا، کہ ہمارے بندہ پر ترس کھا رہا ہے، بندہ گناہ گار سہی، بس اللہ نے مجھ کمینے کو ایمان کے لئے قبول کرلیا۔

سوال: ارمغان پڑھنے والوں کو کچھ پیغام آپ دیں گے؟

جواب: بس دعا کریں کہ مالک موت تک ایمان پر جمائے رکھے، اور قرآن کو دنیا کے کونے کونے میں رہنے والوں تک پہنچانے کے لئے میری مراد کو پورا کرادیں۔

سوال: ماشاء اللہ بہت مبارک، بہت مبارک، بہت شکریہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مستفاد از ماہ نامہ ''ارمغان'' فروری ۲۰۱۰ء

۸۱ داعیٔ اسلام پر خیر خواہی کرنے والوں کا اسلام

بھائی محمد رئیس (رمیش کمار) سے ایک ملاقات

اقتباس

ہم مولانا صاحب ہم دونوں میرا بھائی رمیش (محمد عمر) سب کچھ جان کر دیکھتے رہے مولانا صاحب آپ شاید ہمارے درد کو سمجھ نہیں سکتے آپ سوچ کر دیکھئے یہ کوئی ناول کی بات نہیں، کوئی ڈرامہ نہیں بلکہ سوچئے بالکل سچ ہورہا تھا اور ہماری آنکھوں کے سامنے ہورہا تھا مجھے لگتا ہے کہ ہندؤوں کو تو معلوم نہیں وہ تو ناسمجھ ہیں، مسلمانوں کا بھی بس نام کے لئے یہ عقیدہ ہے کہ بغیر ایمان کے چتا ہے اور اس کا راستہ نرک (دوزخ) ہیں ورنہ مولانا صاحب ذرا سوچئے آپ کے سامنے کوئی آگ کی بھٹی میں کودنے لگے تندور میں چھلانگ لگائے اور آپ دیکھتے رہیں آپ اپنی دکان اپنے کاروبار میں لگے رہیں، لوگ نہر اور کنویں میں کسی کودتے دیکھ کر سب کچھ چھوڑ کر اسے بچانے کی کوشش کرتے ہیں اور کتنے ڈوبتے کو بچانے کے لئے خود ڈوب کر جان دے دیتے ہیں، آگ میں ہمارے سامنے پتھر نہیں ایک لکڑی نہیں ، ہمارے ساتھ رہنے والا ، ہم پر احسان کرنے والا ، ہمارے ساتھ معاملہ کرنے والا چتا میں جلایا جائے اور پھر ہر ایمان والے کا یہ ایمان ہو کہ پھر ہمیشہ کی دوزخ کی آگ ہے اور پھر بھی وہ اپنے کاروبار اپنے گھربار میں لگا رہے اور ذرا کوشش بھی نہ کرے یہ کس طرح ممکن ہے وہ مسلمان مسلمان کیا انسان بھی نہیں بلکہ درندے ہی ہوسکتے ہیں، جو اپنے ساتھ رہنے والوں کو آگ کے راستہ پر دوڑنا گوارہ کریں۔

احمد اواہ :السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

محمد رئیس صاحب :وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سوال : رئیس صاحب آپ خیریت سے ہیں، دہلی آپ کا کب آنا ہوا تھا؟

جواب : الحمدللہ خوب خیریت ہے اور آج تو بہت ہی خیریت ہے، میں دس روز سے دہلی میں ہوں، پکا ارادہ کر کے چلا تھا کہ حضرت صاحب سے ملاقات کرنی ہے، ۱۰ ارفروری کو دہلی آیا تھا معلوم ہوا کہ حضرت صاحب ممبئی کے سفر پر گئے ہیں، چار پانچ روز میں آئیں گے میں نے سوچا کہ گھر جا کر کارخانہ وغیرہ میں پھنس جاؤں گا، بل کر ہی جاؤں گا نظام الدین چلا گیا تھا ۱۷ رکی صبح کو آیا تو معلوم ہوا کہ ابھی حضرت نہیں آئے ہیں، آج کسی وقت آجائیں گے، پھر چلا گیا ۱۸ رکی صبح کو آیا تو معلوم ہوا کہ حضرت فجر کی نماز پڑھ کر نکل گئے ہیں کل آئیں گے اب کل سے ادھر ہی رک گیا ہوں کہ بس جب بھی آئیں گے ملاقات ہو جائے گی، سچی بات یہ ہے کہ جب آدمی تلاش کرتا ہے پاتا ہے، سچی نیت سے کوشش کرنے والے کو مالک مایوس نہیں کرتے، چاہے تھوڑا انتظار کبھی کبھی کرنا پڑتا ہے حضرت سے الحمدللہ اچھی ملاقات ہوگئی تسلی ہوگئی۔

سوال :ابی نے آپ کو بتا دیا ہوگا کہ پھلت سے نکلنے والے میگزین ارمغان کے لئے مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں؟

جواب :جی ہاں حضرت مجھے مسجد میں روک کر گئے ہیں کہ احمد میاں آئیں گے آپ اپنی کارگذاری ان کو بتائیں تا کہ وہ رسالہ میں چھپ کر لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنے۔

سوال :برائے کرم آپ اپنا خاندانی تعارف (پریچے) کرائیں؟

جواب :میں مشہور شہر فتح پور سیکری کے ایک راجپوت خاندان میں ۳؍جنوری ۱۹۶۲ء میں پیدا ہوا میرا نام میرے پتاجی نے رمیش کمار رکھا تھا، بارھویں کلاس میں دو مرتبہ فیل ہو

جانے کی وجہ سے پڑھائی چھوڑنی پڑی، میرے چچا کا کار مرمت کا کارخانہ تھا، پتاجی نے ان کے پاس کار کا کام سیکھنے کے لئے چھوڑ دیا اور میں کار مکینک بن گیا۔ ۱۹۸۷ء میری شادی ہوئی اور دہلی جے پور ہائی وے پر میں نے ایک ورکشاپ کھول لیا میرے والد نائب تحصیلدار سے ریٹائرڈ ہوئے ہیں، میرے ایک بڑے بھائی قانون گو ہیں اور چھوٹے بھائی پولیس میں آگرہ میں محکمہ آئی جی میں انسپکٹر ہیں، میری بیوی بھی ایک اچھے پریوار کی ہے وہ گریجویٹ ہے میری دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔

سوال: اپنے قبول اسلام کے بارے میں بتایئے؟

جواب: اصل میں مولانا احمد صاحب مجھے ایسا لگتا ہے کہ سب کچھ کرنے والا اس دنیا میں اپنی حکمت سے جو کرتا ہے کرتا ہے اور یہ پورا سنسار (دنیا) بلکہ سرشٹی (کائنات) کٹھ پتلی کی طرح اس کی انگلی کے اشارے پر ناچتی ہے بس وہ جس پر دیا رحم کردے اس کا بیڑہ پار ہو جاتا ہے، نہ جانے میرے مالک کو مجھ پر کیسے ترس آیا اور میرے لئے ہدایت کا انتظام کر دیا یا ہو سکتا ہے کہ حضرت مولانا جی کو میری تلاش تھی وہ دعا کرتے تھے اللہ نے ان کی سن لی اور مجھے ہدایت بھی دے دی اور گردن پکڑ کر مولانا صاحب کے پاس بھیج دیا۔

سوال: وہ تفصیل ہی تو ہمیں آپ سے سننی ہے؟

جواب: جی سنا رہا ہوں، میرے چھوٹے بھائی آئی جی میں انسپکٹر ہیں وہ آگرہ میں پوسٹڈ تھے دو سال پہلے آگرہ میں ایک سیمی کا نوجوان پکڑا گیا تھا اس کے گھر سے جو سامان برآمد ہوا، اس میں ایک بریف کیس تھا جس میں ایک کتاب ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' بھی تھی جو بیاور ضلع اجمیر راجستھان سے چھپی ہوئی تھی میرے بھائی سریش کمار نے اس کتاب کو پڑھا، یہ کتاب ایسے پریم بھاؤ (محبت کے جذبہ) سے لکھی گئی ہے کہ سریش کے دل میں چبھ گئی، مگر چونکہ افسروں کے سامنے برآمد سامان کی سوچی (فہرست) بنائی گئی تھی

،اس لئے وہ کتاب محافظ خانہ میں جمع کرنی پڑی ،میرے بھائی نے کتاب کا نام اور چھاپنے والے کا پتہ لکھ لیا آج ہی حضرت صاحب نے بتایا کہ اس کتاب کی وجہ سے ڈی آئی جی سہارنپور نے حضرت صاحب کی انکوائری کرائی تھی ،اور یہ کتابیں حضرت صاحب نے مظفرنگر کی آئی ڈی ڈپارٹمنٹ میں بھی بھیجی تھیں، اللہ کا شکر ہے کہ ایک انسپکٹر مظفرنگر میں بھی مسلمان ہوا تھا، میرے بھائی سریش نے اس پتہ پر جہاں بیاور سے وہ کتاب چھپی تھی خط بھی لکھے کہ مجھے ہر قیمت پر وہ کتاب وی پی بھیج دیں مگر خطوں کا جواب نہیں آیا، میں جب بھی فتح پور سیکری جاتا اور بھائی سے ملاقات ہوتی تو وہ مجھ سے تقاضا کرتے کہ آپ تو راجستھان میں ورکشاپ چلاتے ہیں ،آپ وہ کتاب کسی طرح منگالیں میں ان سے کہتا کہ ایسی کیا کتاب ہے کہ جب ملتا ہوں ''آپ کی امانت'' کی رٹ لگاتے ہیں، سریش کہتا کہ بھیا جب آپ اس کتاب کو پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ لکھنے والے نے کتنی مقدار میں پیار کا شہد اس میں گھولا ہے مین ہائیوے پر ورکشاپ ہونے کی وجہ سے راجستھان کے لوگ گاڑیاں لیکر نکلتے رہتے ہیں گاڑی خراب ہو جائے تو ہمارے پاس آتے رہتے ہیں ہمارے پتاجی نے ہمیں بچپن سے راہ گیروں ضرورت مندوں کی سیوا کو سب سے بڑا دھرم بتایا ہے میں نے ورکشاپ کیا تو میرے پتاجی (والد صاحب) نے مجھے بلا کر نصیحت کی کہ مین روڈ پر ورکشاپ کھول رہے ہو تو یہ یاد رکھنا کہ وہاں جو آئے گا زیادہ تر راہ گیر ہوں گے ،کم سے کم ان کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھانا رات کو کوئی آکر اٹھائے تو اٹھنے میں سستی نہ کرنا اور رات کو جس کی گاڑی ٹھیک کرو مزدوری مت لینا اسے پوجا سمجھ کر کرنا اس کی مزدوری اوپر والا دے گا، ابھی دسمبر میں ایک گاڑی بیاور کی آئی وہاں کے لالہ لوگ تھے ان کی گاڑی خراب ہوگئی گاڑی ٹھیک کی تو معلوم ہوا وہ بیاور کے رہنے والے ہیں میں چار روز پہلے فتح پور سیکری گیا تھا پتاجی (والد صاحب) کی طبیعت خراب تھی سریش بھی

آیا ہوا تھا، اس نے تقاضا کیا تھا، میں نے لالہ جی سے کہا کہ میں آپ سے مزدوری نہیں لوں گا بس آپ ایک کام کردیں مجھے ایک کتاب ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' لادیں انھوں نے کہا آپ مزدوری تو لے لیں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم آپ کو ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' لاکر دیں گے، میں نے پیسے لینے سے انکار کردیا میں نے کہا بس میری مزدوری یہی ہے، اگر میں مزدوری لے لوں گا تو آپ پر دباؤ نہیں رہے گا۔ ورنہ آپ یہ تو سوچیں گے کہ اس کی مزدوری ہمارے ذمہ ہے وہ ضد کرتے رہے کہ میں مزدوری لے لوں آخر میں نے کہا کہ اگر آپ کی امانت لاکر دیں گے تو میں مزدوری بھی لے لوں گا، انھوں نے بتایا کہ اس کے لیکھک لکھنے والے ہمارے یہاں بیاور میں آتے تھے، یہ کتاب ہمیں بھی وہاں پروگرام میں بانٹی گئی تھی، ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' ٹاپک پر ہی پروگرام ہوا تھا، بہت لوگ بلکہ شہر کے سب ذمہ دار خاص طور پر ہندو سنستھاؤں، تنظیموں کے ذمہ دار، آریہ سماج، آر ایس ایس وشو ہندو پریشد کے سب ذمہ دار اس پروگرام میں تھے اصل میں بیاور ہندوؤں خصوصا آریہ سماج کی وجہ سے، بہت اتہاسک (تاریخی) شہر سمجھا جاتا ہے سب لوگ اس پروگرام میں آگئے تو ہر ایک یہی کہہ رہا تھا کہ اگر یہی اسلام ہے تو یہ اسلام تو مسلمانوں کو بھی معلوم نہیں ہے، پھر ہندوؤں کو اگر غلط فہمی ہے تو ان کی کیا خطا ہے اور لوگ کہہ رہے تھے کہ شہر میں اس پریم وانی (محبت کی آواز) کا کیسا سماں بندھ گیا ہے میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر خوشامد کر کے کہا کہ آپ بھول مت جایئے وہ چلے گئے ان کے اس پرچے سے میرے دل میں بھی اس کتاب کے پڑھنے کی اچھا (خواہش) پیدا ہوئی اگلے اتوار کو دہلی جاتے ہوئے وہ میرے پاس آئے اور بولے کہ ایک اخبار کے نمائندے جو اس پروگرام کو کر رہے تھے انھوں نے اپنے ساتھیوں لالہ بھائی اور شرما جی کے ساتھ مل کر اس پروگرام کی روپ ریکھا بنائی تھی ان سے میں نے کتاب کے لئے کہا، انھوں نے بتایا کہ وہ

کتاب ہمارے پاس ختم ہوگئی ہے، اجمیر سے وہ منگا کر دیں گے، اور دہلی میں اوکھلا کے علاقہ میں ایک دفتر ہے وہاں سے وہ کتاب مل سکتی ہے، ہم دہلی جارہے ہیں وہاں سے واپسی پر آپ کو کتاب لا کر دیں گے وہ بے چارے دہلی گئے تو اردو بازار میں گئے وہاں کسی نے ان کو مدھر سندیش سنگم کا پتہ بتایا انھوں نے اپنے نوکر کو بھیجا نوکر دس کتابیں اوکھلا سے جا کر لے آیا واپسی میں منگل کے روز انھوں نے مجھے کتاب دی میرا منگل کا برت تھا، میں نے سمجھا کہ آج برت کا دن ہے، اچھا ہے کہ اچھی پستک (کتاب) مل گئی ہے گاڑی پر دو بڑے مستری کو لگا کر میں نے ہاتھ دھوئے اور کتاب پڑھی اور بس کتاب ختم ہونے تک میں ہندو دھرم جو اصل میں اب کچھ دھرم نہیں ہے، دین قیم اسلام کی بگڑی ہوئی شکل ہے چھوڑ چکا تھا، میں نے اشنان (غسل) کیا برت توڑ دیا اور کتاب کھول کے کلمہ شہادت سچے دل سے پڑھا اور رات کو ایک مولانا صاحب جو بہروڑ میں رہتے ہیں ان کے پاس گیا اور ان سے کہا مجھے پاک رہنے کا طریقہ اور نماز سکھائیں وہ میوات کے رہنے والے ہیں انھوں نے مجھے اس کتاب کے لکھنے والے مولانا کلیم صدیقی صاحب سے ملنے اور جماعت میں جانے کا مشورہ دیا ایک کتاب رکھ کر میں نے باقی کتابیں اپنے کارخانہ کے ایک ملازم لڑکے کے ہاتھ سریش کے پاس آگرہ بھیج دیں اور موقع لگا کر چالس دن جماعت میں لگانے کا پروگرام بنایا، میں دہلی گیا اوکھلا میں مولانا صاحب کا دفتر معلوم کیا مولانا صاحب تو سفر میں تھے، وہاں پر جنید نام کے ایک حافظ تھے انھوں نے میرا ایفی ڈیوٹ بنوایا اور مرکز جا کر جماعت میں جڑنے کا مشورہ دیا مرکز کی بھیڑ میں مجھے کچھ رستہ نہیں لگا میں ذرا مایوس ہو کر نکل رہا تھا تو مرکز کے بڑے مولانا سعد صاحب کا ڈرائیور مجھے مل گیا اس نے مجھے دارارقم جانے کا مشورہ دیا، میں نے بتایا کہ میں وہاں سے ہی آیا ہوں میرے کاغذات بن گئے ہیں انھوں نے مجھے بھوپال کی جماعت میں جوڑ دیا جماعت کا وقت تو لکھنؤ میں لگا

جماعت کے لوگ پڑھے لکھے بہت اچھے سو بھاؤ کے تھے جماعت سے جنوری میں واپس آیا اوکھلا جا کر ملاقات کی کوشش کی مگر مولانا صاحب پھر سفر میں تھے، ایک رات کے بعد بھروڑا آ گیا معلوم ہوا کہ پتا جی بہت بیمار ہیں، میں فتح پور پہنچا تو دیکھا کہ سب رو رہے تھے، معلوم ہوا کہ ابھی ایک گھنٹے پہلے میرے پتا جی (والد صاحب) کا دیہانت (انتقال) ہو گیا ہے (بہت دیر تک روتے رہے)

سوال: رئیس بھائی آپ کا نام رئیس کس نے رکھا؟

جواب: ذرا چپ ہوتے ہوئے، وکیل سرفراز صاحب جنہوں نے میرے کاغذات بنوائے تھے انھوں نے میرے لئے رمیش سے ملتا جلتا نام رئیس رکھا (پھر رونے لگتے ہیں)

سوال: آپ کے والد ایسے نیک آدمی تھے کیسی اچھی تعلیم انھوں نے آپ کو دی، انسانیت سے محبت کرنے والے تھے، ابی تو کہتے ہیں ایسے لوگوں کو مالک اپنے فرشتے بھیج کر کلمہ پڑھوا دیتے ہیں؟

جواب: نہیں احمد بھائی وہ اپنی (پراکرتی) فطرت میں مسلمان تھے، کسی نے ان کو اسلام بتایا نہیں میرے پیارے بھائی مولانا احمد آپ ذرا سوچ کر دیکھئے میرے سامنے مجھے پالنے والے مجھ سے عاشقوں کی طرح پیار کرنے والے میرے بخار سے تڑپ جانے والے باپ کو کاش میرے اللہ میرے بجائے ایمان دے دیتے۔ مولانا احمد میرے بخار سے تڑپ جانے والے باپ کو میرے سامنے دشمنوں نے نہیں ان کا آدر کرنے والوں نے اور سب سے پہلے بڑے بھائی اور قانون کو پڑھے لکھے بیٹے نے آشیش چودھری نے لکڑیوں میں گھی چھڑک کر آگ لگا دی، میرے چھوٹے بھائی جواب 'آپ کی امانت' پڑھ کر مسلمان ہو گئے ہیں محمد عمر انھوں نے اپنا نام رکھا ہے ہم دونوں بھیک مانگتے رہے کہ ہندو روایت کے ساتھ ہی ان کی سمادھی بنا دی جائے ان کو جلایا نہ جائے مولانا صاحب آگ کا

انگارہ ہاتھ میں رکھ کر دیکھئے تو کیا ہوتا ہے میرے پیارے پتاجی صرف اور صرف مسلمانوں کے باخبر نہ کرنے کی وجہ سے چتا میں جل گئے اور اگر......روتے ہوئے......اگر وہاں جہنم کی آگ.......نہیں احمد بھائی مجھ سے یہ مت کہلوایئے ورنہ ان تمام ظالم مسلمانوں کو اللہ رحیم اور عادل خدا ہرگز معاف نہیں کریں گے جن کے نہ بتانے کی وجہ سے میرے ایسے پیارے باپ نرک میں چلے گئے وہ ایمان والے نہیں بلکہ سب سے بڑے بے ایمان ہیں۔

سوال: نہیں رئیس بھائی ایسا مت کہئے؟

جواب: مولانا صاحب آپ میری جگہ ہوتے تو ذرا محسوس کرتے میرے پتاجی کے دوست بہت سے مسلمان تھے، ایک مولانا صاحب ان کے ساتھ کتنا وقت گذارتے تھے اس بدبخت بیٹے کی بدنصیبی کہ اس کو اللہ نے بنایا ہے ہدایت دی مگر اس کا محسن باپ اس کو انگلی پکڑ کر چلنا سکھانے والا باپ اپنی گود میں لے کر اس کو اسکول میں داخل کرانے والا اس کا باپ روز رات کو ہمارے جیون بنانے کی فکر میں ایک ایک لفظ یاد کرانے والا، ہماری ہر خواہش پوری کرنے والا اور سب سے زیادہ ہماری بھلائی اور انسانیت کا پاٹھ (سبق) دینے والا ماؤں کی طرح مامتا رکھنے والا پیارا باپ میرے سامنے جلایا جاتا رہا اور جلتے جلتے میرے سامنے اس کا سر پھوڑا گیا جلتے جلتے لاٹھیاں مار کر جیسے کوئی دشمن اپنے دشمن کے ساتھ سلوک کرتا ہے اور ہم مولانا صاحب ہم دونوں میرا بھائی رمیش (محمد عمر) سب کچھ جان کر دیکھتے رہے مولانا صاحب آپ شاید ہمارے درد کو سمجھ نہیں سکتے آپ سوچ کر دیکھئے یہ کوئی ناول کی بات نہیں، کوئی ڈرامہ نہیں بلکہ سوچئے بالکل سچ ہو رہا تھا اور ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہا تھا مجھے لگتا ہے کہ ہندوؤں کو تو معلوم نہیں وہ تو ناسمجھ ہیں، مسلمانوں کا بھی بس نام کے لئے یہ عقیدہ ہے کہ بغیر ایمان کے چتا ہے اور اس کا راستہ نرک (دوزخ) ہیں ورنہ مولانا صاحب ذرا سوچئے آپ کے سامنے کوئی آگ کی بھٹی میں کودنے لگے تندور میں چھلانگ لگائے اور آپ دیکھتے رہیں آپ اپنی دکان اپنے کاروبار میں لگے رہیں، لوگ نہر اور

کنویں میں کسی کو دوتے دیکھ کر سب کچھ چھوڑ کر اسے بچانے کی کوشش کرتے ہیں اور کتنے ڈوبتے کو بچانے کے لئے خود ڈوب کر جان دے دیتے ہیں، آگ میں ہمارے سامنے پتھر نہیں ایک لکڑی نہیں، ہمارے ساتھ رہنے والا، ہم پر احسان کرنے والا، ہمارے ساتھ معاملہ کرنے والا چتا میں جلایا جائے اور پھر ہر ایمان والے کا یہ ایمان ہو کہ پھر ہمیشہ کی دوزخ کی آگ ہے اور پھر بھی وہ اپنے کاروبار اپنے گھر بار میں لگا رہے اور ذرا کوشش بھی نہ کرے یہ کس طرح ممکن ہے وہ مسلمان مسلمان کیا انسان بھی نہیں بلکہ درندے ہی ہو سکتے ہیں، جو اپنے ساتھ رہنے والوں کو آگ کے راستہ پر دوڑنا گوارہ کریں۔

سوال: اصل میں آپ کے لئے یہ جذباتی معاملہ ہے، واقعی آپ کو ایسا ہی سوچنا چاہئے؟

جواب: مولانا احمد صاحب صرف مجھے نہیں آپ کو بھی ایسا ہی سوچنا اور کم از کم ہر مسلمان کو جس کا جنت دوزخ کے برحق ہونے پر یقین ہے ایسا ہی سوچنا چاہئے، کیا ایسا نہیں سوچنا چاہئے۔

سوال: بلاشبہ ضرور ایسا سوچنا ہی چاہئے اور ابی یہی کہتے ہیں واقعی آپ سچ کہتے ہیں، ہم لوگوں کے ایمان کی کمی ہے کہ ہم اس الم ناک حادثہ کو سرسری لے لیتے ہیں اور اس میں گھلتے نہیں ہیں۔ آپ نے بتایا کہ سریش بھائی بھی محمد عمر ہو گئے ہیں وہ کیسے ہوا؟

جواب: ان کے یہاں کتاب پہنچی تو انھوں نے بار بار پڑھی اور پھر قرآن مجید پڑھنا شروع کیا آگرہ میں ایک جماعت کے امیر صاحب ہیں ڈاکٹری کرتے ہیں ان کے پاس جا کر وہ مسلمان ہو گئے ہیں ان کا نام انھوں نے محمد عمر رکھا، وہ فتح پور سیکری گھر گئے، والد صاحب بہت بیمار تھے وہ بالکل بے ہوشی سی میں ایک وقت تک رہے، بھائی محمد عمر گھر والوں کو کہہ کر گئے تھے اگر پتا جی کو ہوش آجائے تو آپ کی امانت ان کو ضرور پڑھوائی جائے ایک روز ان کو ہوش آیا انھوں نے لیٹے لیٹے کتاب پڑھنا شروع کی کچھ پڑھی تھی بولے کیسی

سچی اور اچھی پستک (کتاب) لکھی ہے اور پھر دورہ ہوا اور بے ہوش ہو گئے، اس کے بعد انتقال تک ہوش نہیں آیا۔

سوال: تو پھر فکر کی بات نہیں شروع کے چند صفحے بھی پڑھ لیے تو توحید تو مان ہی لی، انشاء اللہ اتنا بھی کافی ہوگا۔

جواب: دل کو بہلانے کو یہ کہا جا سکتا مگر سچی بات تو یہی ہے کہ اسلام وایمان سمجھ کر اقرار و قبول کے بغیر نہیں ہوتا ہے ہائے میرا غم...... جس کا علاج ممکن نہیں کتنی سچی بات کہتے تھے اللہ کے رسول ﷺ کے سچے دوست حضرت ابو بکر صدیق ؓ کاش میں پرندہ ہوتا کاش میں گھاس کا تنکا ہوتا، کاش میری ماں نے مجھے جنا بھی نہ ہوتا۔ یہ غم میرے باپ کے چتا میں جلائے جانے کا غم اور اس کے بعد دوزخ میں جلائے جانے کا غم جو موت کے بعد بھی ختم نہیں ہوگا بلکہ شاید وہاں اور بھی زیادہ ستائے گا، ہمیشہ ہمیشہ جلائے جانے کا یقین دوزخ پر یقین کسی کو کیا احساس ہو سکتا ہے رئیس کے تڑپتے کلیجہ کا، اس کے چہیتے باپ کے ہمیشہ ایمان سے محروم رہ کر جہنم رسید ہونے کا........ (بہت دیر تک روتے ہوئے، پانی پلایا گیا)

سوال: (ذرا رخ بدلتے ہوئے) جے پور بائی وے پر ایک مستری کا ابی بہت ذکر کرتے تھے کہ رات کو گاڑی خراب ہوگئی تھی انھوں نے بہت تعاون کیا تھا، راتوں کو لے کر پھرے تھے ابی اس تعلق سے راجستھانی لوگوں کی شرافت اور انسانیت نوازی کا بہت ذکر کرتے ہیں؟

جواب: احمد بھائی وہ مستری خوش قسمت اور بد قسمت میں ہی ہوں، آج ہی مولانا نے بتایا کہ آخر جنوری میں فتح پور شیخاوٹی گئے تھے بہروڑ سے گذرے تو مجھے یاد آیا کہ ایک بار ہم سردی کی رات میں یہاں سے گذر رہے تھے ہماری ایمبیسڈر گاڑی کی چین بیلٹ خراب ہو گئی تھی، ایک مستری صاحب کو گھر سے اٹھایا وہ کئی جگہ لے کر گئے مگر بیلٹ اس نمبر کی نہ ملی تو

انھوں نے ورک شاپ میں کھڑی گاڑی کی اتار کر دی تھی اور پیسے لینے سے منع کر دیا کہ میں چند پیسوں کے لئے راتوں کو دھکے کھانے والا نہیں ہوں، میں اس لئے پھر رہا تھا کہ آپ ہمارے مہمان ہیں اور انسانیت کے رشتہ کی وجہ سے میں نے آپ کی سیوا کی مولانا کہہ رہے تھے کہ ہمارے ساتھ ہمارے ایک ساتھی داعی عبدالرشید صاحب تھے جو ہریدوار کے رہنے والے ہیں ہم نے پروگرام بنایا تھا کہ عبدالرشید کو وہاں چھوڑیں گے جتنے بھی کارخانے والے گاڑی کے ہیں سب کو دعوت دیں گے تاکہ اس احسان کرنے والے تک بات پہنچ جائے میں نے کہا اس سردی کی رات میں جب آپ جوس والے کے ساتھ آئے تھے ہمارے گھر میں اسپئر پارٹس والے کے گھر اس کو لے کر جو اسٹور پر گیا تھا حضرت صاحب وہ آپ کا چور میں ہی تھا، میرے مالک نے آپ سے کیسے ملوایا مولانا صاحب کہتے تھے کہ اس رات کو دہلی آ کر تہجد میں میں نے بہت دعا مانگی کہ میرے اللہ مجھ پر اس محسن کا احسان ہے کسی طرح اس سے ملوا دیجئے اور اس کو ہدایت بھی دے دیجئے۔ میں نے مولانا صاحب سے کہا آپ کی اس دعا کی وجہ سے ہی میں آپ کے پریم (محبت) کا بندی (قیدی) دس روز سے گھر پریوار اور ورک شاپ چھوڑ کر دہلی میں پڑا ہوں اور دہلی میں میری پہچان والا بھی کوئی نہیں ہے بس ارادہ یہ کیا تھا کہ ایک سال بھی رکنا پڑے گا تو یہاں کسی ورک شاپ میں نوکری کر لوں گا اور مولانا صاحب سے مل کر جاؤں گا حضرت صاحب محبت سے سجدہ میں گر گئے اور فوراً دو رکعت نماز پڑھی بہت دیر تک دعا مانگتے رہے۔

سوال: ماشاء اللہ تو وہ مستری صاحب جن کا ابی ذکر کرتے تھے، آپ ہی ہیں، واقعی کیا اللہ کی شان ہے اللہ نے کس طرح ملوایا عبدالرشید بھائی کو گھر بھیجنا بھی نہیں پڑا اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

جواب: پہلے تو عمر بھائی جو میرے چھوٹے بھائی آئی جی ہیں میں ان کو حضرت سے ملوانا

ہوں حضرت نے اس جوس والے کو دعوت دینے کی ذمہ داری مجھے دی ہے جو حضرت کو لے کر میرے پاس آیا تھا اور گھر والوں پر کام کرنا ہے، میری بیوی اور بچے تو الحمدللہ مسلمان ہوگئے ہیں محمد عمر کی بیوی ذرا سخت ہیں آج کل ان کے گھر میں اسلام پر جھگڑا چل رہا ہے حضرت صاحب سے دعا کے لئے کہا ہے انشاء اللہ اب زندگی حضرت صاحب کی مرضی سے دعوت کے لئے گذارنی ہے اور کوشش کرنی ہے کہ میرے والد کی طرح لوگ خود اپنے گھر والوں کو جلانے کے سلسلہ میں ہوش میں آئیں۔

سوال: ارمغان کے لئے کوئی پیغام دیں گے؟

جواب: بس میرے لئے دعا کریں اللہ مجھے خاندانی مسلمانوں کی طرح دوزخ کے سلسلہ میں بے حس نہ بنائے اور میں اپنے والد کے زخم کو گلے لگائے رکھ کر انسانیت کو آگ میں جلنے سے بچانے کی فکر کروں اور مسلمان بھی اس واقعہ کو ناول یا ڈرامہ نہ سمجھ کر اسے ایمان ویقین کے ساتھ سچ جان کر دوزخ میں جانے والوں کی فکر کریں۔

سوال: ماشاءاللہ بہت ہی اہم بات آپ نے کہی بہت بہت شکریہ۔ جزاکم اللہ خیرالجزاء والسلام علیکم

جواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔

مستفاد از ماہ نامہ ''ارمغان'' مارچ ۲۰۱۰ء

(۸۲) ایک سنیاسی کو خواب میں حضور ﷺ کی دعوت

سلمان صدیقی (اردن کمار) سے ایک ملاقات

اقتباس

آپ مسلمانوں کو کچھ پیغام دینا چاہیں گے؟: مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ ہر انسان کو میرا یہ پیغام ہے کہ جو بھی سچی آتما کے ساتھ حق کو تلاشتا ہے اس کو حق ملتا ہے اور حق کو تلاش کرنے والے ہر غلط راہ پر بھٹکتے رہتے ہیں، مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ انسانوں کو غلط راستے پر چلتے دیکھ کر ان سے نفرت کرنے کے بجائے نرمی کے ساتھ ان کی رہنمائی کریں۔

احمد اوّاہ : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سلمان صدیقی: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سوال: جناب سلمان صاحب خوشی ہوئی، آپ تشریف لے آئے، ابی فرما رہے تھے کہ اس بار کسی بالکل نو وارد کا انٹرویو ارمغان میں آنا چاہئے، بلکہ کئی بار یہ بھی فرمایا کہ ہریدوار جا کر ہی میں آپ سے باتیں کروں، اصل میں مجھے ہریدوار جانا بھی تھا اور کچھ عرصہ سے گائتری سماج کے مرکز شانتی کنج سے لوگ رابطہ کر رہے ہیں وہ ابی کو وہاں بلانا چاہتے ہیں۔ پچھلے دنوں رامپور میں ایک پروگرام میں ابی کو بلایا گیا تھا تب سے تو بار بار ان کے فون آتے ہیں، ابی یہ فرما رہے تھے کہ ایک دو بار تم ہو آؤ، اللہ نے آپ کو بھیج دیا؟

جواب: مجھے حضرت صاحب سے ملنے کی بہت بے چینی تھی، پچھلے ہفتے ہم لوگ آئے

تھے مگر ہماری گاڑی خراب ہوگئی تھی، مستری کے یہاں دیر ہوگئی اور ہمارے آنے سے آدھا گھنٹہ پہلے حضرت صاحب نکل گئے تھے، شاید ہمارے اندر کوئی کھوٹ ہوگا کہ ملاقات نہیں ہوسکی، آج تو میں نیت کرکے آیا تھا کہ بس مل کر جاؤں گا، چاہے چند دن کے بجائے چند سال پھلت میں پڑا رہنا پڑے، اللہ کا شکر ہے کہ آتے ہی ملاقات ہوگئی۔

سوال: ابی نے آپ کو شاید بتا ہی دیا ہوگا کہ ہمارے یہاں پھلت سے ایک اردو میگزین ''ارمغان'' نکلتا ہے اس میں اسلام میں آئے نئے لوگوں کے حالات شائع کئے جارہے ہیں، اس کے لئے آپ سے بھی کچھ باتیں کرنی ہیں؟

جواب: جی ہاں ابھی ابھی حضرت صاحب بتا کر گئے ہیں، مگر میں سوچتا ہوں کہ میں ایک مہینہ سے بھی کم دنوں کا مسلمان ہوں، میں کیا میری کہانی ہی کیا؟ حضرت صاحب نے کہا کہ نہیں آپ ضرور حالات سنائیں، دوسرے لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنے گا تو آپ کو بھی ثواب ملے گا۔

سوال: جی بالکل یہی بات ہے۔ آپ اپنا خاندانی (پریچے) تعارف کرائیے؟

جواب: میں بریلی ضلع کے ایک چھوٹے سے گاؤں کے برہمن پریوار میں ۲؍جنوری ۱۹۵۳ء میں پیدا ہوا، میرا نام میرے پتا جی (والدصاحب) نے ارون کمار مشرا رکھا ۔ میرے والد ایک جونیر ہائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر سے ریٹائر ہوئے، ابتدائی تعلیم مقامی اسکول ہی میں ہوئی، کچھ روز میں اپنے چاچا کے یہاں جن کے کوئی اولاد نہیں تھی، احمد نگر مہاراشٹر میں رہا، وہاں سے میں نے گریجویشن کیا، سائکالوجی میں ایم اے اور پی ایچ ڈی کیا، اور روہیلکھنڈ یونیورسٹی میں لیکچرر رہا، بعد میں ریڈر اور پروفیسر بن گیا، شادی ایک سیاست سے جڑے خاندان میں ہوئی، میرے سسر یوپی کے بہت سرگرم سیاسی لیڈر ہیں، بلکہ لیڈروں کے لیڈر ہیں، وہ مجھے راج نیتی (سیاست) میں لانا چاہتے تھے اس کی وجہ

سے مزاج نہ مل سکے اور پریوارک (خاندانی) زندگی ناخوشگوار رہی اور یہی بات میرے لئے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سنیاس لینے کا ذریعہ بن گئی۔

سوال : اپنے قبول اسلام کے بارے میں بتایئے۔

جواب : ۲۰۰۲ء میں میں نے نوکری سے استعفا دے کر سنیاس اختیار کر لیا اور ہریدوار چلا گیا، ایک کے بعد ایک آشرم میں شانتی کو تلاش کرتا رہا، بڑی تپسیا کی، بڑے بڑے جاپ کئے، مگر شانتی اور سکون کہیں نہیں ملا، جہاں جاتا قریب لگنے کے بعد ایسا لگتا کہ دھرم (مذہب) ایک پروفیشن ہے، ایک کاروبار ہے، ایک دھندہ ہے، میرا حال بھی کبھی لگتا تھا کہ نمک کی کان میں جو گیا نمک ہو گیا، میں نے بھی ایک آشرم بنالیا ”شانتی ون آشرم“ کے نام سے، مگر روڈ ہی الٹی ہو تو منزل کہاں مل سکتی ہے، منزل پر پہونچنے کے لئے راستہ کا صحیح ہونا ضروری ہے، بے چینی اور بے یقینی بڑھ جاتی، کبھی کبھی دل میں آتا کہ واپس پریوارک جیون میں چلا جاؤں، مگر آشرم کے بندھنوں سے بندھ گیا تھا چھوڑ نہ سکا، کئی بار آشرم کو بیچنے کی بات بھی ہوئی، چند مہینے پہلے بالکل سودا ہو گیا تھا، مگر ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ مہا کنبھ آرہا ہے اس کے بعد بیچ دینا، مہا کنبھ سے پہلے میں نے پورے ہریدوار اور رشی کیش کا حال دیکھا جیسے کسی کاروباری سیزن سے پہلے دوکاندار اپنے گاہکوں کو رجھانے اور لبھانے کی تیاری کرتے ہیں، اس طرح میں نے ہر جگہ دیکھا، مہا کنبھ کے لئے سب آشرموں میں تیاری میں بہت خرچ کیا گیا تھا، مگر پولیس نے بھیڑ سے بچنے کے لئے آتنک واد (دہشت گردی) کا ہوا اٹھادیا، لوگ ڈر کی وجہ سے نہیں آئے، بار بار پولیس نے کہیں کوئی بیگ پھینک کر، کبھی کوئی چیز رکھ کر افواہ بھی پھیلا دی، آشرم والوں اور دھارمک گروؤں نے بہت صفائی بھی کی کہ پولس کا پروپیگنڈہ ہے، مگر لوگ امید سے دسواں حصہ بھی نہ آئے، فورس اس قدر لگائی گئی تھی کہ شردھالو (زائرین) دیکھ کر خود بھی سہم جاتے کہ ضرور کوئی

خطرے کی بات ہے، سارے آشرموں میں بہت مایوسی کا ماحول تھا، اتنا خرچ کیا گیا تھا اور چڑھاوا کچھ بھی نہیں، میں چونکہ سائکالوجی میرا اسبجیکٹ (مضمون) رہا ہے اپنے فن سے پورے سسٹم (نظام) کو دیکھتا تو اس قدر جھلا جاتا کہ مذہب کے نام پر یہ دھندا، کبھی میں اپنی انترآتما (ضمیر) سے لڑتا اور سوچتا کہ چھوڑ کر چلا جاؤں۔

مہا شیوراتری سے ایک روز پہلے میں ایک بڑے آشرم میں ایک بڑے دھرم مہا گرو کے یہاں گیا، میں نے وہاں پر جو کاروباری حال دیکھا تو میرا دل اس دھندے سے بالکل بددل ہو گیا، جب دھوکا دینا ہی ہے تو لیڈر بن کر ہی کرنا چاہئے، دھرم کے نام پر یہ دھندہ تو بہت ہی شرم کی بات ہے، مجھے خود اپنے حال پر شرمندگی ہوئی، اس سے اچھا تھا کہ گھر والوں کے ساتھ رہتے، اپنے بچوں اور گھر والوں کی سیوا کرتے تو شاید مالک مل جاتا، رات کو دیر تک مالک سے شکایت کرتا رہا، بار بار آنسو آتے رہے، میرے مالک آپ کو تلاش کرنے میں سب کچھ چھوڑ کر آیا مگر تو اور بھی زیادہ پردہ میں ہے، شاید اس علاقہ میں آپ کو ڈھونڈنا تو اونٹ کو چھت پر ڈھونڈنا ہے، دیر تک نیند نہیں آئی، دو بجے آنکھ لگی تو سپنا دیکھا حضرت محمد ﷺ تشریف لائے، سفید، بالکل سفید کپڑے، بہت ہی خوبصورت چہرہ، نور ہی نور، چہرے کے چاروں طرف جیسے چاند کا گھیرا، میں نے آشیرواد کے لئے سر جھکایا تو میری کمر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا پنڈت جی اگر ستیہ (سچ) کی تلاش ہے تو جوالا پور جا کر مفتی یوسف سے ملئے، آنکھ کھلی تو پانچ بج رہے تھے، اٹھا اشنان وغیرہ کیا، ناشتہ کیا، دھلے کپڑے پہنے اور آشرم میں اپنے سادھوؤں سے جوالا پور کا راستہ معلوم کیا، تو معلوم ہوا کہ بالکل پاس ہے، نو بجے صبح بس اسٹینڈ پر پہونچا تو دیکھا چار پانچ مولانا صاحب بس سے اترے، میں نے ان میں سے جوان میں بڑے لگ رہے تھے معلوم کیا کہ آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں؟ بولے جوالا پور سے، میں نے کہا: وہاں پر کوئی مفتی یوسف صاحب ہیں؟ وہ چونک کر بولے آپ ان کو کیسے

جانتے ہیں؟ میں نے اپنا پورا تعارف کرایا اور اپنا رات کا حال اور خواب بتایا، وہ بولے کہ میرا نام محمد یوسف ہے اور میں مفتی ہوں، نگر میں جوالا پور کے پاس ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں، میرے علاوہ اس علاقہ میں مفتی یوسف کہلایا جانے والا کوئی آدمی نہیں ہے، رات میں نے ساتھیوں سے مشورہ کرکے پروگرام بنایا تھا کہ ہمارے حضرت مولانا کلیم صدیقی صاحب کہتے ہیں کہ سچائی کی تلاش میں آئے کتنے مخلص لوگ ہیں جو اللہ کو اور سچے راستے کو تلاش کرتے ہیں ان کا حق ہے کہ ہم حق ان تک پہنچائیں، تو مہا کنبھ میں ہم کو جانا چاہئے، رات کو میرے ساتھ یہ چار ساتھی تیار ہوگئے اور صبح کتابیں لے کر یہاں آئے ہیں، آپ سچ کو واقعی تلاش رہے ہیں تو ہمارے حضرت کی کتاب پڑھئے اور انہوں نے ہمیں ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' کتاب دی کہ آپ اس کو پڑھئے آپ ہم سے ملنے جا رہے تھے، مالک نے آپ کے پاس خود ہمیں سچ لے کر بھیج دیا، میں نے وہ کتاب لی اور بس اسٹینڈ پر ایک بینچ پر بیٹھ کر وہ کتاب پڑھنا شروع کی، سیدھے سادے انداز میں اندر کی سچائی کے ساتھ لکھی گئی یہ کتاب پڑھ کر مجھے ایسا لگا کہ میرے مالک نے میری فریاد سن لی اور جس سچ کی مجھے تلاش تھی وہ مجھے مل گیا، میں نے مفتی صاحب سے کہا کہ مجھے مولانا صاحب کے پاس لے چلو مفتی صاحب نے فون ملانے کی کوشش کی، مگر فون نہ مل سکا، میں نے ان لوگوں کو اپنے آشرم چلنے کے لئے کہا، انہوں نے کہا کہ آدھے گھنٹے کے بعد ہم خود آجائیں گے، میں نے ان کو پتہ بتایا اور اپنے ایک ساتھی کو ان کے ساتھ چھوڑ کر آشرم میں ناشتے کی تیاری کے لئے آگیا، آدھے گھنٹے بعد وہ آگئے اور بولے حضرت صاحب ممبئی سفر پر ہیں، آپ ان سے بات کر لیجئے، فون ملایا، مولانا صاحب سے میری بات ہوئی، میں نے کہا، مجھے آپ کی کتاب پڑھنے میں اتنا آنند آیا تو آپ سے بھینٹ کرنے (ملنے میں) کتنا آنند (مزہ) آئے گا، حضرت صاحب نے کہا نہ میری کتاب میں وہ مزہ ہے نہ مجھ سے بھینٹ

میں، بس مزہ تو اپنے مالک کا سورگ (جنت میں) درشن کرنے (دیدار) میں آئے گا، اور وہ، پنڈت جی بغاوت سے توبہ کرکے مالک کے آخری اور مکمل قانون کا حلف لئے بغیر نہیں ہوسکتا، پھر مولانا صاحب نے ایمان لائے اور کلمہ پڑھے بغیر انسان کتنے خطرے میں ہے، اس کے بارے میں بتایا اور مجھے فوراً کلمہ پڑھنے کے لئے کہا، میں نے کہا کہ ہم پھلت آنا چاہتے ہیں آپ ہمیں وقت دے دیں، مولانا صاحب نے اپنے سفر کے بارے میں بتایا اور مجھے بہت زور دے کر فوراً مفتی یوسف صاحب سے کلمہ پڑھنے کو کہا، پہلے تو میں پھلت آکر ہی کلمہ پڑھنے کو کہتا رہا مگر بعد میں میں تیار ہوگیا، مفتی صاحب مجھے کلمہ پڑھوانے لگے تو مجھے یہ خیال ہوا کہ ان کے پیر صاحب سے ہی کلمہ پڑھنا چاہئے، میں نے مفتی صاحب سے یہ بات کہی، مفتی صاحب نے پھر فون ملایا اور بتایا کہ یہ آپ سے ہی کلمہ پڑھنا چاہ رہے ہیں، حضرت صاحب نے کہا کہ بات کرایئے، میں نے بات کی تو حضرت صاحب نے فون پر کلمہ پڑھنے کے لئے کہا اور زور دے کر مجھے راضی کیا، فون پر کلمہ پڑھوایا اور پھر ہندی میں ترجمہ بلکہ ذرا تفصیل سے عہد کرایا، مجھ سے فرمایا کہ نام بدلنا کوئی ضروری نہیں لیکن اچھا ہے کہ آپ کوئی اسلامی نام پسند کرلیں، میں نے مفتی صاحب سے کہا کہ حضرت صاحب ہی میرا نام رکھیں تو اچھا ہے، حضرت نے فون پر بتایا کہ پرانی مذہبی کتابوں کے عالم حضرت سلمان فارسی تھے اس نام کی برکت حاصل کرنے کے لئے اگر ان کا نام سلمان مشرا رکھ دیا جائے تو اچھا ہے، میں نے کہا مشرا وشرا چھوڑیئے بس پورا سلمان فارسی رکھ دیجیے، حضرت صاحب نے کہا کہ فارسی تو ایران کا رہنے والا ہونے کی وجہ سے ان کے نام میں لگتا ہے، آپ سلمان بریلوی رکھ لیں میں نے کہا کلیم صدیقی کی طرح اگر سلمان صدیقی رکھیں تو کیسا ہے؟ حضرت صاحب نے کہا آپ نے سچے دل سے تصدیق کی ہے، آپ صدیق نام رکھ سکتے ہیں، میں نے کہا بس سلمان صدیقی بہت پیارا نام ہے۔

سوال: بہت خوب، اس کے بعد کیا ہوا ؟

جواب: حضرت صاحب سے فون پر بات ہوتی رہی، مفتی صاحب ہمارے آشرم میں ہی رہ رہے ہیں اور اللہ کے شکر سے جماعت سے نماز ہو رہی ہے، ساری مورتیاں ایک ایک کر کے نکال دی گئی ہیں، میں حضرت صاحب سے ملنے کے لئے بے چین تھا، ایک ہفتے پہلے بھی آیا تھا، آج ملاقات ہوگئی، حضرت صاحب نے گھر والوں کو ہر یدوار بلانے یا خود بریلی جانے کے لئے کہا ہے کچھ روز پھلت آکر ذکر وغیرہ کرنے کا بھی مشورہ دیا ہے ، حضرت صاحب کے مشورے سے پھلت میں، یا حضرت صاحب کہہ رہے تھے کہ ان کے پیر صاحب کی جگہ تو رائے پور ہے، سہارنپور ضلع میں، وہاں جا کر چند ماہ رہوں گا، ابھی تو ہم لوگ مہا کنبھ میں رہیں گے تا کہ سچ کی تلاش میں بری طرح بھٹکنے والے لوگوں کو تلاش کر کے ان پر ہو رہے ظلم سے ان کو نکالیں۔

سوال: ابھی تک کچھ اور لوگوں پر آپ لوگوں نے کام کیا ہے؟

جواب: اللہ کا شکر ہے۔ ابھی ہم لوگ آشرم ہی میں رہ رہے اور کام کر رہے ہیں۔

سوال: ابی بتا رہے تھے کہ آپ نے بڑے اچھے اچھے خواب دیکھے ہیں؟

جواب: الحمد للہ میں نے سات بار اپنے پیارے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے، ایک بار میں نے سو لوگوں کو اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے لے جا کر خواب میں کلمہ پڑھوایا، جن میں گایتری سماج کے تین بڑے لوگ بھی تھے، اللہ کرے اس کی سچی تعبیر جلد سامنے آئے۔

سوال: آپ نے اپنے گھر پر کچھ بات کی، یعنی بریلی میں؟

جواب: ہاں میں نے حضرت صاحب سے ملنے کے بعد پھلت سے اپنی بیوی کو فون ملایا، وہ بہت رو رہی تھی، جب میں نے بتایا کہ ایک بڑے دھرم گرو اور صوفی یہاں، یہاں صوفی سنتوں کی مہان بستی پھلت میں رہتے ہیں، انہوں نے مجھے آشرم چھوڑ

کر گھر میں بال بچوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے اور جلدی میں آنے والا ہوں، آٹھ سال کے بعد وہ یہ سن کر بس پاگل سی ہوگئی، بولی مجھے ان دھرم گرو اور صوفی جی کا پتہ ضرور بتائیں تاکہ میں بھی ان کی شرن میں آجاؤں اور ان سے آشیرواد لوں، میں ضرور اپنے تینوں بچوں کے ساتھ ان کے یہاں آؤں گی۔

سوال : ماشاء اللہ آپ کا مسئلہ تو حل ہوا سا لگتا ہے۔

جواب : جی مجھے بھی ایسا ہی لگ رہا ہے وہ تو حضرت سے اتنا متاثر ہوگئی ہے کہ لگتا ہے پہلی مرتبہ کہنے سے کلمہ پڑھ لے گی۔

سوال : آپ مسلمانوں کو کچھ پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب : مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ ہر انسان کو میرا یہ پیغام ہے کہ جو بھی سچی آتما کے ساتھ حق کو تلاشتا ہے اس کو حق ملتا ہے اور حق کو تلاش کرنے والے ہر غلط راہ پر بھٹکتے رہتے ہیں، مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ انسانوں کو غلط راستے پر چلتے دیکھ کر ان سے نفرت کرنے کے بجائے نرمی کے ساتھ ان کی رہنمائی کریں۔

سوال : بہت بہت شکریہ سلمان صدیقی صاحب، اللہ تعالیٰ آپ کی حقیقی صدیقیت کا کوئی حصہ ہم رسمی اور بدنام کرنے والے نسبی صدیقیوں کو بھی نصیب فرمائے۔

جواب : آپ شرمندہ کر رہے ہیں۔

ماخوذ از ماہنامہ ارمغان اپریل ۲۰۱۰ء

ماہنامہ ارمغان کا مختصر تعارف

ماہنامہ ''ارمغان' جمعیت شاہ ولی اللہ پھلت ضلع مظفرنگر یوپی کا ترجمان ہے جو داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہ العالی (جن کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے) کی زیر سرپرستی اور مولانا وصی سلیمان صاحب ندوی کی ادارت میں نکلتا ہے ماہنامہ ارمغان گزشتہ انیس (۱۹) سالوں سے پابندی وقت کے ساتھ مسلسل شائع ہورہا ہے اور اس کی تعداد اشاعت میں برابر اضافہ ہوتا جا رہا ہے، ماہنامہ ارمغان اپنے مضامین کی افادیت اور دعوتی فکر کی وجہ سے واقعی ساری انسانیت کے لئے ایک ارمغان (تحفہ) ہی ہے اس میں ہر ماہ ایک خوش قسمت مہاجر بھائی یا بہن کی سرگزشت انٹرویو کی شکل میں شائع ہوتی ہے جو بڑی چشم کشا، دلچسپ اور دعوت کے کام پر ابھارنے والی ہوتی ہے انٹرویوز ملک و بیرون ملک بہت پسند کئے جاتے ہے ان کے مختلف زبانوں میں ترجمے بھی ہو رہے ہیں، رسالہ میں داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب مدظلہ العالی کے ارشادات، افادات، خطبات شامل اشاعت ہوتے ہیں خصوصاً رسالہ کا ''آخری صفحہ'' تو رسالہ کی جان ہوتا ہے، ماہنامہ ارمغان کا سالانہ زرتعاون ۱۲۰ ؍روپئے ہے جو رسالہ کی اہمیت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے اس کی توسیع اشاعت میں کوشش کرنا اس عظیم دعوتی مشن میں اپنا حصہ لگانا ہے اس لئے پرخلوص گزارش ہے کہ خود بھی اس کے ممبر بنئے اور دوسروں کو بھی بنائیے۔

ارمغان جاری کرنے کے لئے پتہ

دفتر ارمغان پھلت ضلع مظفرنگر
Phulat, Dist Muzaffar Nagar
251201 (U.P.) INDIA
Mob: +91-9359350312
9368512753, 9412411876
e-mail: arm313@gmail.com
armuganphulat@yahoo.com
website: www.armughan.in
زرسالانہ: **120/-** روپئے

الداعی الی الخیر
بندہ محمد روشن شاہ قاسمی
مہتمم دارالعلوم سونوری

۲۴ رشعبان ۱۴۳۲ھ م ۲۱ ؍جولائی ۲۰۱۱ء